تذکرۂ

خاصانِ خدا

عہد شاہجہانی کے ایک فارسی معتبر قلمی تذکرۂ اولیائے کرام

کا سلیس و با محاورہ اردو ترجمہ

از

مصطفائی بیگم
۱۱ر شوال ۱۳۵۸ھ

مصطفائی بیگم

لیڈی کمشنر خزانہ عامرہ سرکار عالی

قیمت فی جلد　　　مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد　　　(عاں)

"تذکرۂ خاصان خدا" کا وجود میرے برادر حقیقی
جناب مولوی مظہر اللہ خاں صاحب مہتمم تعمیرات اسٹیٹ
عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر دام اقبالہم کی ترغیب و
تشویق کا مرہون منت ہے اِس لئے میں اس کتاب کو صمیم دل سے
اُنھیں کے نامی نام و اسم گرامی پر معنون کرنا اپنے لئے باعث فخر
سمجھتی ہوں تاکہ اُس ناپیدا کنار محبت کا ایک نقش صفحہ ہستی پر
باقی رہے جو مجھے اُن سے اور انھیں مجھ سے ہے، مجھے اُمید ہے کہ
عقیدت کا یہ پھول نظر قبولیت سے مشرف کیا جائے گا۔

ع

زچشم آستیں بردار و گوہر را تماشا کن

مصطفائی بیگم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳۰۰۷ء

مقدمہ

از

مولانا محمد حامد خاں ہندی مدظلہ

انسان نہایت سرعت کے ساتھ مادّی و ذہنی ارتقاء کے مدارج طے کر رہا ہے لیکن اس کے باوجود اس کے اطراف تاریکیوں کا ایک موج در موج و ناپیدا کنار سمندر محیط ہے جس کے حدود کو توڑ کر باہر گامزن ہونا اس کے امکان میں نہیں، اُس کے شہباز فکر کی بلند پروازی کبھی تو حدود نظر سے متجاوز ہو کر فضائے آسمانی میں آشیاں تعمیر کرتی نظر آتی ہے اور کبھی اس کے فہم وادراک کی رسائی زہرہ و مریخ سے ٹکراتی ہے جسے دیکھ دیکھ آسمان و زمین ورطۂ حیرت میں غرق ہیں تاہم خود اپنے دل سے اس پُر اسرار اور ظلماتی حجاب کو دور کرنا ایک لمحہ کے لئے بھی ممکن نہیں جو اُسے آئینۂ حیرت اور مجسمۂ استفہام بنائے ہوئے ہے اور سدِ گراں کی طرح اس کے مرغ تخیل کو اس عالم غیر محدود میں پرفشانی سے باز رکھتا ہے جو نور ہی نور ہے اور جہاں من و تو کے قضیئے پیدا ہی نہیں ہوتے بلکہ وحدت ہے اور مکمل وحدت جس کے سامنے عالم کثرت کے پھندے حلقہائے دام خیال کی طرح بکھرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

کتب تاریخ کی ورق گردانی فرمائیے، اقوام عالم کی ارتقائی نشوونما اور مادی تگ و دو کو ملاحظہ کرکے، رومیوں، کلدانیوں، ایرانیوں، ہندیوں چینیوں اور بابل و نینوا کے بسنے والوں سے لے کر اس عہد زرین تک تمام ادوار نہضت و ارتقا کی چھان بین فرمائیے تو صاف نظر آئے گا کہ بلندیوں کے دامن میں پستیاں بھی پنہاں ہیں، انسانی تخیل فضا میں محو پرواز ہے مگر پر پرواز شکستہ ہیں، پائے جدو جہد مصروف ترک تاز ہیں مگر بیڑیاں دم بھر کے لئے بھی جدا نہیں ہوتیں۔

ہر عہد اور ہر دور میں مساوی طور پر ہماری عقول پر پردے پڑے رہے مسائل مابعد الطبعیۃ تو درکنار، طبعیات کے چند سطحی اور پیش پا افتادہ امور کے سوا اور کسی راز کو ہم قطعاً نہ سمجھ سکے، ابتدائے آفرینش سے آج تک چاند سورج برابر مناظر طلوع و غروب پیش کرتے رہے مگر ہم نہ سمجھ سکے کہ کیا ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے؟ ستاروں کا خاموش کارواں متواتر محو خرام رہا اور ہم نے کچھ نہ جانا، پھول ہنسا اور ہم منہ تکتے رہے غنچہ مسکرایا اور ہمیں حیرت نے گھیر لیا۔

آسمان و زمین کیا ہیں؟ بجلی میں کس کی تڑپ ہے؟ مہر و ماہ، برق و باراں اور برگ و شجر کیا ہیں؟ خود ہم کون ہیں؟ کہاں سے آئے؟ اور ہماری کیا ماہیت ہے؟ اس قسم کے ہزارہا سوالات ہمارے سامنے آنے لگتے ہیں جب ہم سر بگریبان ہو کر منزل فکر میں قدم رکھتے ہیں مگر نتیجہ بجز حیرت و استعجاب کے کچھ نہیں ہوتا، چنانچہ اسی منزل حیرت میں پہونچکر دتی کا فیلسوف کہتا ہے۔

یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں　　　غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے

شکنِ زلفِ عنبریں کیوں ہے نگہ چشمِ سرمہ سا کیا ہے
سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے

انسان کا وجود اپنی تخلیق کے لحاظ سے سراپا جستجو ہے اور اس کی روح یکسر اضطراب و تمنا اس لئے جب اُسے چاروں طرف تاریکی نظر آتی ہے اور کوئی حل ان مشکلات کا نظر نہیں آتا تو وہ تڑپ اُٹھتا ہے اور ہدایتِ حق کی تلاش میں کبھی تو جنگلوں کی خاک چھانتا اور بودھی کے درخت کے نیچے جلوۂ ذات کا مشاہدہ کرتا ہے اور کبھی انا الحق کی صدا لگا کر خوشی خوشی سرِ دار جان دے دیتا ہے، ظاہر پرست لاکھ سر پٹکتے ہیں مگر اُس کے سوا کوئی جواب نہیں ملتا کہ ع

بر دار تواں گفت و بہ منبر نتواں گفت

کوئی موجودِ حقیقی کے سوا ساری کائنات کو موہوم سمجھتے ہوئے کہتا ہے

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے
جز نام نہیں صورتِ عالم مجھے منظور جز وہم نہیں ہستیٔ اشیا مرے آگے

اور کوئی ترکِ ماسوا اور خود فراموشی کی تعلیم دیتے ہوئے کہتا ہے

پیوستگی بہ حق ز دو عالم بریدن است دیدارِ دوست ہستیٔ خود را ندیدن است
پرواز سایہ جز بہ سرِ بامِ مہر نیست ز خود رمیدن تو بہ حق آرمیدن است

انتہائے حیرت و عجز کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان خود کو لا شئی محض تصور کرتے ہوئے ایک برتر و بے نیاز ہستی کا اقرار کرتا ہے اور یہیں سے ضعفِ انسانی، خوفِ خدا، زہد، صبر اور رضا وغیرہ کی بنیاد پڑتی ہے جو تصوف کے بنیادی مسائل ہیں۔

غالباً میری اس توجیہ سے ناظرین یہ سمجھ گئے ہوں گے کہ مذہب کیطرح

کتب تاریخ کی ورق گردانی فرمائیے، اقوام عالم کی ارتقائی نشو و نما اور مادی تگ و دو کو ملاحظہ کرکے، رومیوں، کلدانیوں، ایرانیوں، ہندیوں چینیوں اور بابل و نینوا کے بسنے والوں سے لے کر اس عہد زرّین تک تمام ادوار نہضت و ارتقا کی چھان بین فرمائیے تو صاف نظر آئے گا کہ بلندیوں کے دامن میں پستیاں بھی پنہاں ہیں، انسانی تخیل فضا میں محو پرواز ہے مگر پرِ پرواز شکستہ ہیں، پائے جدّو جہد مصروف ترک تاز ہیں مگر بیڑیاں دم بھر کے لئے بھی جدا نہیں ہوتیں۔

ہر عہد اور ہر دور میں مساوی طور پر ہماری عقول پر پردے پڑے رہے مسائل مابعد الطبعیۃ تو در کنار، طبعیات کے چند سطحی اور پیش پا افتادہ امور کے سوا اور کسی راز کو ہم قطعاً نہ سمجھ سکے، ابتدائے آفرینش سے آج تک چاند سورج برابر مناظر طلوع و غروب پیش کرتے رہے مگر ہم نہ سمجھ سکے کہ کیا ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے؟ ستاروں کا خاموش کارواں متواتر محو خرام رہا اور ہم نے کچھ نہ جانا، پھول ہنسا اور ہم منہ تکتے رہے غنچہ مسکرایا اور ہمیں حیرت نے گھیر لیا۔

آسمان و زمین کیا ہیں؟ بجلی میں کس کی تڑپ ہے؟ مہر و ماہ، برق و باراں اور برگ و شجر کیا ہیں؟ خود ہم کون ہیں؟ کہاں سے آئے؟ اور ہماری کیا ماہیت ہے؟ اس قسم کے ہزار ہا سوالات ہمارے سامنے آنے لگتے ہیں جب ہم سر بگریباں ہو کر منزل فکر میں قدم رکھتے ہیں مگر نتیجہ بجز حیرت و استعجاب کے کچھ نہیں ہوتا، چنانچہ اسی منزل حیرت میں پہونچکر دتی کا فیلسوف کہتا ہے۔

یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں غمزۂ و عشوۂ و ادا کیا ہے

شکنِ زلفِ عنبریں کیوں ہے   نگہِ چشمِ سرمہ سا کیا ہے
سبزۂ و گل کہاں سے آئے ہیں   ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے

انسان کا وجود اپنی تخلیق کے لحاظ سے سراپا جستجو ہے اور اس کی روح یکسر اضطراب و تمنا اس لئے جب اُسے چاروں طرف تاریکی نظر آتی ہے اور کوئی حل ان مشکلات کا نظر نہیں آتا تو وہ تڑپ اُٹھتا ہے اور ہدایتِ حق کی تلاش میں کبھی تو جنگلوں کی خاک چھانتا اور بودھی کے درخت کے نیچے جلوۂ ذات کا مشاہدہ کرتا ہے اور کبھی انا الحق کی صدا لگا کر خوشی خوشی سرِ دار جان دے دیتا ہے، ظاہر پرست لاکھ سر پٹکتے ہیں مگر اس کے سوا کوئی جواب نہیں ملتا کہ ع

بردار تواں گفت و بہ منبر نتواں گفت

کوئی موجودِ حقیقی کے سوا ساری کائنات کو موہوم سمجھتے ہوے کہتا ہے

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے   ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے
جز نام نہیں صورتِ عالم مجھے منظور   جز وہم نہیں ہستیٔ اشیا مرے آگے

اور کوئی ترکِ ماسوا اور خود فراموشی کی تعلیم دیتے ہوئے کہتا ہے

پیوستگی بہ حق زدو عالم بریدن است   دیدارِ دوست ہستیٔ خود را نہ دیدن است
پرواز سایہ جز بہ سرِ بامِ مہر نیست   زخود رمیدن تو بہ حق آرمیدن است

انتہائے حیرت و عجز کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان خود کو لاشئی محض تصور کرتے ہوئے ایک برتر و بے نیاز ہستی کا اقرار کرتا ہے اور یہیں سے ضعفِ انسانی، خوفِ خدا، زہد، صبر اور رضا وغیرہ کی بنیاد پڑتی ہے جو تصوّف کے بنیادی مسائل ہیں۔

غالبًا میری اس توجیہ سے ناظرین یہ سمجھ گئے ہوں گے کہ مذہب کیطرح

ہر قوم میں تصوف کا پیدا ہو جانا ایک قدرتی اور فطری بات ہے، دنیا کی ہر قوم کا کوئی نہ کوئی تصوف موجود ہے جیسا کہ ہر تاریخ دان پر روشن ہے، تصوف اسلام سے قطع نظر کرتے ہوئے تمام مذاہب تصوف کے رنگ میں رنگے ہوئے نظر آتے ہیں چنانچہ ہندوستان ہمیشہ تصوف و اہل تصوف کا مرکز رہا ہے اور یہاں کا تصوف اور اس کے ماخذ یعنی اپنشد، ویدانت، سانکیہ، اور یوگا بہت مشہور ہیں، کون ہے؟ جو بدھ کی تصوف آگیں تعلیمات سے نا آشنا اور جوگیوں کی محیر العقول کرامات سے بے خبر ہو، ابن بطوطہ نے اپنے مشہور سفرنامہ میں یہاں کے رشیوں کے متعلق جو واقعات لکھے ہیں اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلاطین اسلام کے عہد تک ہندوستان کے تارک الدنیا فقرار یاضت و مجاہدہ اور صفائے باطن کے لحاظ سے ممتاز تھے، ذیل میں انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا کا کچھ اقتباس دیا جاتا ہے جس سے معلوم ہو گا کہ ہندوستان تصوف کا مرکز ہمیشہ رہا ہے۔

In the East, mysticesum is not so much a specifie phenomenon as a naturai deduction from the dominant philosophia, systems, and the normal expression of religious feeling in the lands in witch it appears.

Brotaminic pantheism and Buddhiskie

nihilism alike teach the unreality of the seeming world, and breach mystical absorption as the highest goal; in both the sense of the work of human personality is lost.
India cousequendyhas always been the fertile mother of practical mysties and devotees.

(انسائیکلوپیڈیا آف برٹنیکا)

ہندوستان کے علاوہ ایران، یونان، فرانس، اور تقریباً دنیا کے تمام ممالک اپنا اپنا تصوف جداگانہ طور پر رکھتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کی اقوام جب ایک دوسرے سے ملتی ہیں تو قدرتی طور پہ ایک دوسرے کے خیالات، عقائد، تمدن معاشرت اور مذہب سے متاثر ہوتی ہیں اور اس بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ عقائد تصوف بھی قوموں کے اختلاط اور میل جول کی وجہ سے متاثر ہوتے رہے ہیں چنانچہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ بدھ کے صوفیانہ عقاید سے چین جاپان برہما اور سیام وغیرہ متاثر ہوئے، اسی طرح یونانی عقائد و تصوف کا بھی دنیا کے اکثر ممالک پر نہایت گہرا اثر پڑا، لیکن اس کلیّہ کے تحت یہ نتیجہ استنباط کرنا کہ عقائد تصوف کے استوار کرنے والے صرف اہل ہندو اہل یونان ہی ہیں اور دوسری قوموں نے انھیں اقوام سے خوشہ چینی کی ہے سخت ناانصافی ہے، کیونکہ جس طرح خدا کا تخیل اور مذہبی عقائد کی نمود قدرتی امور ہیں، بعینہٖ اسی طرح عقائد تصوف کا کسی نہ کسی صورت و نوعیت

کے ساتھ ہر قوم و ملت میں رونما ہونا ضروری ہے۔

میری اس ساری تمہید کا منشاء یہ ہے کہ اسلامی تصوف کے متعلق عام طور پر جو یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے کہ اس کے ماٰخذ، مسالک بدھ، عقائد مسیحی اشراقی اور یونان کے فلسفیانہ خیالات ہیں اس کا ازالہ ہو جائے موجودہ دور مدنیت و ارتقاء میں یورپ علوم و فنون کا سرچشمہ سمجھا جاتا ہے اور کس کے منھ میں زبان ہے جو اس منبع معارف کی وریدہ دہنی کو روک سکے اس سرزمین کے بسنے والوں نے اپنی ساکھ سے اکثر ناجائز فوائد بھی حاصل کئے ہیں، بالخصوص دنیائے تاریخ میں تو ان لوگوں نے ایسی ایسی ابلہ فریبیوں سے کام لیا ہے جن کی نظیر علمی دنیا میں نہیں مل سکتی۔

ان محققین نے تصوف اسلام کے متعلق بھی وہ تحقیق وہی ہے چنانچہ میکڈونلڈ اور نکلسن جیسے زبردست مستشرقین کا خیال ہے کہ دوسری صدی ہجری میں مسیحی راہبوں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں نے تصوف کو اختیار کیا، صوفی کا لفظ مسیحیت کا منت کش ہے اور قدیم زہاد اسلام ترک دنیا کے خیال میں مسیحی راہبوں کی تقلید کرتے ہوئے موٹا، بدنما اونی لباس پہنا کرتے تھے۔

جاسف واں ہمیر کی تحقیق ہے کہ صوفیائے اسلام ہندوستان کے Gymns Sophists سے متعلق ہیں نیز صوفی اور صفا دونوں یونانی الفاظ (σαφος اور σοφοs) کی طرح ایک ہی مادہ سے نکلے ہیں۔

لیکن انصاف پسند محقق کے نزدیک یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مسلمان صوفیاء کو مسیحی راہبوں سے لباس صوف کے لینے کی کوئی حاجت نہ تھی

عہد نبوت میں بھی اونی موٹے کپڑے استعمال ہوتے تھے اور اس سے پہلے
بھی خود قرآن پاک میں لفظ صوف موجود ہے،

واللہ جعل لکم من بیوتکم اور اللہ نے تمہارے واسطے تمہارے گھروں میں
سکنا وجعل لکم من جلود رہنے کی جگہ بنائی اور تمہارے واسطے تمہارے جانوروں
الانعام بیوتا تستخفونها کی کھال کے گھر بنائے جن کو تم اپنے کوچ کے دن اور
یوم ظعنکم ویوم اقامتکم مقام کے دن ہلکا پاتے ہو اور ان کے اون اور ان کے
ومن اصوافها واوبارها روؤں اور ان کے بالوں سے گھر کا سامان اور
واشعارها اثاثا ومتاعا فائدہ کی چیزیں ایک مدت تک کے لئے
الیٰ حین ۵ بنائیں۔

جاسف وان ہیمر کی تحقیق لفظ صوفی کے متعلق صحیح نہیں باور کی جا سکتی
اگرچہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یونانی زبان میں لفظ (σοφος) موجود ہے
جس کے معنی عربی میں حکمت کے ہیں وعلیٰ ہذا القیاس لفظ (σοφ[illegible]s)
جو عربی میں سوفسطا یا سفسطہ کہا جاتا ہے اور جس کے معنی حکمت مموہہ کے ہیں
چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ صدر الدین شیرازی کی کتاب صدرا کے
حاشیہ میں لفظ فلسفہ کی تحقیق کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

الصحیح فی معنی ہذا اللفظ ان فیلا لفظ فلسفہ کے صحیح معنی محب حکمت کے ہیں
سوفا معناہ فی اللغۃ الیونانیہ کیونکہ یونانی زبان میں فیلا بمعنی محب
محب الحکمۃ لان فیلا معناہ آتا ہے اور سوفا بمعنی حکمت و علی
المحب وسوفا بمعنی الحکمۃ ہذا القیاس سوفسطا کے معنی حکمت
وقد صرحوا بان سوفسطا معناہ مموہہ کے ہیں کیونکہ سوفا بمعنی حکمت
الحکمۃ المموہۃ لان سوفا معناۂ آتا ہے۔

الحکمۃ واسطامعناہ الموھبۃ، اور اسطا بمعنی موہبہ

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ (سوفا) عربی میں (سفہ) ہوگیا جیسے فلسفہ اور سوفا اسطا معرب ہو کر سفسطہ بن گیا۔ پس اگر صوفی کا لفظ بھی اسی ΣΟΦΟΣ سے لیا جاتا تو یونانی حرف (Σ) کی جگہ عربی میں "س" استعمال ہوتا اور فلسفہ و سفسطہ کی طرح صوفی بھی "ص" سے نہ لکھا جاتا۔

یہاں تک تو لفظ صوفی کی سرسری تحقیق اور تصوف کی ابتدائی سادہ صورت کے متعلق معمولی بحث تھی اب میں مسائل تصوف کے بارے میں کچھ لکھنا چاہتا ہوں، لیکن اس سے پہلے چند امور کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے

(۱) دنیا کے تمام مذاہب کی علت غائی صرف یہ ہے کہ عبد و معبود اور خالق و مخلوق میں وہ رابطۂ قائم ہو جائے جو رفتہ رفتہ انسان کو منزل تقرب تک پہونچا کر اُسے حقیقی طور پر اشرف المخلوقات کے لقب کا مستحق قرار دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ رابطہ صرف محبت الٰہی اور اطاعت و عبادت سے استوار ہو سکتا ہے چنانچہ اسی بناء پر اکثر مذاہب نے تخلیق انسان کا منشاء صرف عبادت کو قرار دیا ہے، اور اسلام تو اس نظریہ کی نہایت پرزور تائید کرتا ہے جیسا کہ آیت ذیل سے ظاہر ہے۔

وماخلقتُ الجن والانس الّا لیعبدون ؕ — میں نے انسانوں اور جنوں کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا۔

اِس آیت کے ضمن میں ایک نہایت لطیف اور نازک مضمون پیدا ہوتا ہے جو میرے مقالے سے تعلق نہیں رکھتا لیکن میں نہایت اختصار کے ساتھ اسے قید تحریر میں لانا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ ناظرین کے لئے کسی ایراد یا شبہ کی گنجایش باقی نہ رہے۔

جن ارباب زمانہ وابنائے عروج وارتقا کے جیب وداماں مغربی علوم وفنون کے لآلی ویواقیت سے مالا مال ہیں اُن کے سامنے جب یہ آیت پیش کی جاتی ہے تو اُن کے لبوں پر تبسم کی موجیں رقص کرنے لگتی ہیں اور بے اختیار پُرشکوہ ووقار آگیں چہروں پر تمسخر کے آثار نمایاں ہوجاتے ہیں کیونکہ وہ بزعم خود اُس دور جاہلیت سے بہت دور ہوچکے ہیں جب کہ ایسے پیش پا افتادہ، بتذل، عامیانہ اور ناقابل قبول خیالات پیش کئے جاتے تھے نیز وہ اُس ہوشربا حضیض جہل سے بہت بلند ہیں جو کج فہم ارباب مذاہب کی منزل ہے میں یہ نہیں کہتا کہ اس خیال کے حامل صرف وہی غیرذی فہم ہستیاں ہیں جو منکر خدا ورسول ہیں بلکہ میرا خیال یہ ہے کہ جو تعلیم یافتہ لوگ مذہب کو انسان کے لئے ضروری سمجھتے ہیں ان کا بھی یہی عقیدہ ہے کیونکہ یہ اصحاب مذہب کو صرف آرائش اخلاق کا ذریعہ سمجھتے ہیں، نماز وروزہ اور دوسری عبادتیں بھی اگر ضروری ہیں تو محض اُن مادی فوائد کی وجہ سے جو ضمناً ان عبادات سے حاصل ہوتے ہیں یہ تخیل اگرچہ بظاہر چنداں گمراہ کن نہیں معلوم ہوتا لیکن فی الحقیقت اس پردۂ زریں کے پیچھے نہایت خطرناک چاہِ ضلالت پوشیدہ ہے لہٰذا اس خیال کے ازالے کے لئے میں آیت مذکورہ کی تفسیر کردینی مناسب خیال کرتا ہوں۔

عبادت کے معنی لغت میں بندگی کے ہیں لیکن مذاہب نے اس لفظ کو ایک اصطلاح مخصوص میں تبدیل کرلیا ہے، چنانچہ ایک مسلمان عبادت سے مراد نماز وروزہ وغیرہ سمجھتا ہے ایک ہندو پوجا پاٹ کو عبادت تصور کرتا ہے اور ایک عیسائی صلیب کی پرستش میں مفہوم عبادت کو مضمر ومستتر خیال کرتا ہے ان تمام مجازی مفاہیم سے اگر قطع نظر کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ساری کائنات

بالعموم اور انسان بالخصوص اس مدبر حقیقی کے غلام ہیں اور اضطراری طور پر
اس کی عبادت کرتے رہتے ہیں اور ان میں ہرگز یہ قوت نہیں کہ سر مو
اس سے انحراف کر سکیں سورج ضوفشانی پر مامور ہے، چاند مد و جزر پیدا
کرتا ہے، زمین متحرک ہے، درخت پھل دیتے ہیں پتے روشنی حاصل
کرتے ہیں نامیہ نشو و نما کی ضامن ہے، غاذیہ غذا فراہم کرتی ہے غرضیکہ
جو جس کام کی انجام دہی پر متعین ہے اس میں ذرا بھی تساہل نہیں کر سکتا
خود انسان اپنے اعضاء و جوارح، دست و پا کام و دہن چشم و گوش اور
دل و دماغ سے صرف مخصوص اور مقررہ خدمات ہی لے سکتا ہے ظاہر ہے
کہ اس سے زبردست اور کوئی اطاعت و غلامی نہیں البتہ چونکہ یہ اطاعت
غیر اختیاری ہے جسے خواہ مخواہ اختیار کرنا پڑتا ہے اس لئے سزاوار تحسین
نہیں، البتہ اس سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ مقصد تخلیق بجز اطاعت
خالق کے کچھ ہو ہی نہیں سکتا، لہذا ارباب عقل اس غیر شعوری و غیر
اختیاری اطاعت سے آگے بڑھ کر اپنے اختیار سے بھی اس معبود حقیقی
کی رضاجوئی میں جد و جہد کرتے ہیں تاکہ مستحق جزا و استحسان ہو سکیں چنانچہ
تمام مذاہب کی مختلف عبادتیں اسی جد و جہد کی مختلف صورتیں ہیں،
پرستش اصنام و صلیب سے صوم و صلوٰۃ تک اور ہندوستانی جوگ
و سنیاس اور بدھا کی نفس کشی سے عیسائیوں کی رہبانیت اور مسلمانوں کی
قلندریت تک تمام مختلف النوع و مختلف الصورت ریاضات و مجاہدات
طلب رضائے حق کے مظاہرے ہیں۔ ان دلائل کے ہوتے ہوئے عقل
یہ کیسے باور کر سکتی ہے کہ تخلیق انسان کا منشاء بجز عبادت کے کچھ اور ہے۔

(۲) عبادت اگرچہ مقصد حیات ہے لیکن حیات و بقا، سکون و

طمانیت کے بغیر اس کا امکان نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ ان شروط کی تکمیل
کے لئے صدہا ایسے امور کی احتیاج لاحق ہوتی ہے جنھیں کسی طور سے
بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا صرف اپنی غذا حاصل کرنے کے لئے انسان کو
جو صعوبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں وہ محتاج بیان نہیں اس سے اندازہ
لگایا جا سکتا ہے کہ تمام ضروریات زندگی کے حصول کے لئے ایک خاص
نظم و نسق کی ضرورت لابدی طور پر پڑتی ہے اور اسی کو ہم اپنی موجودہ
دنیا کی تشکیل۔ انتظامات، حکومت، عدالت تعمیر، صنعت و حرفت،
تعلیم و تعلّم، نقل و حرکت اور تمدن و معاشرت کے تمام لوازم کا محرک
و باعث قرار دے سکتے ہیں غالباً اس امر کی وضاحت کی ضرورت
نہیں کہ چونکہ مقصد عبادت کا حصول ان تمام امور کے بغیر ناممکن ہے
اس لئے ان سب کو بھی ضمناً عبادت تسلیم کرنا پڑے گا۔

(۳) مذاہب عالم کی جانچ پڑتال کرنے اور تفحص و تفتیش سے معلوم
ہوتا ہے کہ بعض مذاہب نے عبادت و ریاضت پر زیادہ زور دیا ہے اور
معاش و معاشرت کی طرف سے بے توجہی برتی ہے ان مذاہب کی اتباع
بغیر ترک دنیا کے ممکن نہیں لیکن ارباب دانش و بینش واقف ہیں کہ مذہب
حقانیت کے معیار پر اُسی وقت پورا اتر سکتا ہے جبکہ وہ معاش و معاد
دونوں کی اصلاح کا بیڑا اُٹھائے اور دنیا کے تمدن و ارتقار کا ساتھ
دے سکے۔

مذہب اسلام چونکہ الٰہی و فطری مذہب ہے اس لئے اُس نے دنیا و
دین کے ہر شعبہ کی اصلاح کا ذمہ لیا یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ اس مقصد کو
پیش نظر رکھتے ہوئے کوئی مذہب مقصد عبادت پر اتنا زور نہیں دے سکتا کہ

اس کے متبعین کے لئے بجز رہبانیت و نفس کشی کے کوئی چارۂ کار ہی نظر نہ آئے، تاہم مذہب اسلام کا کوئی رکن اور کوئی جزو ایسا نہیں جو للہیت، خلوص اور چاشنی عبادت سے خالی ہو البتہ اس نے خالص رہبانیت اور ترکِ دنیا کو عام ہونے سے روکا جیسا کہ حدیث ذیل سے ظاہر ہوتا ہے۔

لا رهبانية في الاسلام ۔ اسلام میں رہبانیت نہیں۔

اس حدیث اور چند آیات قرآنی کی وجہ سے بعض ظاہر پرست ارباب علم نے یہ نتیجہ نکالا کہ تصوف اور اس کے طریقے اسلام کے خلاف ہیں اور بعض غیر مذہب والوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ تصوف اسلام غیروں کا منت کش ہے۔

ان تمام مذکورہ بالا مقدمات کو پیش کرنے کے بعد میں مسائل تصوف کو دو بڑی قسموں پر تقسیم کرتا ہوں۔

اوّل۔ وہ مسائل جن کا تعلق اطاعت و عبادت، زہد و اتقا، خوف و خشیت صبر و ضبط، توکل و رضا، محاسبہ نفس وغیرہ اور دنیا کے ہیچ و بے ثبات ہونے نیز معاملات قضا و قدر میں انسان کے بے اختیار و مجبور اور خدا کے قادر مطلق ہونے سے ہے۔

دوم۔ وہ مسائل جن کا تعلق کمل نفس کشی کمل ترک دنیا و ترک لذائذ اور انکار ما سوا وغیرہ سے ہے۔

اوّل الذکر کے اثبات میں قرآن پاک کی صدہا آیتیں پیش کی جا سکتی ہیں، چنانچہ آیات ذیل قابل غور و فکر ہیں۔

كل نفس ذائقة الموت و انما توفون اجوركم يوم القيامة فمن	ہر نفس کے لئے موت ناگزیر ہے اور تمہیں قیامت کے دن تمہاری مزدوری ملے گی اور جو آتش دوزخ

زحزح من النار وادخل الجنة	سے کنارے رہے گا اور جنت میں داخل ہوگا
فقد فاز وما الحیوۃ الدنیا الا	وہ فائز ہوگا اور دنیا کی زندگی ایک دھوکا
متاع الغرور (آل عمران)	ہے۔
وما کان لنفسٍ اَن تموت الا	کوئی نفس خدا کی اجازت کے بغیر نہیں مرسکتا
باذن اللہ کتابًا موجلاً	جس کا یقین ہو چکا ہے اور جو اجر دنیوی کا
ومن یرد ثواب الدنیا نوتہٖ	خواہشمند ہے اُسے ہم وہی دیں گے اور
منھا ومن یُرد ثواب الاٰخرۃ	جو اجر آخرت کا طالب ہے اُسے وہ ملے گا
نوتہٖ منھا وسنجزی الشاکرین	اور قریب ہے کہ ہم شکر کرنے والوں کو بدلہ دیں گے
(آل عمران)	
یا ایھا الذین آمنو الا تلھکم	اے ایمان والو ایسا نہ ہو کہ تمھاری دولت
اموالکم ولا اولادکم عن	اور تمھاری اولاد تمھیں ذکر الٰہی سے اپنی طرف
ذکر اللہ (منافقون)	پھنسالیں۔

اِن آیات کے علاوہ اور سیکڑوں آیتیں نقل کی جاسکتی ہیں جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں نہایت مکمل طور پر تصوف کی تعلیم موجود ہے اور اس کے لئے مزید تحقیق کی ضرورت نہیں۔

مسائل موخرالذکر کے متعلق میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ جس طرح احکام وضوابط کی رو سے زبردستی قیس و فرہاد پیدا نہیں کئے جا سکتے اور جس طرح ایسی ہستیوں کو اُن کی سرمستی و تعشق سے جدا کرنا ناممکن ہے بالکل اسی طرح کوئی مذہب اہل دنیا کو جنیدؒ و شبلی بننے اور ترک دنیا و مافیہا پر مجبور نہیں کرسکتا مگر ایسے لوگوں کا وجود ہر مذہب کے لئے باعث فخر و سرمایہ نازش ہے، ساتھ ہی میں یہ بھی کہوں گا کہ ہر شخص بلا سوچے سمجھے اُن کی پیروی بھی نہیں کرسکتا۔

اسلام نے اگرچہ ترک دنیا اور والہانہ تعشق پر لوگوں کو مجبور نہیں کیا اور نہ ایسے زبردست مسائل ما بعد الطبیعۃ کو عوام کے روبرو پیش کرنے کی کوشش کی جن کے سلجھانے سے کم فہم لوگ قاصر ہوں اور شک وارتیاب میں مبتلا ہو کر خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق بنیں، لیکن یہ کون کہہ سکتا ہے کہ ذی فکر فلاسفروں اور مجذوب الصفت عشاق کے دعوت کام و دہن کے لائق کوئی چیز اس مائدۂ خداوندی پر موجود ہی نہیں، جس نبی نے ساری دنیا کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اس کا دامن نبوت، جذب وعشق کے پھولوں سے بھی لبریز تھا اور اس نے اپنی قوم پر اُن پھولوں کی بارش بھی فرمائی مگر جس کو جس قابل پایا، کیونکہ شریعت عام ہو سکتی ہے عشق عام نہیں ہو سکتا۔

ان بدیہی دلائل کے ہوتے ہوئے وہ کون سے ایسے وجوہ ہیں جن کی بناء پر کہا جاتا ہے کہ ارباب تصوف کا دعوائے خرقۂ کلیمی عطائے خرقہ، بیعت اور تفویض مرتبۂ ولایت وغیرہ فضول باتیں ہیں۔

اسلام نے لاکھوں صاحب دل اولیاء اللہ پیدا کئے جو جنیدؒ و شبلیؒ ابراہیمؒ و منصورؒ معین الدینؒ و عبدالقادرؒ فریدؒ و جمالؒ نظام الدینؒ و صابرؒ بن کر فلک ولایت پر چمکے اور جن کے ذکر سے صفحات تاریخ پُر ہیں۔

اگر غزنوی و غوری جیسے اولوالعزم سلاطین کے معرکے فراموش نہیں کیے جا سکتے اور اُن کے مجاہدانہ کارنامے بھلائے نہیں جا سکتے تو کوئی وجہ نہیں کہ اجمیریؒ جیسے زبردست صاحب باطن کے تصرفات سے قطع نظر کیا جائے جنہوں نے آفتاب کی طرح افق اجمیر سے طلوع ہو کر ہندوستان کے گوشہ گوشہ کو نور ولایت سے منور فرما دیا۔

ان بزرگوں کے اقوال و افعال شریعت اسلامیہ کے مخالف نہ تھے البتہ چونکہ اُن کی نظروں سے حجابات اُٹھ چکے تھے اس لئے بعض اوقات ان سے ذاتی علم و بصیرت کی بناء پر ایسے افعال صادر ہوتے تھے جن کی توجیہ سے ارباب شریعت قاصر رہتے اور درپئے آزار ہو جاتے تھے چنانچہ منصور حلاج اور شمس تبریز کے واقعات کسی سے پوشیدہ نہیں۔

علمائے اسلام نے تصوف و مسائل تصوف پر بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں جن کی نظیر ملنی مشکل ہے کون ہے جو احیاء العلوم فصوص الحکم، فتوحات مکیہ، اور عوارف المعارف جیسی بلند پایہ کتب سے ناواقف ہو ان کتب کی بنیاد صرف قرآن و حدیث پر ہے مگر کم فہمی کا علاج مشکل ہے، دوسری اقوام سے اثر پذیر ہونا اور بات ہے لیکن جہاں تک فی نفسہٖ تصوف کا تعلق ہے اُس نے راست مصباح نبوت سے روشنی حاصل کی ہے۔ اور اس کے باقاعدہ سلاسل ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتے ہیں۔

یوں تو فقر و ارادت کے سلسلے بہت ہیں مگر مشہور چار ہی ہیں چشتیہ سہروردیہ۔ قادریہ۔ نقشبندیہ اور ان چاروں میں سب سے زیادہ رائج اور بافیض سلسلۂ عالیہ چشتیہ ادامہا اللہ ہے جس کی وجہ تسمیہ اور مکمل حالات اصل کتاب میں موجود ہیں اس سلسلے کے بزرگوں نے جتنی دینی خدمات انجام دی ہیں وہ ملفوظات و سیر میں بالتفصیل مذکور ہیں۔

آج کل تمام عالم میں مادیت کا جال بچھا ہوا ہے، روحانیت کی طرف سے عموماً چشم پوشی کی جاتی ہے اور بزرگوں کے تصرفات کو ناقابل قبول تصور کیا جاتا ہے، اس میں شک نہیں کہ انسان آگے بڑھ رہا ہے مگر انسانیت پیچھے ہٹ رہی ہے۔ اس عہد کی مادہ پرستیاں علوم و فنون محیر العقول ایجادیں

صنعتی ترقیاں اور سر بفلک عمارتیں ہمارے روحانی اضطراب کو دفع نہیں کرسکتیں، ہمارے اضطراب کا نسخہ اگر دستیاب ہو سکتا ہے تو صرف فقرائے باصفا کے کشکول سے، لہذا ارباب زمانہ کو چاہیئے کہ اگر مکروہات دنیا سے کسی وقت فرصت پائیں تو ان بزرگوں کے حالات کا مطالعہ ضرور کریں، بزرگان دین کے تصرفات اور اُن کی کرامتوں کو جھٹلائیں نہیں بلکہ نظر عقیدت سے دیکھیں۔

اردو میں سیر الاولیاء کے موضوع پر بہت کچھ خامہ فرسائی کیجا چکی ہے اور صدہا کتب اس فن کی موجود ہیں، لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس قسم کی کتب زیادہ تر اس صدی سے پہلے ہی لکھی گئی ہیں ظاہر ہے کہ اُس وقت کی زبان نہایت معمولی اور الجھی ہوئی تھی اس کے علاوہ کتب کی طباعت کا بھی کوئی عمدہ انتظام نہ تھا اس لئے عموماً کتابیں نہایت معمولی کاغذ پر گنجلک اور غیر دیدہ زیب ہوتی تھیں، زبان ایسی ناقص کہ آج کل کے تعلیم یافتہ حضرات شوق سے پڑھنا تو در کنار ہاتھوں میں لینا بھی گوارا نہیں کرتے، اگلے لوگوں کو چونکہ بزرگوں سے نہایت عقیدت تھی اور وہ ان کے تذکروں کو بڑے شوق سے پڑھتے تھے اس لئے خرابی طباعت و نقص زبان کا کسی کو خیال نہ ہوتا تھا۔ لیکن موجودہ زمانہ کے لوگ اوّل تو کتاب کو بہترین کاغذ پر عمدہ طباعت کے ساتھ سلیس ترین زبان میں دیکھنا چاہتے ہیں دوسرے تصرفات اولیا کو روایت و درایت کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتے ہیں موخرالذکر شرط کی تکمیل مشکل بھی ہے اور اس کی چنداں ضرورت بھی نہیں، کیونکہ جو لوگ انبیا کے معجزات کا انکار کرتے ہیں وہ ولیوں کی کرامات کو کب خاطر میں لانے لگے، البتہ شرائط اوّل الذکر کی تکمیل نہایت ضروری تھی چنانچہ اس جانب ہمارے ملک کی مشہور و معروف صاحب علم و فضل اور اہل قلم خاتون محترمہ مصطفائی بیگم صاحبہ

لیڈی کمشنر خزانہ عامرہ سرکار عالی اخت جناب مولوی محمد مظہر اللہ خانصاحب مہتمم تعمیرات اسٹیٹ نواب سالار جنگ بہادر دام اقبالہ نے توجہ فرمائی اور اپنی کتاب "خاصان خدا" کے ذریعے علاوہ ادبی خدمت کے ملک کی ایک اہم ضرورت کی تکمیل فرمادی مشار الیہا خاندانی حیثیت سے علمی و مذہبی خصوصیات کی حامل اور خدمت خلق و خدمت دین کے لحاظ سے نہایت قابل قدر جذبات کی مالک ہیں خدا انھیں اُن کے ارادوں میں کامیاب کرے۔

کتاب مذکور خاندان چشتیہ کے ایک اہم ترین سلسلے کے اکابرین اولیا، کا تذکرہ ہے جسے محترمہ نے عہد شاہجہانی کی ایک قلمی اور معتبر فارسی کتاب سے ملخصًا ترجمہ فرما کر مرتب کیا ہے، زبان کی سلاست و سادگی کا اندازہ ناظرین کو خود ہی ہو جائے گا تعریف و توصیف کی کوئی ضرورت نہیں مجھے ملک کے ذی علم حضرات سے توقع ہے کہ اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیں گے اور شوق سے پڑھیں گے، اگر اسکولی بچوں اور بچیوں کو بجائے مہمل مضامین اور بے سروپا افسانوں کے اس کتاب کے مطالعہ کی ترغیب دلائی جائے تو ان میں جذبات دینداری کے پیدا ہونے کی قوی امید ہے وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

خاکسار

محمد حامد خان الہندی
حیدرآباد دکن

بسم الله الرحمن الرحيم

حررها صاحب الفضائل والمعارف السيد
حبیب جعفر ابن حبیب احمد العیدروس
صاحب السجادة العیدروسیة
(حیدرآباد دکن)

قد انقضت العصور الذهبية الاسلامية بانقضائها
انطفات السرج الروحانية التي كانت اكناف الارض
المظلمة تستضي باشعتها وان زماننا هذا قد افسدته ايدي
الجهل والكذب وزين الشيطان الدنيا لاربابها وقد
اصبح الانسان ظانا بان السماء والارض خلقهما الله باطلا
وانه يترك سدى.

اُشرب في قلوب الناس حب الدنيا، وهممهم
قاصرة عن ادراك الحقائق الالهية، قد احاطت المادية
الارض واسبلت غطائها على الانظار فلا تكاد ترفع
الى الانوار الربانية الساطعة، انكسرت كاسات
الحب والعرفان وتشتت شمل الشاربين منها،

شعر

كان لم يكن بين الحجون الى الصفا

انيسٌ ولم يسمر بمكة سامرٌ

حرمت الانظار عن مشاهدة وجوههم وبقيت قصصهم في الكتب والاسفار، وما بقي النا امرٌ غير ان نقرأ تراجمهم التي ترنمت بها الاقلام فنعتبر.

ولا يخفى على من لهٗ فكرٌ سليم ان الاروبا منذ قرن تسلطت على العالم وشيؤنها المبرقة اعمت الابصار عن درك المعالي الروحانية والفنون الحديثة التي تدرس في الجامعات والمدارس لا تكاد ان تترك الطلاب حتى يرجعوا الى ارباب التقوى والدين،

فكانت الحاجة ماسة بان تدون تراجم الابرار والصالحين على اصول حديث ونهج متين ليطلع الناس على قوتهم الروحانية وتصرفاتهم وانهٗ كيف كان حبهم الله اغناهم عن الدنيا وما فيها لعل الله يهديهم الى الرشد والسداد۔

فلما قرأت هذا الكتاب اعني تذكرة **خاصان خدا** الذي الفته صاحبة المعالي والمكارم اختي في الدين ومريدة جدي السيدة مصطفائي بيگم

ر

لیڈی کمشنر سلمہا اللہ مُلئت فرحًا وسرورًا
وملکت طمانینۃ ونشاطًا حیث انہا اغنت ارباب العلم
عن کتب اخری فی ھذا الفن فالدعاء منی ان قاخذہ
ایدی القبول ویستفید الناس بمطالعتہٖ ویھدی اللہ
بہ ارباب الدنیا الدنیۃ۔

وانا السید حبیب جعفر العیدروس
حیدرآباد دکن

فہرست کتاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱)

فخر نسل آدم، سرور عالم، پیشوائے پیشوایان، رہنمائے رہنمایان، خورشید سپہر رسالت، بدر فلک ابہت و جلالت، صاحب قاب قوسین، مختار کونین، محبوب رب العالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و علی آلہ واصحابہ اجمعین

کریم السجایا جمیل الشیم — نبی البرایا شفیع الامم
امام رسل پیشوائے سبیل — امین خدا مہبط جبرئیل
شفیع الوریٰ خواجۂ بعث و حشر — امام الہدیٰ صدر دیوان حشر
کلیمی کہ چرخ فلک طور اوست — ہمہ نور ہا پرتوِ نور اوست
یتیمی کہ نا کردہ قرآن درست — کتب خانۂ چند ملت بشست
چو عزمش برآہیخت شمشیر بیم — بمعجز میان قمر زد دو نیم
چو صیتش در افواہ دنیا فتاد — تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد
بہ لا قامت لات بشکست خرد — باعزاز دین آب عزیٰ ببرد
نہ از لات و عزیٰ برآورد گرد — کہ توریت و انجیل منسوخ کرد

(سعدیؒ)

زبان میں ایسی طاقت نہیں کہ آپ کا نام مقدس لے سکے اور قلم میں ایسی قدرت نہیں کہ آپ کے حالات کو تحریر میں لا سکے۔

ہیچ کس غیر از خدا قدر تو نتواند شناخت
چوں خدا بہتر از تو ~~ہیچکس نشناخت~~ ہر دو جہاں باید شناخت

حضور کے حالات و فضائل اس قدر اظہر من الشمس ہیں کہ محتاج بیان نہیں اس لئے بخوف طوالت سوانح حیات تحریر میں نہیں لائے گئے صرف تیمناً اسم مقدس سے عنوان کتاب کو مزین کیا گیا۔

صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ الہٖ واصحابہ اجمعین

(۲)

خاتمہ خلفائے راشدین وصی رسول رب العالمین مقرب بارگاہ احدیت، واقف اسرار صمدیت، مظہر عجائب وغرائب، پادشاہ والا جاہ سرچشمۂ اولیاء اللہ امیر المومنین اسد اللہ الغالب حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ

آنجناب حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی، داماد اور چچا زاد بھائی تھے، آپ اپنے اوصاف حمیدہ، بذل وعطا، جود و سخا اور شجاعت و ہمت کے لحاظ سے ممتاز تھے، اور باعتبار علم و عمل، اصحابؓ رسول میں سے کوئی آپ کا ہمسر نہ تھا چنانچہ حدیث ذیل سے آپ کا علمی پایہ روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے۔

انا مدینۃ العلم و علی بابھا | میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کے دروازہ ہیں۔

آپ ہی کی وہ ہستی ہے جس نے سب سے پہلے ایام کم سنی میں ایمان کا شرف حاصل کیا اور آنحضرت کے خرقۂ فقر سے معزز و ممتاز ہوئی خواجہ جنید بغدادیؒ کا ارشاد ہے کہ۔

شیخنا فی الاصول والھدیٰ علی المرتضیٰ	اصول دین اور ہدایت میں ہمارے شیخ علیؓ مرتضیٰ ہیں۔

قرآن شریف میں پینتیس آیتیں آپ کی شان میں نازل ہوئی ہیں اور آیہ کریمہ۔

ترٰھم رکعا سجدًا یبتغون فضلًا من اللہ ورضوانًا	اے نبی آپ اُن لوگوں کو سجدہ و رکوع کرنے والا اور خدا کی رضا فضل کا جویا پاتے ہیں

سے آپ ہی کی ذات بابرکات مراد ہے، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔

من اراد ان ینظر الی ادم وصفوتہ والی یوسف وحسنہ والی موسیٰ وصلابتہ والی عیسیٰ وزھدہ والی محمد وخلقہ فلینظر الی علیؑ بن ابی طالب	جو شخص آدمؑ اور ان کی برگزیدگی، یوسفؑ اور اُن کے حسن، موسیٰؑ اور ان کی سختی، عیسیٰؑ اور اُن کے زہد، محمد اور ان کے اخلاق کو دیکھنا چاہے وہ حضرت علیؓ بن ابی طالب کو دیکھے۔

ایک دن امیرالمومنین کرم اللہ وجہ سے کسی نے پوچھا کہ بہترین نعمت کونسی ہے؟ فرمایا کہ استغنائے قلب، جو شخص خدا کے عرفاں سے تونگر ہوگیا، فقر و افلاس اُسے محتاج نہیں بنا سکتے۔ غرضیکہ حضرت فقر میں کامل تھے اور قناعت کا انتہائی مرتبہ آپ کو حاصل تھا، آپ عموماً تین چار دن کے بعد افطار فرمایا کرتے تھے اور کبھی کبھی تو نو نو دن تک افطار کی نوبت نہ آتی تھی،

تاہم ایک مٹھی جو کے ستو اور ایک چلو پانی سے زیادہ نوش نہ فرماتے اور حتی الوسع اس راز کو چھپائے رہتے تھے۔ آپ نہایت صابر، صادق، متقی، اور باعظمت تھے۔ لوگوں کو خدا کی عبادت کی ترغیب دیتے اور اپنے پر اثر مواعظ سے مسلمانوں کے سخت دلوں کو نرم بنا کر ارباب رشد میں داخل فرما لیتے تھے آپ کا ارشاد ہے کہ میں فقر و پرہیزگاری کو نہایت عزیز رکھتا ہوں اور فقراء سے مجھے محبت ہے کیونکہ خدا پرست کو ہمیشہ خدا کے دوستوں سے محبت کرنی چاہئے۔

آنحضرت افطار کے وقت اس قدر روتے کہ آپ کا لباس مبارک تر ہو جاتا۔ روزہ آپ کو بہت ہی مرغوب تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ "میں نے بھوک میں وہ لذت پائی جو احاطۂ بیان سے باہر ہے" بھوک مجھے کیوں نہ مرغوب ہو؟ جبکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھوک اور فقر کو بہت عزیز رکھتے تھے، افطار کے بعد میرے رونے کا سبب یہ ہے کہ نہیں معلوم میرا رزق حلال ہے یا حرام بصورت حلال ہونے کے نہیں معلوم کہ اس کے حساب سے کیونکر عہدہ برآ ہوں گا؟ اور بصورت حرام ہونے کے نہیں معلوم کتنا عذاب ہو گا؟ خدا ہی جانتا ہے کہ روز حشر علی کا کیا حال ہو گا؟

حضرت کا اتنا انکسار اور اس قدر گریہ وزاری عیوب نفس سے واقف ہونے کی بنا پر تھی۔

ایک مرتبہ جب کہ آپ مسجد کوفہ میں مقیم اور عبادت و ریاضت میں مصروف تھے ایک غریب نابینا مسافر بھی اسی مسجد میں ٹھیرا ہوا تھا آپ اس کی غریبی و مصیبت کی وجہ سے بہت متاثر ہوتے، اور جب روساء کوفہ میں سے کسی کے یہاں دعوت ہوتی تو روزے کا عذر کر کے اپنا کھانا اس کے لئے لے آیا کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک روز وہ نابینا امام ہمام

عالی مقام حسن ابن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے یہاں شرفا و اکابرین شہر
کے ساتھ مدعو تھا۔ امام حسینؑ نے بچشم خود دیکھا کہ وہ دسترخوان پر عمدہ اور
لذیز کھانوں کو علیحدہ رکھ رہا ہے آپ نے فرمایا کہ عزیز من! تم کھانا کھالو
اگر لے جانا چاہتے ہو تو اور کھانا موجود ہے اس نے جواب دیا کہ یہ کھانا میں اپنے مشفق
و مہربان کے لئے لے جانا چاہتا ہوں۔

امام نے پوچھا کہ تمھارا مشفق کون ہے؟

کہا کہ میرا مشفق دائم الصوم اور شب بیدار ہے۔

فرمایا کہ اور زیادہ واضح کرو تاکہ اچھی طرح معلوم ہو جائے۔

کہا! کہ وہ بھوکوں کو آسودہ اور لوگوں کو پند و نصیحت سے مستفید کرتا ہے

فرمایا! کہ مزید وضاحت کرو تاکہ واضح تر ہو جائے۔

کہا کہ جب وہ تکبیر کہتا ہے تو دیوار، درخت، پتھر اور ڈھیلے اس کے ہمزبان
ہوتے ہیں۔ اور افطار کے وقت ایک مٹھی جو کے ستو اور ایک چاو پانی پر
اکتفا کرتا ہے چنانچہ میں اسی یار وفادار کے لئے یہ کھانا آپ کی مبارک محفل
سے لے جانا چاہتا ہوں۔

اس واقعہ کو سنتے ہی امام حسینؑ بہت روئے اور فرمایا اے عزیز دوست!
جن کے اوصاف تم نے بیان کئے وہ میرے والد بزرگوار علی ابن ابی طالب ہیں

آنحضرت کی شہادت کے بعد ایک کافر جس کا نام مرہ بن قیس تھا آپ کی
قبر شریف توڑ کر ہڈیاں نکالنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس ناقص ارادہ سے وہ
مرقد مقدس کے پاس گیا اور ہاتھ بڑھایا مگر مزار مبارک تک ہاتھ پہونچنے
سے پہلے دو انگلیاں مرقد سے نکلیں۔ اور اس ملعون کے پلید سر کو اس کے
تنِ ناپاک سے جدا کر دیا اور اس وقت سے کسی کو ایسے بُرے کام کی جرأت

نہیں ہوئی۔

(۳)

قدوۃ المحققین، سراج الطالبین، گنجینۂ حیا وحلم۔ مخزن سخا وعلم، رازداں الفقر فخری، حضرت قطب الاقطاب خواجہ حسن بصری قدس اللہ سرہ العزیز

آنجناب کی کنیت ابو محمدؒ تھی اور بعض لوگ آپ کو ابو النصر بھی کہا کرتے تھے آپ نے خرقۂ فقر امیرالمومنین و امام المتقین اسد اللہ الغالب حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے پایا تھا اور وہ خرقۂ گلیمی تھا جو شب معراج میں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلّم کو عنایت ہوا تھا۔ اس کے بعد خدا کے حکم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہنایا گیا۔ اسی خرقہ کو امیرالمومنین نے قطب الاقطاب حضرت حسن بصریؒ کو عنایت فرمایا۔ آپ بے شمار کمالات وکرامات کے حامل اور لاتعداد مناقب وفضائل کے مالک تھے۔ تمام اولیائے کرام آپ ہی کے سلسلہ سے وابستہ ہیں جتنے مشائخ کبار، صاحبان عرفان وولایت مستجاب الدعوات، منبع البرکات، اور رفیع المنزلت وعالیشان ہوئے ہیں سب کو آپ ہی کی ہدایت سے راہ راست نصیب ہوئی آپ صراط مستقیم کی ہدایت فرماتے۔ عبادت کے ذریعہ مریدین کو منزل تقرب تک پہونچانے کیلئے کوشاں رہتے۔ شرع سے سرِ مو تجاوز نہ فرماتے اور اپنے مواعظ حسنہ سے سخت دلوں کو نرم دل بناکر اپنے حلقۂ ارادت میں داخل فرمایا کرتے تھے علوم ظاہری میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا چنانچہ کتب متداولہ میں آپ کو امام حسنؒ بصری لکھا جاتا ہے اگر کبھی آپ کی مجلس گرامی میں کوئی فاسق وفاجر

حاضر ہوتا تو آپ اپنے وعظ سے اسی وقت تائب کر لیتے اور پھر وہ برے افعال کی طرف خیال نہ کرتا۔ مجلس مقدس کی برکت اور زبان مبارک کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ ارباب دنیا تارک الدنیا اور کفار صاحب ایمان بن جاتے تھے۔ غرضیکہ آپ کے تمام اقوال و افعال محاسن سے مملو اور پر اثر و نتیجہ بخش تھے۔

آپ کی والدہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی کنیز تھیں اور جد بزرگوار حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے آپ تاجر ہونے کی وجہ سے حسن لولوی کے لقب سے مشہور ہیں تجارت کی بدولت بے شمار دولت جمع ہو گئی تھی جیسا کہ تذکرۃ الاولیا کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے آخر میں آپ پر جذبۂ الٰہی کا اثر ہوا۔ اور کوچۂ عشق کی طرف توجہ مبذول ہو گئی چنانچہ جو کچھ بھی آپ کے پاس تھا فقراء اور غرباء پر تقسیم فرما دیا حتیٰ کہ ایک دن کے کھانے کے لئے بھی کچھ نہ چھوڑا۔ اس کے بعد امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہ کی خدمت اختیار کی اور ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو گئے تین تین دن کا روزہ رکھا کرتے اور کبھی کبھی تو پانچ یا چھ دن کے بعد افطار فرماتے تھے۔ یہ سنت نبویہ اور اسوۂ علویہ کی انتہائی پیروی تھی۔ فرماتے تھے کہ اگر میں ان کی پیروی نہ کروں تو ان کا نہیں کہلا یا جا سکتا ان کا خرقہ پہننے کے بعد مجھ پر ان کی پیروی فرض ہو گئی ہے۔ اس فریضہ کو ادا کرنے کے بعد میں صاحب خرقہ کہلانیکا مستحق ہونگا اور کل قیامت میں درویشوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے گا کتب معتبرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ستر سال آپ کا وضو باستثنائے حوائج ضروری کے نہیں ٹوٹا۔ گروہِ اولیاء میں آپکا درجہ بہت بلند تھا۔ ماسوی اللہ سے آپ کو انقطاع کامل حاصل تھا مشہور ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے کسی بزرگ سے دریافت کیا کہ یہ بزرگی حضرت خواجہ کو کیسے ملی؟

جواب دیا کہ تمام مخلوق علم و فضل اور موعظت و ہدایت میں آپکی محتاج ہے اور آپ بجز خدائے تبارک و تعالیٰ کے کسی کے محتاج نہیں۔

جب آپ پیدا ہوئے تو حضرت عمر ابن الخطابؓ کے پاس آپ کو لایا گیا۔ آپ نے جب چہرۂ انور کو دیکھا تو فرمایا کہ اس کا نام حسن رکھو اس لئے کہ حسن الوجہ (خوبصورت) ہے شیر خوارگی کے زمانہ میں جب آپکی والدہ کسی کام میں مصروف رہتیں اور آپ روتے تو حضرت ام سلمہؓ اپنے دودھ کے چند قطرے آپ کے مونھ میں ٹپکا دیتی تھیں اور اس سے آپ کو تسلی ہو جاتی تھی۔ اسی دودھ کی برکت تھی کہ آپ اتنے زبردست صاحب کرامت ہوئے۔ ام المومنینؓ ہمیشہ آپ کے لئے دعا فرمایا کرتی تھیں "کہ اے خدا اس لڑکے کو خلائق کے لئے مفید بنا دے" چنانچہ اُن کی دعا کی برکت سے ایسا ہی ہوا۔ آپ نے بتیس صحابۂ کرام کو دیکھا جن میں سے ستر اصحاب بدر تھے (رضی اللہ عنہم اجمعین)

آپ نے بچپن کے زمانے میں ایک روز پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کوزۂ مبارک سے پانی پی لیا تھا۔ جو حضرت ام سلمہؓ کے حجرہ میں رکھا تھا جب حضرت سرور کائنات کو اس کا علم ہوا کہ آپ کے کوزہ میں سے حسن بصریؒ نے پانی پی لیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ جتنا پانی اس کوزہ میں سے پیا ہے اسی قدر میرا علم اس میں سرایت کر گیا اس کے علاوہ آنحضرتؐ نے آپ کو اپنی مبارک گود میں بھی لیا تھا۔

آپ بات بہت کم کیا کرتے اور گوشۂ تنہائی و ذکر حق میں مشغول رہتے تھے اور اس قدر روتے کہ پرنالے سے آنسو ٹپکتے۔ اتفاقاً کسی شخص پر وہ پانی گرا اُس نے آواز دی کہ یہ پانی پاک ہے یا ناپاک؟

ارشاد فرمایا کہ جلدی دھو ڈالو کیونکہ یہ پانی ایک گنہگار کی آنکھوں کا ہے غرضکہ آنجناب اہل درد اور صاحب ذوق تھے۔ خدائے تعالیٰ سے بہت ڈرتے تھے جب کبھی خدا عزوجل کا ذکر کرتے یا سنتے فوراً بیہوش ہو جاتے جب آپ کے چہرۂ مبارک پر پانی چھڑکا جاتا تو ہوش میں آتے اور پھر رو کر کہتے کہ اے پروردگار حسن گنہگار ہے تو اپنی رحمت کر اور اُسے شرمندہ نہ فرما۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ مالک دنیار علیہ الرحمۃ نے آپ سے پوچھا کہ دنیا کا عذاب کیا ہے ؟

آپ نے فرمایا دل کا مر جانا۔

پوچھا دل کے مرنے سے کیا مراد ہے ؟

فرمایا دنیا کی محبت !

ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے؟ ارشاد فرمایا کہ میرا حال اس قوم کا سا ہے جو دریا میں ہو اور کشتی ٹوٹ گئی ہو

ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ فلاں شخص حالت نزع میں ہے۔ فرمایا ایسا نہ کہو بلکہ یوں کہو کہ وہ ستر سال سے سکرات کی حالت میں تھا اب وہ جان کندنی سے رہائی پا کر منزل کو پہنچ جائے گا۔

ایک مرتبہ آپنے فرمایا کہ میرے نزدیک آدمی سے زیادہ دانا بکری ہے اس لئے کہ وہ چرواہے کی آواز پر چرنے سے رک جاتی ہے لیکن آدمی خدا پر بھروسہ نہیں کرتا اور اپنی حرص و ہوا سے باز نہیں آتا افسوس صد افسوس !

لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ مسلمانی کیا ہے؟ اور مسلمان کون ہے ؟ فرمایا کہ مسلمانی درکتاب و مسلمانان درگور۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ توریت میں

مسطور ہے کہ جس نے قناعت اختیار کی اس کو بے نیازی حاصل ہوئی جس نے مخلوق سے علیٰحدگی اختیار کی اسے سلامتی حاصل ہوئی جس نے خواہشات کو پامال کیا اس کو آزادی حاصل ہوگئی جس نے حسد کو چھوڑا وہ مؤدب ہوگیا اور جس نے صبر کیا وہ اقبال مند ہوا

آپ کا قول ہے کہ معرفت بغض و عناد سے پاک ہونے کا نام ہے۔

آپ نے ایک روز اپنے خادم کو حکم دیا کہ بازار سے افطار کے لئے روٹی اور تلی ہوئی مچھلی لے آئے۔ خادم نے حکم کی تعمیل کی لیکن جب آپ نے اس کھانے کو دیکھا تو فرمایا کہ درویش کو ان لذیذ کھانوں سے کیا نسبت؟ خادم نے عرض کی کہ میرے آقا! یہ تو آپ ہی کا حکم تھا۔ یہ سنتے ہی آپ نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ الٰہی حسن سہواً ایک گناہ کا مرتکب ہو گیا ہے اس کو معاف کردے اور اس کا نام درویشوں کے دفتر سے نہ مٹا۔ اس افسوس میں آپ نے چالیس دن تک کوئی چیز نہیں کھائی اور روتے رہے اس کے بعد ندا آئی کہ اے حسن! ہم نے تم کو نہ صرف بخش دیا بلکہ درویشوں کا سردار بنایا لیکن تم اپنی عاجزی کو نہ چھوڑو کیونکہ عاجزی ہم کو عزیز ہے۔

ایک مرتبہ آپ ایک جماعت کے ساتھ خانہ کعبہ کی زیارت کو جا رہے تھے اثناء راہ میں ایک شخص کو پیاس لگی کنویں کے پاس گئے تو وہاں رسّی تھی نہ ڈول۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں نماز میں محو ہو جاؤں تو تم لوگ کنوئیں سے پانی پی لو۔ جب آپ نماز پڑھنے لگے تو کنویں میں جوش پیدا ہوا اور پانی کنارے تک آگیا۔ جماعت سیراب ہو گئی اور وضو بھی کر لیا۔ ان میں سے ایک شخص نے پوشیدہ طور پر ایک لوٹا بھر لیا۔ جونہیں اس نے پانی بھرا فوراً

پانی تہ نشین ہو گیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ اگر خدا پر بھروسہ کیا جاتا تو کنویں کا پانی تہ نشین نہ ہوتا۔

ایک روز حجاج معہ اپنے لشکر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن آپنے اس کی طرف نظر تک نہ اُٹھائی اور برابر اپنے مواعظ کو جاری رکھا ایک شخص نے کہا حسن حسن ہے آخر کار حجاج آپ کے سامنے آیا اور آپکا بازو تھام کر لوگوں کی طرف خطاب کرکے کہنے لگا کہ اگر تم لوگ حقیقی جوانمرد کو دیکھنا چاہو تو حسن کو دیکھو۔

مشہور ہے کہ ایک شخص نے حجاج کے مرنے کے بعد اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ میدان حشر میں ہے۔ اس نے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو جواب دیا کہ جو موحدین چاہتے ہیں۔ جب حضرت خواجہ نے یہ خواب سنا اور یہ بھی سنا کہ حجاج حالت سکرات کے وقت کہتا تھا کہ اے خدا جو کم حوصلہ اور تنگ نظر لوگ یکدل و یک زبان ہو کر یہ کہا کرتے ہیں کہ میری رہائی نہ ہوگی اور تو مجھے نہ بخشے گا۔ ان کا قول صحیح نہونے پائے۔ بلکہ تو مجھے پناہ دے کر یہ ثابت کردے کہ تو فعال لما یرید ہے[1]، تو آپ نے فرمایا کہ وہ خبیث اپنی طراری سے آخرت بھی حاصل کرلے گا۔

آپ کے پڑوس میں ایک آتش پرست شمعون نامی رہتا تھا۔ وہ بیمار ہوا جب سکرات طاری ہوئی تو ایک شخص نے آکر آپ سے اس کی حالت بیان کی یہ سن کر آپ وہاں تشریف لے گئے اور اس کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمانے لگے کہ اے مشرک خداوند تعالیٰ سے ڈر تونے اپنی تمام عمر آتش پرستی میں گذار دی۔ اب بھی کچھ نہیں گیا اسلام قبول کرلے تاکہ تو بخشا جائے۔

[1] جو چاہے وہ کرتا ہے۔

شمعون نے کہا کہ اے خواجہ دو باتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے میں اسلام کا شرف حاصل نہیں کرسکتا ایک تو یہ کہ مسلمان دنیا کو برا کہتے ہیں اور پھر اسی کو چاہتے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ موت کو برحق جانتے ہیں اور اس کی تیاری نہیں کرتے۔ آپنے فرمایا کہ اگرچہ مسلمان ایسا کرتے ہیں لیکن خدا کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک نہیں بناتے اگر کوئی گناہ کرتے ہیں تو اس کے ساتھ توبہ بھی کرلیتے ہیں۔ اس لئے خدا انھیں بخش دیتا ہے! ورتونے تو اپنی تمام عمر آتش پرستی میں گذاری ہے لہذا تو ایک انگلی آگ پر رکھ اگر نہ جلے تو سمجھ لے کہ تیرا صلۂ خدمت تجھے مل گیا۔ میں صرف خدا کی پرستش کرتا ہوں اگر میں اپنا ہاتھ آگ میں رکھدوں تو مجال نہیں کہ وہ میرا ایک رونگٹا بھی جلاسکے۔

شمعون نے جب یہ سنا تو کہا کہ اگر حقیقت میں ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ فرما رہے ہیں تو میں اسلام قبول کرنے کے لئے آمادہ ہوں۔ آگ وہیں موجود تھی آپنے اس میں اپنا ہاتھ ڈالدیا، لیکن ایک رویاں بھی نہ جلا شمعون نے یہ دیکھ کر کہا کہ جو کچھ آپ نے فرمایا وہ بالکل سچ ہے لیکن میں نے اپنی ساری عمر تو آتش پرستی میں گزاری اب اخیر وقت میں اگر میں اسلام قبول کرلوں تو آخرت کی کیا تدبیر ہوگی؟ البتہ اگر آپ مجھے ایک خط لکھدیں تاکہ وہ میرے بخشش کا ذریعہ بنجائے تو مجھے اسلام قبول کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ آپنے فوراً اسے ایک خط لکھدیا چنانچہ وہ مسلمان ہوگیا اور بہت کچھ آہ وزاری کی اور کہنے لگا کہ جب میں مروں تو آپ ہی مجھے غسل دیں اور آپ ہی قبر میں رکھیں اور یہ خط میرے ہاتھ میں رکھدیں تاکہ کل یہ میرے لئے دلیل رہے اس کے بعد اس کا انتقال ہوگیا۔ آپنے اس کو غسل دیا تجہیز وتکفین کی اور ایک جم غفیر

کے ساتھ نماز جنازہ ادا فرمائی۔ آپ ہی نے اس کو قبر میں اتارا اور وہ خط بھی ہاتھ میں رکھدیا۔ اس کے بعد گھر واپس آئے لیکن اس رات ایک لمحہ بھی نہیں سوئے اس سوچ میں تمام رات کاٹی کہ میرے ذاتی ملک پر تو مجھے اختیار نہیں بھلا خدا کی ملکیت پر مجھے کیا حق حاصل تھا کہ میں نے تحریر دیدی۔ آپ اسی تردد میں تھے کہ عیاناً ملاحظہ فرمایا کہ شمعون کے سر پر تاج ہے اور وہ بہشتی لباس پہنے ہوئے ٹہل رہا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ اے شمعون اب تم کیسے ہو؟ اور خدا نے تمھارے ساتھ کیا کیا؟ عرض کی کہ جس حالت میں ہوں وہ تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بہت ہی مہربانی فرمائی خاص اپنے پاس جگہ دی اپنے دیدار سے مشرف فرمایا اور اتنا فضل و کرم کیا کہ احاطہ تقریر سے باہر ہے یہ سب آپ ہی کی بدولت ہوا۔ آپ کا مجھ پر بہت احسان ہے آپ کوئی فکر نہ فرمائیں یہ اپنا خط لے لیجئے کیونکہ اب اس کی ضرورت نہیں۔ آپ نے رقعہ لے لیا اور فوراً سجدۂ شکر بجا لائے۔ اور عرض کی کہ اے خدا تیرے کام کسی سبب کے محتاج نہیں صرف تیرا فضل درکار ہے ستر سال میں صرف ایک کلمہ کہنے پر اپنے قریب جگہ دی۔ پس کسی ستر سالہ مسلمان کو تو کیسے محروم کرے گا؟

آپ سماع کو پسند کرتے تھے اور وجد بھی آپ پر طاری ہوتا تھا فرماتے تھے کہ وجد بھی ایک خدائی راز ہے وجد میں خدا یاد آتا ہے جو شخص خدا کے لئے گانا سنتا ہے وہ حقیقت کو پاتا ہے اور جو راحت نفس کے لئے سنتا ہے وہ زندیق ہے۔

آنجناب عموماً ہفتہ میں ایک بار شریک مجلس ہو کر بر سر منبر وعظ فرمایا کرتے تھے، اگر وعظ کے وقت حضرت رابعہ بصریہؒ موجود نہ ہوتیں تو آپ منبر سے

اتر آتے اوران کے تشریف لانے کے بعد سلسلۂ وعظ شروع فرماتے، اس وقت تمام مجلس گرم ہو جاتی اور سب کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے۔ آپ نے ایک مرتبہ رابعہؓ بصریہ کی جانب رخ کرکے خطاب فرمایا کہ اے نقاب پوش! یہ سب تیرے گرمیٔ دل کا باعث ہے۔ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ اتنے درویش اور بزرگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں مگر جب تک حضرت رابعہؓ بصریہ تشریف نہیں لاتیں آپ خطبہ نہیں دیتے اس کا کیا سبب ہے؟ فرمایا کہ جو شربت ہاتھی کے لئے تیار کیا جائے وہ چیونٹی کے سینہ میں کیسے سما سکتا ہے

سبحان اللہ کیا کمال معرفت اور فراغ حوصلگی حضرت رابعہؓ بصریہ کو حاصل تھی جو احاطہ تقریر و تحریر میں نہیں آسکتی ع

آنرا کہ بداوند بداوند بداوند۔

ایک مرتبہ آپ خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تشریف لے گئے اور کچھ دنوں بعد وہاں سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ امام القراء ابوعمر بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دے رہے تھے۔ اسی اثنا میں ایک خوبصورت بچہ قرآن شریف پڑھنے آیا۔ ابوعمر نے خیانت سے اس پر نظر ڈالی فوراً الحمد سے والناس تک پورا قرآن پاک بھول گئے۔ جس کی وجہ سے دل میں ایک آگ سی پیدا ہوی بیقرار ہو کر دعا کی اور حسنؓ بصری کے قدموں پر گر پڑے، اپنی بے ادبی کا عذر کیا منفعل ہوئے اور نہایت آہ و زاری کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ حج کا زمانہ ہے جاؤ حج کرو اور حج سے فارغ ہونے کے بعد مسجد حرام میں ایک ضعیف رہتے ہیں ان سے ملو اور اُن کا وقت خراب کئے بغیر موقع پاکر اپنا حال بیان کرو وہ تمھارے لئے دعا کریں گے اور اُن کی دعا سے تمھاری مراد پوری ہوگی! ابوعمر نے

حسب ارشاد عمل کیا جب حرم میں پہونچے تو دیکھا کہ ایک صاحب ضعیف العمر سفید پوش اور نورانی چہرے والے تشریف فرما ہیں اور ان کے اطراف و جوانب مخلوق کا جم غفیر ہے یہ دیکھ کر آپ ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ جب سب چلے گئے تو نزدیک جا کر نہایت ادب سے سلام کیا اور عجز و انکسار کے ساتھ پورا حال کہہ سنایا، وہ بزرگ اگرچہ روشن ضمیر اور تمام واقعات سے آگاہ تھے لیکن تمام حالات غور سے سنتے اور افسوس کرتے رہے پھر تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھائی ابھی نظریں آسمان کی طرف سے پلٹی بھی نہ تھیں کہ ابو عمر کو پورا قرآن شریف یاد ہو گیا۔ اور وہ خوش ہو کر قدم بوس ہوئے۔ بزرگ نے دریافت فرمایا کہ میرا پتہ تمھیں کس نے بتایا تھا جواب دیا کہ خواجہ حسن بصریؒ نے ارشاد فرمایا کہ جس کو حسن جیسا امام میسر ہو اس کو دوسرے کی کیا حاجت؟

پھر فرمایا کہ حسن نے مجھے رسوا کیا ہے میں بھی اسے رسوا کروں گا اس کے بعد بتایا کہ وہ شخص جنھیں ابھی تم یہاں دیکھ چکے ہو وہ حسن بصری تھے روزانہ ظہر کی نماز بصرہ میں ادا کر کے مجھ سے باتیں کرنے یہاں آتے ہیں اور پھر دوسری نماز کے لئے بصرہ تشریف لے جاتے ہیں۔ اسی لئے میں نے کہا تھا کہ حسن جیسا امام ہوتے ہوئے دوسرے شخص کی ضرورت کیا ہے؟

ایک بار ایک بزرگ صبح کے وقت حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں نماز کے لئے گئے دیکھا تو مسجد کا دروازہ بند تھا۔ کان لگا کر سنا تو معلوم ہوا کہ خواجہ صاحب دعا میں مشغول ہیں اور بہت سے لوگ آمین کے نعرے بلند کر رہے ہیں وہ صاحب وہیں ٹھیر گئے اور جب صبح زیادہ نمودار ہوی تو پھر دروازہ کھٹکھٹایا چنانچہ دروازہ کھلا لیکن اندر جو گئے تو صرف خواجہ صاحب کو پایا بہت متحیر ہوئے نماز کے بعد آپ کے پاس گئے اور سارا

ماجرا کہہ سنایا اور عرض کی کہ خدا کے واسطے مجھے اس راز سے آگاہ فرمائیے ارشاد ہوا کہ تم کسی سے ذکر نہ کرنا ہر جمعہ کی شب اجنہ آتے ہیں انھیں میں تعلیم دیا کرتا ہوں درس کے بعد میں دعا کرتا ہوں اور وہ آمین کہتے ہیں۔

مشہور ہے کہ کسی نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں خشک نہیں دیکھیں آپ نہایت دبلے پتلے تھے نہ جسم میں خون تھا اور نہ ہڈیوں میں مغز ایک روز آپکے پاس چند طبیب آئے آپ کی نبض دیکھی اور بہت مغموم ہوئے۔ آپ کے خادم نے سبب دریافت کیا تو کہا کہ ہم نے حضرت کی نبض دیکھی ایسا شخص جس کے بدن میں خون اور ہڈیوں میں مغز نہ ہو اس کی زندگی از روئے حکمت ممکن نہیں۔ اسی اثناء میں حضرت خواجہؒ تشریف لائے اور فرمایا! کہ اے طبیبو! عاشقوں کی نبض تم کیا پہچان سکتے ہو! عام لوگوں کی حیات کا انحصار خون اور مغز استخواں پر ہے اور عاشقوں کی حیات کا انحصار رحمان کے ذکر پر منحصر ہے۔ خون کی بجائے ہمارے لئے محبت ہے اور مغز استخواں کی جگہ یاد حق عام لوگوں کی قوت آب ودانہ پر موقوف ہے مگر مقربین بارگاہ حق کی قوت خدائے عزوجل کے عشق ومحبت پر منحصر ہے جب اس کے ذکر میں محو ہوتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہزاروں نعمتیں کھالی ہیں۔ اگر ایک لمحہ بھی اس کی یاد سے غافل رہیں تو بیمار اور کمزور ہو جاتے ہیں۔ عاشقوں کی حالت دوسری ہوتی ہے اور غافلوں کی دوسری۔

آنجناب کے پانچ خلفاء تھے جو درج ذیل ہیں۔

خواجہ عبدالواحد بن زیدؒ، ابن رزینؒ، خواجہ حبیبؒ عجمی شیخ عتبہؒ ابن الغلام شیخ واسعؒ اور ان کے سوا رابعہ بصریؒ بھی آپ کے خلفاء میں شمار کی جاتی ہیں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

جب آنجناب نے داعی اجل کو لبیک کہا تو ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور ندا کی جا رہی ہے کہ خواجہ حسنؒ بصری اپنے خدا کے پاس پہنچ گئے اور خدائے تعالیٰ ان سے خوش ہے۔

آپ کی تاریخ وفات ۴ محرم الحرام ۱۱۱ھ اکابرین کے نزدیک مسلم ہے اور آپ کا روضۂ مبارک بصرہ سے تین کوس کے فاصلہ پر ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴)

عارف کامل، شیخ الشیوخ، علامۂ دہر، شرف الاسلام والمسلمین رکن الملۃ والدین حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید قدس اللہ سرہ العزیز

آپ کی کنیت ابوالفضل تھی۔ خرقۂ فقر و ارادت خواجہ حسن بصریؒ سے حاصل فرمایا تھا۔ اور کمیل بن زیاد سے بھی آپ نے استفادہ فرمایا جو حضرت علی ابن ابی طالبؓ کے خلیفہ تھے۔ آپ ہمیشہ روزہ رکھتے اور تین دن کے بعد افطار فرماتے جس کی مقدار تین لقمے ہوتی اور خدا کی یاد میں اکثر روتے رہتے تھے

جب آپ حضرت حسن بصریؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے تو بالکل تنہائی اختیار فرمائی اور علائق دنیا کو توڑ دیا آپ کے پاس جو کچھ نقدی، غلام، مال و متاع، اراضی اور سرمایہ تھا سب درویشوں کو تقسیم فرما دیا آپ دراہم و دینار سے کبھی اپنے ہاتھوں کو آلودہ نہیں فرماتے تھے۔ اگر کسی محتاج یا فقیر کو پیسہ یا روپیہ دینے کے لئے ہاتھ میں لیتے تو ہاتھ اس قدر دھوتے کہ چھل کر زخمی ہو جاتے اور فرماتے کہ درویش کو ہرگز نہ چاہئے کہ روپیے پیسے کو ہاتھ لگائے بلکہ اس کو چاہیئے کہ وہ ہمیشہ خالی ہاتھ، خالی پیٹ، اور خالی جیب رہے اگر ایسا نہ کر سکے تو وہ مبتدی ہے، منتہی نہیں ایسے شخص کا شمار درویشوں کی

جماعت میں نہیں ہو سکتا۔

آپ ارادت حاصل کرنے سے قبل چالیس سال تک مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہے آپ کا علم نہایت وسیع تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کے شاگردوں میں سے تھے۔ باوجود عزلت نشینی کے دوستان خدا کی زیارت کیلئے دور دور جایا کرتے تھے جب کسی کو دیکھتے تو سلام میں سبقت فرماتے اور ہر شخص کی عزت کرتے تھے۔

ایک بار آپ نے ایک غلام خریدا اس شرط پر کہ رات کو بھی گھر میں رہے اور آپ کی خدمت کرے پہلے ہی دن آدھی رات گذرنے کے بعد آپ نے غلام کو آواز دی مگر وہ نہ آیا چاروں طرف دیکھا دروازے بدستور مقفل تھے مگر اس کا پتہ نہ تھا جب صبح ہوئی تو غلام حاضر ہوا اور ایک دینار اپنے مالک کی خدمت میں پیش کیا۔ اس دینار پر بجائے سکہ کے سورۂ اخلاص منقوش تھا غلام نے عرض کی کہ اے آقا! روزانہ اسی طرح ایک دینار پیش کیا کروں گا لیکن مجھے شب کے وقت رخصت عنایت فرمایا کیجئے آپ نے قبول کر لیا کچھ دن اسی طرح گذرے ایک دن کچھ ہمسایہ کے لوگ آپ کے پاس آئے اور یہ ظاہر کیا کہ یہ غلام جو آپ کے پاس ہے نباش (کفن دزد) ہے۔

ارشاد ہوا رات میں اس کی تفتیش کی جائے گی۔ چنانچہ دن گذر گیا رات آئی۔ آپ نے دیکھا کہ آدھی رات کے وقت غلام اٹھا اور دروازہ کی جانب گیا۔ قفل اشارہ پر کھل گیا۔ آپ اس کے پیچھے دبے پاؤں چل رہے تھے تاکہ اس کو خبر نہ ہونے پائے آخرکار وہ ایک قبرستان میں پہونچا اور اپنے کپڑے اتار کر دوسرے کپڑے پہن لئے اور صبح تک نماز میں مشغول رہا اس کے بعد مناجات کی اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر کہنے لگا۔

الٰہی ہات اجرۃ مولاٰی الصغیر (اے خدا میرے چھوٹے آقا کی اجرت عطا فرما) اتنے میں خلاء سے ایک دینار گرا جسے اس نے اپنی جیب میں رکھ لیا۔ جب آپ نے اس کی یہ حالت دیکھی تو بہت متحیر اور گمان بد سے تائب ہوئے اور اس کے آزاد کر دینے کا مستقل ارادہ کر لیا۔ اسی اثنا میں وہ غلام غائب ہو گیا خواجہ صاحب اپنے گھر جانے کے لئے وہاں سے روانہ ہوئے کچھ دور گئے تھے کہ غیب سے ایک سوار ظاہر ہوا اس سے دریافت فرمایا کہ فلاں شہر یہاں سے کتنی دور ہے کہا کہ اگر تیزی سے جاؤ تو یہاں سے تین ماہ کا راستہ ہے۔ آپ وہیں بیٹھ گئے اور خیال فرمایا کہ اتنی دور جانے سے بہتر ہے کہ یہیں شام تک قیام کروں جب غلام آئے گا تو اس کے ساتھ چلا جاؤں گا آخر کار دن گذرا اور شب ہوی چنانچہ غلام اپنے وقت مقررہ پر پہونچا اور بدستور عبادت میں مشغول ہو گیا۔ حسب معمول دعا مانگی اشرفی خلاء سے گری اور اس نے اُسے اپنی جیب میں رکھ لی آپ ایک گوشہ میں بیٹھے یہ کرشمہ دیکھ رہے تھے غلام آپ کے پاس گیا اور وہ دونوں اشرفیاں آپ کی نذر کر دیں اور کہا کہ آپ نے میرے متعلق جو کچھ سوچا تھا اسے پورا فرمائے۔ آنجناب نے اپنا وعدہ وفا کیا۔ اور اسے اپنی ملک سے آزاد فرمایا۔ غلام نے خوش ہو کر ایک مٹھی کنکر آپ کے دامن میں ڈالدئے اور کہا کہ یا حضرت! یہ آپ کے ایثار کا معاوضہ ہے اُس نے یہ بھی کہا کہ آپ میرے پیچھے تشریف لائے چنانچہ آپ اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے کچھ دور نہ جانے پائے تھے کہ گھر پہنچ گئے اور غلام غائب ہو گیا آپ نے جب اپنا دامن کھولا تو ہر کنکر ایک بیش بہا جواہر نکلا۔ آپ نے ان لوگوں کو بلایا جنھوں نے اس غلام کو نباش کہا تھا اور ان سے کہا کہ آپ لوگ جس کو کفن وزد کہتے تھے اس کے حالات یہ ہیں وہ نباش نور تھا نباش قبور نہ تھا

زہے نصیب اس غلام کے جو تمام دنیا کا آقا تھا اور زہے نصیب اس آقا کے جس کی تمام دنیا غلام ہے۔

ایک روز آپ وعظ میں فرما رہے تھے کہ جو شخص اپنا تمام مال خدا کی راہ میں خرچ کرے گا اس کے لئے جنت میں اعلیٰ ترین قصر اور منتخب ترین حور عطا کی جائے گی اور دنیا میں بھی بلند مرتبہ رہے گا۔ اتفاق سے چار بھائی اس مجلس میں حاضر تھے ان میں سے ایک کے دل پر بہت زیادہ اثر ہوا وہ فوراً اپنے گھر گیا اور جو کچھ بھی اس کے پاس تھا سب فقراء غرباء کو دیکر بالکل خالی ہاتھ ہوگیا اس کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنا پورا حال عرض کیا آپ نے اس کو بہت تسلّی دی اور اسم اعظم کے ذکر کا حکم دیا عین ذکر میں اس نے ایک باغ دیکھا جو نہایت مرغوب اور دلفریب تھا اس میں ایک زمرد کا محل تھا جس میں نہایت خوبصورت اور صاحب جمال عورتیں تھیں اس شخص کو دیکھ کر وہ سب آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگیں کہ یہ شخص حورِ عین المرضیہ کا شوہر ہے جب یہ بات سنی تو قریب جاکر دریافت کیا کہ عین المرضیہ تم میں سے کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ اللہ یہ کیا کہہ رہے ہو ہم تو عین المرضیہ کے خدمت گاروں کے برابر بھی نہیں ہوسکتے اگر تم اسے دیکھنا چاہتے ہو تو آگے جاؤ آگے جو گیا تو وہاں بھی ایک باغ اور ایک محل اس سے زیادہ خوبصورت ملا ویسی ہی خوبصورت اور پاکیزہ عورتیں وہاں بھی موجود تھیں۔ اور انہوں نے بھی یہی کہا کہ یہ شخص جو آرہا ہے عین المرضیہ کا شوہر ہے۔ چنانچہ پھر اس نے دریافت کیا کہ تم میں عین المرضیہ کون ہے؟ انہوں نے بھی وہی کہا کہ اگر عین المرضیہ کو دیکھنا چاہو تو اور آگے جاؤ ہم تو اُن کی پرستاروں کی برابری بھی نہیں کرسکتے یہ سن کر وہ آگے

بڑھا دیکھا کیا ہے کہ آگے ایک نہایت ہی لطیف باغ میں سرخ یاقوت کا محل ہے جس کے دروازہ پر نہایت حسین و جمیل اور غیرت وہ مہروماہ عورتیں بیٹھی ہیں انھیں دیکھ کر اس کا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا اور حیرت کی انتہا نہ رہی اور اسے یقین کامل ہو گیا کہ بالضرور عین المرضیہ انہیں میں ہو گی قریب پہنچ کر بے تحاشا پوچھا کہ تم میں عین المرضیہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم عین المرضیہ کے پرستار ہیں اور تم ان کے شوہر ہو اگر تم ان سے ملاقات کرنی چاہو تو اندر جاؤ چنانچہ وہ نہایت مسرت کے ساتھ پردہ اٹھا کر محل کے اندر گیا عین المرضیہ ہزاروں خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ مرصع تخت پر جلوہ افروز تھی اسے دیکھ کر یہ ہزار جان سے عاشق ہو گیا اور دیدار کی تاب نہ لا کر بیہوش ہو گیا جب ہوش آیا تو اس نے اپنے قریب بلایا آنکھوں سے اشکوں کا تار بندھا تھا آخر ضبط نہ کر سکا ہاتھ بڑھا دئے عین المرضیہ نے نہایت دلجوئی اور نرمی سے کہا کہ اے بندۂ خدا تم کیوں اتنے بے قرار اور مضطرب ہو رہے ہو؟ مجھ سے ملنے کے لئے صرف تھوڑی دیر باقی ہے اس کے بعد ہی اس شخص کی آنکھ کھل گئی اور وہ صورت جان نواز سامنے نہ رہی یہ حال دیکھ کر وہ مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگا اور سخت بیقرار ہوا۔ حضرت خواجہ نے جب یہ حال سنا تو اسے بلوایا اور فرمایا کہ اے احمق یہ کیا ماجرا ہے؟ اس نے تمام واقعات بیان کئے اور مضطرب ہونے لگا آپ نے اسے خاموش کیا اور کان میں فرمایا کہ کیا تمھیں اس کا وعدہ یاد نہیں؟ تم صرف تھوڑی دیر کے لئے اس قدر بیقرار ہو رہے ہو؟ آپ کے ارشاد سے اسے عین المرضیہ کا وعدہ یاد آگیا اور اسے تسلی ہو گئی ابھی تھوڑی دیر بھی نہ ہوئی تھی کہ چند کفار اس شہر پر حملہ آور ہوے۔ چنانچہ مسلمان بھی مقابلہ کے لئے شہر کے باہر نکلے اور یہ شخص بھی مسلح ہو کر ان کے ہمراہ مدافعت کے لئے

نکلا حملہ آوروں میں اکثر واصل جہنم ہوئے اور کچھ مسلمان بھی شہید ہوئے جن میں وہ شخص بھی تھا۔ کفار کے فرار ہونے کے بعد حضرت نے بہت سے لوگوں کے ہمراہ اس جانباز شخص کی تلاش فرمائی آخر کار آپ نے اسے پایا جو بصورت نورانی مسکراتا ہوا چہرہ جس کے مشاہدہ سے خلق حیرت زدہ تھی کہ ایسا خوبصورت اور چمکیلا چہرہ کسی شہید کا اب تک نہیں دیکھا گیا۔

حضرت نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور یہ نفس نفیس اسے دفن کیا اس کے بعد اس قصہ کو اپنے رازداروں سے بیان فرمایا جب حساب کیا گیا تو اس وقت سے اس کی شہادت کے وقت تک صرف چند گھڑیاں گذری تھیں۔

ایک روز آپ کہیں تشریف لے جا رہے تھے اثناء راہ میں ایک غریب مفلس ناتوان بڈھے کو دھوپ میں پڑا ہوا پایا جس کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ حضرت کو اس کی بیکسی پر رحم آگیا چنانچہ آپ نے آسمان کی طرف اشارہ فرمایا اور اشارہ کے ساتھ ہی فوراً ابر سایہ فگن ہو گیا جب اس ضعیف نے آپ کی یہ کرامت دیکھی تو عرض کی کہ اے آقا! یہ دعا کرو کہ مجھے صحت ہو جائے آپ نے دعا کی اسے خدا نے صحت بخشی اور وہ اُٹھکر چلا گیا۔

مشہور ہے کہ درویشوں کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں حاضر ہوی۔ جو بھوک کی وجہ سے سخت پریشان تھی اور آپ سے کچھ کھانے کے لئے طلب کیا ان کی حالت دیکھ کر آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا سر اٹھانا تھا کہ آسمان سے اشرفیاں برسنے لگیں فقرا نے چننے کا ارادہ کیا آپ نے فرمایا کہ قوت لایموت کے لئے جتنی کافی ہوں لے لو درویشوں نے حکم کی تعمیل کی چنانچہ حلوا منگوایا گیا اور سب نے سیر ہو کر کھایا لیکن آپ نے

اس حلوے کو چکھا تک نہیں۔

کہا جاتا ہے کہ ایک دن آپ کا گذر دجلہ پر ہوا وہاں آپ نے دیکھا کہ فقراء کی ایک جماعت کشتی کی منتظر ہے اسی اثناء میں ایک کشتی پہونچی مگر صاحب کشتی نے دوسرے لوگوں کو بٹھا لیا اور فقراء کے لئے کشتی میں جگہ نہ رہی چنانچہ یہ جماعت نہایت ہی شکستہ خاطر اور مایوس ہوئی آپ اس واقعہ کو دیکھ رہے تھے انھیں اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ میں حکم خدا سے تم لوگوں کو دجلہ کے پار کرا سکتا ہوں اس کے بعد ارشاد فرمایا دجلہ سے کہو کہ "عبدالواحد نے کہا ہے کہ تو خشک ہو جا" فقراء نے حسب فرمان عمل کیا دجلہ کا پانی کم ہو گیا اور سب سلامتی کے ساتھ دجلہ پار ہو گئے اور کسی کا سر و دامن بھی تر نہ ہوا۔

ایک روز کا واقعہ ہے۔ کہ آپ کہیں جا رہے تھے راستہ میں فقراء کی ایک جماعت سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔ وہ سب کے سب بھوکے اور حالت بے نوائی میں تھے سب نے آپ سے عرض کیا کہ ہمارے اہل و عیال نہایت افلاس بے کسی اور بے نوائی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ برائے خدا ہماری کچھ مدد فرمائے آپ نے ان کے حالات پر غور فرما کر اطمینان دلایا کہ مطمئن رہو آج سے تم غنی اور مالدار ہو جاؤ گے لیکن شرط یہ ہے کہ شرع کی حد سے تجاوز نہ کرنا جب وہ لوگ اپنے اپنے ٹھکانے پر پہونچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہر ایک کے گھر میں انواع و اقسام کے لذیذ کھانے تیار ہیں اور بہت سی اشرفیاں بھی موجود ہیں دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ ایک شخص آیا تھا اس نے یہ سب چیزیں عطا کی ہیں۔ اور کہا ہے کہ جب تمہارے شوہر تم سے دریافت کریں تو کہدینا کہ خواجہ عبدالواحد بن زید کا ایک ساتھی فقیر آیا تھا اور یہ سب اشرفیاں اسی نے

ہمیں تقسیم کیں. یہ سن کر فقرا بہت متعجب ہوئے اور اسی دن سے مفلسی سے رہائی پائی۔ ان میں سے بعض عورتوں نے اپنے مردوں سے کہا کہ افسوس! ایسے روشن ضمیر شخص سے ہم نے دنیوی نعمت کو طلب کیا اور اسی پر اکتفا کی ہمیں چاہیئے تھا کہ نعمت دین کی خواہش کرتے جو لازوال ہے۔

حضرت خواجہ عبدالواحدؒ اخیر عمر میں اتنے سخت بیمار ہوئے کہ اٹھنے بیٹھنے کی قوت نہ رہی۔ ایک روز آپ کا خادم جو آپ کو وضو کراتا تھا موجود نہ تھا۔ آپ نے دعا مانگی کہ اے پروردگار! مجھے اتنی قوت بخش دے کہ میں وضو کرکے نماز ادا کرلوں اس کے بعد تجھے اختیار ہے چنانچہ وقتیہ طور پر آپ کو صحت حاصل ہوی وضو کیا نماز ادا کی لیکن خادم کی واپسی تک پھر بیماری عود کر آئی؂

آپ کا سنہ وفات ۱۷۷ھ ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

(۵)

بادشاہ اہل حقیقت، آفتاب ملک ہدایت، امام شریعت، مقتدائے ملت، سراج الاولیا، وارث الانبیاء، حضرت قطب الواصلین خواجہ فضیل بن عیاض قدس اللہ سرہ العزیز

آپ کی کنیت ابو علی ہے لیکن لوگ ابوالفیض بھی کہتے تھے۔ آپ کا شمار بڑے اور سربرآوردہ مشائخ میں ہے خرقۂ فقر و ارادت خواجہ عبدالواحد بن زید سے پہنا۔ غیاث بن منصور بن معمر سلمی کوفی سے بھی آپ کو خلافت حاصل تھی جو محمد بن مسلم کے خلیفہ تھے۔

آپ ہمیشہ کمل پوش اور روزہ دار رہتے تھے اور خداوند کریم کے خوف سے اس قدر روتے کہ جس کسی کی نظر آپ پر پڑتی وہ یہ خیال کرتا کہ آپ بہت مصیبت زدہ ہیں۔ جس وقت سے آپ مرید ہوئے اہل دنیا کی طرف سے اپنا منھ پھیر لیا بلکہ جس راستے سے کوئی دنیادار گذرتا تھا اس راستہ سے آپ نہ گذرتے تھے۔ اگر بھولے سے اس راستہ پر سے گذرنے کا اتفاق بھی ہوتا تو اپنے کپڑے کسی فقیر کو دیدیتے اس خیال سے کہ کہیں اہل دنیا کی خاک نہ سرایت کر گئی ہو۔ آپ صاحب کرامات، صاحب عظمت، اور صاحب شرع تھے عموماً تین دن اور کبھی کبھی چار پانچ دن کے بعد افطار فرماتے تھے پانسو رکعت اور دو قرآن شریف ختم فرماتے اور جس دن آپ کے گھر میں فاقہ ہوتا سو رکعت نماز شکرانے کی ادا فرماتے آپ کو بیمار ہونے کی آرزو تھی یہ محض اس خیال کی بنا پر تھا کہ آپ کو تنہائی میں خدا کے ساتھ رازونیاز کا موقع ملے آپ اس بات کے متمنی رہتے تھے کہ کوئی آپ کو سلام نہ کرے اور نہ بیماری کی حالت میں مزاج پرسی کے لئے آئے۔ رات ہوتی تو خلوت دوست کے خیال سے خوشی کے مارے اچھل پڑتے اور دن آتا تو مغموم ہوکر خلوتکدہ میں تشریف لے جاتے اور فرماتے کہ جس شخص کو تنہائی سے وحشت ہو اور وہ دنیا داروں سے انس پیدا کرے وہ سلامتی سے ہاتھ دھولے۔

نقل ہے کہ سفیان ثوریؒ ایک رات آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صبح تک آپ کے ساتھ سرگرم گفتگو رہے۔ اتفاقاً ان کی زبان مبارک سے نکل گیا کہ آج کی رات کتنی مبارک تھی کہ وحشت اور تنہائی میں نہ گذری خواجہ صاحب نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور فرمایا کہ آج کی رات کتنی نامبارک تھی سفیانؒ نے حیرت سے پوچھا کہ کیوں؟ فرمایا کہ تمام رات تم اس فکر میں رہے

کہ کوئی ایسی بات کرو کہ مجھے پسند آئے وعلیٰ ہذالقیاس میں بھی اسی فکر میں تھا کہ تمھیں خوش کرنے والی گفتگو کروں۔ کاش یہ ساری رات گریہ و بکا میں صرف ہوتی۔

ابتدائی زمانہ میں آپ رہزنوں کے سرغنہ تھے رہزنوں کو جو کچھ بھی لوٹ سے حاصل ہوتا وہ آپ کے سامنے لا رکھتے اور اپنا اپنا حصہ لے لیتے۔ اور آپ صاحب مال کا نام بطور یادداشت ایک کاغذ پر لکھ لیا کرتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ راستہ میں تاجروں پر ڈاکہ ڈالا اتفاقاً اس قافلہ میں ایک قاری بھی تھا جو قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف تھا اور یہ آیت پڑھ رہا تھا۔

اَلَمْ یَاْتِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ الخ	کیا مومنوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ خدا کے ذکر سے ان کے دلوں میں خشوع پیدا ہو۔

اس آیت پاک کا اثر خواجہ فضیل بن عیاض کے دل پر بہت ہوا۔ آپ نے ایک چیخ ماری اور بآواز بلند فرمایا کہ بیشک وہ وقت پہنچ گیا یہ کہہ کر جنگل کی طرف نکل گئے اتفاقاً ایک قافلہ راہ میں ملا۔ قافلہ والے آپس میں یہ کہہ رہے تھے کہ راستہ پُرخطر ہے کیونکہ یہاں فضیل (ڈاکو) رہتا ہے جب آپ نے یہ سنا تو فرمایا کہ تمھیں مبارک ہو کہ اس نے توبہ کرلی ہے اب وہ اسی طرح تم سے بھاگتا ہے جس طرح کہ تم اس سے بھاگتے تھے۔ تائب ہونے کے بعد آپ کے پاس جو لوٹ کا مال جمع تھا اس کے مالکوں کو واپس کرنے کا تہیہ فرمالیا چنانچہ جہاں کہیں ان کا پتہ چلتا وہاں جاتے اور مال واپس فرماتے آپ کی اس دیانت سے تمام دشمن دوست بن گئے مگر آپ کا ایک دشمن سخت منکر اور کافر تھا۔ وہ آپ سے زرکثیر کا طالب ہوا جس پر آپ نے قسم کھائی کہ تم جتنا طلب کرتے ہو

تمھارا اتنا مال نہ تھا اس کافر نے بھی قسم کھائی کہ جب تک تم میری موافقت نہ کروگے میں تم سے خوش نہ ہوں گا۔ آپ نے جب بہت ہی منت و عاجزی کی تو اس نے کہا کہ میرے گھر میں جاؤ وہاں طاق میں سونے سے بھری ہوئی ایک ہمیانی رکھی ہے وہ تم اپنے ہاتھ سے لاکر مجھے دیدو تاکہ میری قسم پوری ہو جائے آپ نے اس کے کہنے پر عمل کیا۔ چنانچہ اس نے ہمیانی کو کھول کر تمام سونا نکالا اور اس کے بعد پوچھا کہ تمھارا دین کونسا ہے؟ جب تم یہ بتاؤگے تو میں تم سے خوش ہو جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا کہ تم میرا دین کیوں دریافت کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں نے اپنی ہمیانی ریت سے بھر رکھی تھی اور میں توریت میں پڑھ چکا تھا کہ دین محمدی میں جس کسی شخص کی توبہ قبول ہوگی اس کے ہاتھ میں خاک بھی سونا بن جائے گی تمھارے چھونے سے ہمیانی کی ریت سونا ہوگئی اس لئے تصدیق چاہتا ہوں کہ تمھارا دین کیا ہے تاکہ میں بھی اسے اختیار کرلوں چنانچہ آپ کی برکت سے وہ مسلمان ہوگیا اس کے بعد آپ کوفہ تشریف لے لئے وہیں امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رح کی ملاقات حاصل کی اور بہت سے اولیا اللہ کے دیدار سے مشرف ہوئے اور پھر حضرت حسن بصری رح کی ملاقات کے لئے بصرہ کا رخ کیا۔ جب وہاں پہونچے تو معلوم ہوا کہ آپکا انتقال ہوگیا۔ یہ معلوم کرکے آپ بہت روئے ایک شخص نے کہا کہ اب رونے سے کیا فائدہ ہے؟ اگر تمھارا ارادہ ہو تو خواجہ عبدالواحد بن زید جو خواجہ حسن بصری کے مرید اور خلیفہ کامل ہیں اور جن کو خرقہ ارادت خاص انھیں سے حاصل ہوا ہے۔ ان سے ملو۔ آج ان جیسا درویش کامل اور یکتائے زمانہ کوئی نہیں ہے۔ اور دوسرا درجہ خواجہ حبیب عجمی کا ہے جو ہر ہفتہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ حضرت کی خدمت میں

جو جس ضرورت سے حاضر ہوتا ہے اس کی حاجت برآری ضرور ہوتی ہے جب آپ نے یہ واقعات سنے تو خواجہ عبدالواحدؒ کے دیدار کے لئے بیقرار ہوئے اور ان کی قدم بوسی کا پختہ ارادہ فرما لیا۔ جب وہاں پہونچے خواجہ عبدالواحدؒ نے آپ کی سعادت و عقیدت کو معلوم کر کے بہت مہربانی سے فرمایا کہ اے فضیل دنیا سے پرہیز کرو اور اسے چھوڑ دو درویش کو چاہیئے کہ خاموشی اختیار کرے اور اپنے گناہوں کے ماتم میں مصروف رہے ہر جگہ ہر وقت، اور ہر گھڑی خدائے عزوجل کو اپنا حاضر و ناظر سمجھے اگر ایسا کروگے تو تمھارا نام آج ہی سے عشاق کی فہرست میں لکھ دیا جائے گا اور تم خدا کے دوست بن جاؤگے بعد ازاں آپ کی حالت درجہ کمال کو پہنچ گئی اور قطب زمانہ بن گئے اور بہت سے لوگوں کو ان کے مقصد اصلی اور مطلوب حقیقی تک پہونچا دیا۔

فضل بن ربیع جو ہارون رشید کے وزیر تھے اُن سے منقول ہے کہ ایک بار ہارون اور وہ مکہ معظمہ کی زیارت کو گئے جب زیارت سے فارغ ہوئے تو ہارون نے اُن سے کہا کہ یہاں اگر کوئی صاحب دل ہو تو اس سے ملاقات کروں انھوں نے کہا کہ یہاں عبدالرزاقؒ ایک بزرگ ہیں چنانچہ دونوں ان کے پاس گئے ان کی زیارت کے بعد ہارون نے کہا کہ پوچھو ؟ کچھ قرض حسنہ لینا چاہتے ہو؟ ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے قبول کر لیا۔ اور ہارون نے زر کثیر نذر کی۔ اس کے بعد پھر ہارون نے کہا کہ اے فضل پھر میرا دل کسی صاحب دل کے دیکھنے کو چاہتا ہے فضل نے سفیان بن عتبہ کا پتہ دیا چنانچہ ان کے پاس گئے اور اسی قسم کی گفتگو کی اس کے بعد سہ بارہ ہارون کی خواہش ہوئی کہ پھر کسی سے ملاقات کی جائے۔ فضل کو یاد آیا کہ یہاں

خواجہ فضیل بن عیاضؒ بھی رہتے ہیں چنانچہ ان کی خدمت میں پہونچے۔ آپ اس وقت حجرہ میں کلام پاک کی تلاوت میں ہمہ تن محو تھے اور یہ آیۃ پڑھ رہے تھے

حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلھم کالذین آمنوا و عملوا الصالحات | جو لوگ معاصی سے بچتے ہیں کیا ان کا گمان یہ ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں جیسا بنادیں گے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے۔

ہارون رشید نے جب یہ آیۃ کان لگا کر سنی تو کہا کہ ایسے ہی صاحب کی مجھے تلاش تھی دروازہ کھٹکھٹایا۔ ارشاد ہوا کون ہے ؟ فضل نے جواب دیا کہ امیر المومنین ہارون رشید ہیں فرمایا ٹھہیر جاؤ۔ ہارون نے کہا کہ میں اصلاح نفس کے لئے حاضر ہوا ہوں جو حکم ہو گا اس کی اطاعت کی جائے گی یہ سن کر آپ نے چراغ گل کر کے حجرے کا دروازہ کھولدیا اور خود ایک گوشہ میں بیٹھ گئے ہارون اندر گیا اور تاریکی میں آپ کو ڈھونڈنے لگا کہ اچانک اس کا ہاتھ آپ کے جسم سے مس ہوا آپنے بآواز بلند فرمایا کہ اس سے زیادہ اچھا ہاتھ نہیں دیکھا گیا اگر دوزخ کی آگ سے رہائی پائے۔ ہارون رشید رونے لگا اور کہا کہ اے خواجہ مجھے نصیحت فرمائیے۔ فرمایا کہ امیر المومنین تمھارے باپ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے انھوں نے ایک بار آنحضرتؐ سے امارت کی خواہش فرمائی تھی جس کا جواب آنحضرتؐ نے یہ دیا تھا کہ اے چچا! عبادت خدا میں آپ کا ایک سانس مخلوق کی ہزار سالہ طاعت سے بہتر ہے مگر امارت قیامت کے دن باعث ندامت ہے۔

اس نے کہا کہ اے خواجہ! مجھے کچھ اور نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ اے امیر المومنین مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمھارا خوبصورت چہرہ آتش دوزخ میں نہ جلے خدا سے ڈرو اور اس کی مخلوق کی خدمت کا زیادہ خیال رکھو!

اس کے بعد ہارون نے عرض کی کہ میں کچھ رقم جناب کو بطور قرض حسنہ دینی چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ خدا کا قرض جو مجھ پر ہے میں ابھی اس کی ادائی میں مشغول ہوں خدا کرے کہ حق تعالیٰ قبول فرمالے اس کے بعد ہارون رشید نے ایک ہزار دینار آپ کو پیش کئے خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اے امیرالمومنین اس کے قبول کرنے کے بعد میری نصیحتوں کا کوئی اثر نہ ہوگا میں تیری نجات چاہتا ہوں اور تو مجھے بلا میں پھنسانا چاہتا ہے ہارون رشید یہ سُن کر روتا ہوا باہر نکلا اور فضل بن ربیع سے کہا کہ بادشاہت در حقیقت خواجہ فضیل بن عیاضؒ کو حاصل ہے۔

ابو رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تیس سال خواجہ صاحب کی خدمت میں رہا لیکن کبھی آپ کو مسکراتے تک نہ دیکھا۔ بجز اس دن کے کہ جب آپ کے صاحبزادے علی نے انتقال فرمایا جو نہایت عابد و زاہد اور متقی تھے واقعہ یوں ہے کہ ایک دن وہ مسجد حرام میں چاہ زمزم کے قریب بیٹھے تھے کہ کسی قاری نے یہ آیت پڑھی ویوم القیامۃ تری المجرمین الیٰ آخرہٖ صاحبزادے نے سنتے ہی چیخ ماری اور جان بحق تسلیم کیا۔ میں نے خواجہ صاحب سے التماس کی کہ ایسے موقع پر آپ کے تبسم کا کیا باعث ہے فرمایا کہ جس کام کو پروردگار اچھا سمجھتا ہے میں بھی اس کو اچھا سمجھتا ہوں جس بات سے وہ خوش ہو میں کس طرح اس سے ناراض ہوں۔

خواجہ صاحب نے ایک شخص سے فرمایا کہ اگر تم سے کوئی یہ پوچھے کہ کیا خدا کو دوست رکھتے ہو؟ تو اس کے جواب میں تم خاموش رہو اس لئے کہ تم اگر نفی میں جواب دوگے تو کافر ہو جاؤ گے اور اگر اثبات میں جواب دوگے تو تمھارا یہ فعل شیوۂ دوستی سے بعید ہوگا۔

حضرت خواجہ سے سوال کیا گیا کہ اصل دین کیا ہے؟ فرمایا عقل۔ پوچھا گیا کہ اصل عقل کیا ہے؟ فرمایا علم۔ پھر پوچھا گیا کہ اصل علم کیا ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ صبر۔ آپ کا قول ہے کہ تمام برائیاں ایک مکان میں جمع کر دی گئیں ہیں اس مکان کی کنجی دنیا کی محبت ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ توکل یہ ہے کہ سوائے خدا کے کسی سے اُمید نہ رکھی جائے اور متوکل وہ ہے کہ ہر حال میں ظاہرًا و باطنًا راضی برضا رہے۔

آپ کے پانچ خلفاء تھے (۱) سلطان ابراہیم ادھم (۲) شیخ محمد زید شیرازی (۳) خواجہ شیرحافی (۴) شیخ ابی رجاء العطاری (۵) خواجہ عبداللہ سیاری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین آپ کی تاریخ وفات ۳ ربیع الاول ۱۸۷ھ ہے اور جنۃ البقیع میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مزار کے قریب مدفون ہیں۔

(۶)

سلطان دنیا و دین، مقرب حضرت رب العالمین، عارف ربانی، محبوب سبحانی، سراج الکاملین، برہان الواصلین، غوث اعظم حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم قدس اللہ سرہٗ العزیز

آپ کی کنیت حضرت ابو اسحاق ہے اور سلسلہ نسب حسب ذیل ہے

ابراہیم بن ادھم بن سلیمان بن منصور ناصر بن عبداللہ بن امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین آپ حقائق و معارف الٰہیہ کے ماہر اپنے وقت کے مقبول و مقتدا اور سرگروہ اولیائے کرام تھے خرقہ فقر ارادت حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ سے حاصل ہوا عموماً چار پانچ فاقوں کے بعد جنگلی میووں یا مولی یا ابلی ہوئی بے نمک سبزی سے افطار فرماتے۔ اور کہتے

تھے کہ جو شخص خدائے عزوجل سے محبت کرے اسے چاہیئے کہ حواس خمسہ کو لذائذ سے باز رکھے اور عاجزی اختیار کرے جس دن آپ کے گھر میں فاقہ ہوتا نماز شکرانہ ادا فرماتے تھے۔ شب بیداری، محبت فقرا اور بے طمعی وغیرہ آپ کے خاص اوصاف ہیں کسی سے دام و درم نہ لیتے ہمیشہ برہنہ پا اور پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے رہتے تھے آپ کی ریاضت حد کمال کو پہونچی ہوئی تھی کسی بزرگ نے آپ کی تعریف میں بہت خوب لکھا ہے۔

ترك الخزائن والجنود واهلهٔ	آپنے خدا کی محبت میں دولت، اہل وعیال اور لشکر سب کو
فاقام ساعدہ مقاماً سادھا	چھوڑ دیا جس کے عوض میں خدا نے انھیں سیادت بخشی

آپ کو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوفی سے بھی صحبت رہی ہے چنانچہ امام اعظم فرمایا کرتے تھے سیدنا وسندنا ابراہیم بن ادھم، ایک دفعہ آپ کے دوستوں نے پوچھا کہ انھیں سیادت کہاں سے حاصل ہوئی فرمایا کہ وہ ہمیشہ خدائے تعالیٰ کی خدمت میں مشغول رہتے ہیں اور ہم دوسرے کاموں میں۔ خواجہ جنید بغدادی قدس سرہٗ نے آپ کی نسبت فرمایا ہے ابراہیم بن ادھم کلید علوم ہیں حضرت کے واقعات کتب سیرو تواریخ میں یوں مذکور ہیں۔ کہ آپ کے والد بزرگوار ادھم صحیح النسب فاروقی اور قلندر تھے ایک مرتبہ سیر کرتے ہوئے بلخ پہونچے اور شہر کے باہر ایک جھونپڑی میں سکونت پذیر ہوئے۔ ایک روز کسی ضرورت سے شہر تشریف لے گئے۔ اتفاقاً شاہ بلخ کی لڑکی باغ کی سیر سے واپس ہو۔ رہی تھی گذرگاہ میں اہتمام تھا اس لئے ادھم بھی ایک کنارہ پر کھڑے ہوگئے جب محافہ آپ کے برابر پہونچا تو ہوا کی وجہ سے پردہ الٹ گیا۔ اور اچانک آپکی نظر اس لڑکی پر پڑی عاشق ہو کر محافہ کے ہمراہ ہولئے۔ جب شہزادی محل میں چلی گئی تو انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے؟ اور محافہ میں کون تھی؟

معلوم ہوا کہ یہ محل بادشاہ کا ہے اور محافہ میں اس کی لڑکی تھی جو باغ کی سیر سے واپس آئی ہے یہ سن کر آپ سوچ میں پڑ گئے لیکن جذبہ محبت دربار عام تک لے گیا۔ وہاں پہونچکر ادھم نے بادشاہ کو با ادب سلام کیا بادشاہ نے ان کی طرف دیکھ کر اپنے وزیر سے کہا کہ قلندر سے دریافت کرو کہ کیا چاہتے ہیں؟ وزیر جب قلندر کے پاس آیا اور پرسان حال ہوا تو انہوں نے بلا خوف و خطر سارا ماجرا کہہ سنایا۔ وزیر نے اس ماجرے کو دیوانگی پر محمول کیا اور بلا جواب دئے حالت غضب میں اپنی جگہ پر جا کھڑا ہوا۔ بادشاہ نے وزیر کا رنگ متغیر دیکھ کر کہا کہ "تمھیں حکم دیا گیا تھا کہ قلندر کی حالت دریافت کر کے مجھے آگاہ کرو مگر تم خاموش ہو" وزیر نے با ادب عرض کیا' بندہ نے حکم کی تعمیل کی لیکن اس کے بیان سے عاجز ہوں' بادشاہ نے دوبارہ اصرار کیا کہ جو بات ہو صاف کہدو۔ چنانچہ وزیر نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ بادشاہ تھوڑی دیر تو خاموش رہا پھر قلندر کو اپنے قریب بلا کر بیٹھنے کی اجازت دی اور بعد دریافت حسب و نسب قلندر کی تشفی کی اور کہا کہ تم بڑے خاندان سے ہو اگر میں اپنی لڑکی کی نسبت تم سے کردوں تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن تھوڑے دن ٹھیر جاؤ کیونکہ اس کام میں صلاح و مشورہ کی ضرورت ہے اس کے بعد کوئی قطعی جواب دیا جائے گا۔ یہ سنکر قلندر مطمئن ہو کر اپنے گھر واپس آئے تین چار دن کے بعد پھر سلطان کے پاس گئے اور آداب شاہی بجالا کر بیٹھ گئے اس بارے میں بادشاہ نے ہرچند اپنے وزیر سے ردو قدح کی لیکن وزیر یہی کہتا رہا کہ شہزادی کا ایک فقیر کے عقد میں آنا نا مناسب ہے کیونکہ اس سے دوسرے بادشاہوں میں رسوائی ہوگی۔ بادشاہ نے

جواب دیا کہ میں نے اس سے وعدہ کر لیا ہے کہ میں اپنی لڑکی اسے دوں گا
اب میں وعدہ خلافی نہیں کر سکتا۔ وزیر نے کہا کہ ایک تدبیر سمجھ میں آتی ہے
اور وہ یہ کہ حضور کے خزانہ میں ایک عدیم المثال موتی ہے جس کا ثانی دنیا میں
نہیں وہ موتی ادھم قلندر کو دیا جائے اور کہا جائے کہ شہزادی کے گوشوارے
کے لئے اس کے جوڑ کی ضرورت ہے۔ مختصر یہ کہ وہ موتی لایا گیا اور قلندر کو
دکھلانے کے بعد یہ شرط بھی بیان کر دی گئی کہ شہزادی کا حصول ایسے ہی
ایک موتی کے دستیاب ہونے پر منحصر ہے قلندر نے کہا کہ کیا صرف یہی
بات ہے؟ کہا گیا کہ ہاں صرف یہی شرط ہے عہد و پیمان کے بعد ادھم روانہ
ہوے اور سیدھے سمندر کی طرف گئے۔ ایک لکڑی کی کشتی آپ کے
ساتھ تھی اس کے ذریعہ دریا کا پانی نکالنا شروع کیا۔ رات دن ان کو یہی
دھن تھی کہ کسی طرح دریا کا پانی خشک ہو جائے۔ اس کام میں وہ اتنے
مشغول ہوئے کہ کھانے پینے کا ہوش نہ رہا حتی کہ اچانک اللہ کے حکم سے
خضر علیہ السلام وارد ہوے اور بآواز بلند فرمایا کہ اے درویش! اس کام کو
چھوڑ دو! میں خدا کے حکم سے آیا ہوں۔ تمھاری محنت و کاوش رب العزت
کو پسند آگئی ہے اس لئے اس نے تمھارے پاس مجھے بھیجا ہے کہ تمھاری
حاجت برآری کروں! پہلے تو ادھم کو تضیع اوقات میں تامل ہوا مگر خضرؑ
کے اصرار پر تمام ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ خدا کے حکم سے کچھ
دیر کے بعد تم پر اتنے موتیوں کی بارش ہوگی کہ تم چن بھی نہ سکو گے تھوڑی
دیر بعد سمندر میں ایک تموج پیدا ہوا اور بہت سے سیپ کنارے آلگے۔ قلندر
نے ان میں سے بڑے بڑے چن لئے اور انھیں توڑ کر بارہ موتی جو چڑیا کے انڈوں کے
برابر تھے لے کر اپنی ٹوپی میں رکھ لیے، اور شہر کی راہ لی۔ وہاں پہنچ کر جوں توں

رات گذاری صبح کی نماز کے بعد بادشاہ کے پاس گئے اور موتی پیش کر کے عرض کیا کہ حضور نے صرف ایک موتی کے لئے ارشاد فرمایا تھا اور میں بارہ موتی لے آیا۔ بادشاہ نے وہ موتی لے لئے، اور دوبارہ وزیر سے صلاح کی مگر وزیر برابر انکار کرتا رہا۔ اس نے یہ عرض کی کہ حضور زیادہ تشویش نہ فرمائیں میں اس کو اس خیال سے باز رکھنے کا ذمہ لیتا ہوں۔ بادشاہ یہ سُن کر محل میں چلا گیا۔ ادھر وزیر نے قلندر کو بلایا اور اس سے اس طرح مخاطب ہوا کہ دیکھو یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ تم جیسے مفلس سے بادشاہ وقت کی لڑکی منسوب کی جائے۔ اس کو تو خدا بھی پسند نہیں کرے گا۔ قلندر نے یہ سن کر جواب دیا کہ تم خدا کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوئے ایسی وعدہ خلافی کرتے ہو؟ یہ سُن کر وزیر کی آتش غیظ و غضب بھڑک اُٹھی اور اُس نے فوراً دربانوں کو حکم دیا کہ جس طرح ممکن ہو زدوکوب کر کے اس قلندر کو یہاں سے نکالدو۔ دربانوں نے حکم کی تعمیل کی۔ چنانچہ ادھم روتے ہوئے اپنے ٹھکانے پر پہونچے۔ اور اپنی بدنصیبی پر ماتم کرنے لگے۔

اُدھر اچانک لڑکی کے درد شکم ہوا اور فوراً ہی اس کی موت وقوع میں آئی محل میں شور مچ گیا۔ بادشاہ پر تو ایسا غم والم کا پہاڑ ٹوٹا کہ خُدا دشمن کو بھی نصیب نہ کرے چنانچہ اُس نے وزیر کو بلاکر بہت کچھ لعنت ملامت کی۔ وزیر نے شرم کے مارے سر جھکا لیا۔ قصہ مختصر شاہی مراسم کے ساتھ تجہیز و تکفین عمل میں آئی اور قبر کے اطراف قناتیں گھیر دی گئیں۔ ایک بڑی تعداد حفاظ کی مقرر ہوئی بخور، روشنی اور پہرے کا انتظام کیا گیا تاکہ کوئی قبر تک پہونچ نہ سکے۔ اِدھر ادھمؒ قلندر کے سینہ میں عشق کی آگ بھڑکی اور وہ دیوانہ وار مقبرہ کی جانب گئے دوپہر رات گذر چکی تھی کہ اچانک

محافظوں پر نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ گویا سب کو سانپ سونگھ گیا ہے، ادھر موقع پاکر قبر کھودی اور نعش کو اپنے جائے مسکونہ پر لے جاکر دیوار کے سہارے بٹھا دیا اور ایک چراغ روبرو رکھ کر اس کے نظارہ سے محظوظ ہوتے رہے۔

اتفاقاً ایک حکیم حاذق کسی شہر سے آرہا تھا۔ شب باشی کے لئے اسے محفوظ مقام کی ضرورت تھی، اِدھر اُدھر تلاش کے بعد اچانک اِس جھونپڑی میں چراغ ٹمٹماتا ہوا نظر آیا۔ چنانچہ اندر جاکر اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی دیکھتا کیا ہے؟ کہ ایک مہ جبین بے حس وحرکت تصویر دیوار بنی ہوئی ہے۔ اس منظر سے وہ بہت متحیر ہوا نبض دیکھی تو معلوم ہوا کہ اسے سکتہ ہوگیا ہے۔ طبیب کے پاس نشتر موجود تھا، نکالا اور رگ زنی کی خون نکلتے ہی مہ جبین نے آنکھیں کھول دیں۔ اور غیر مرد کو اپنے بازو بیٹھا ہوا دیکھ کر اپنا چہرہ چھپا لیا اور دریافت کیا کہ میں کس طرح یہاں آگئی؟ حکیم نے جواب دیا کہ بیٹی! میں خود مسافر ہوں اور اس ماجرے سے واقف نہیں۔ چونکہ شہر پناہ کا دروازہ رات کی وجہ سے بند تھا مجھے شب گذاری کے لئے کسی مقام کی ضرورت تھی اس لئے یہاں آنکلا۔ اور تمھیں یہاں بے حس وحرکت پاکر متحیر ہوا۔ اس کے بعد تمھاری نبض دیکھی اور علاج کیا' خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمھیں شفا بخشی۔ میرا حال تو یہ ہے اب تم اپنا ماجرا بیان کرو کہ تم کون ہو؟ اور کہاں سے آئی ہو؟ اور کیا معاملہ در پیش ہے؟

اس اثنا، میں ادھم قلندر جو طبیب کو آتا دیکھ کر چھپ گئے تھے تہ خانہ سے برآمد ہوے۔ دیکھا کہ ایک پاکیزہ صورت سفید ریش بزرگ شہزادی سے ہم سخن ہیں۔ اِس سے انہیں خوشی ہوئی۔ حکیم کو سلام کرکے اس کے بازو بیٹھ گئے اور اپنے تمام گذشتہ واقعات کو دہرایا۔ حکیم صاحب نے بہت کچھ تسلی

وشفی کی اور دونوں کا عقد کر دیا اور صبح ہوتے ہی رخصت ہو کر چلے گئے
وہ دونوں اسی مقام پر سکونت پذیر رہے، کچھ دنوں بعد خدا نے ایک
فرزند صاحب فطنت و صاحب جمال، اپنی مہربانی سے عطا فرمایا۔ جو صورت
میں اپنی ماں کے مشابہ تھا۔ اس کا نام ابراہیم رکھا۔ جب وہ کچھ سمجھدار ہوئے
تو مدرسہ پڑھنے کے لئے جانے لگے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ شاہ بلخ تفریح کو
جا رہے تھے اتفاقاً ان کا گذر اسی مدرسہ کی طرف سے ہوا جس میں ابراہیم بن
ادھم پڑھتے تھے بادشاہ کی یہ عادت تھی کہ اگر کہیں راستہ میں مدرسہ نظر آتا
تو فوراً وہاں ٹھیر جاتا اور استاد کو کچھ انعام و اکرام دے کر بچوں کو چھٹی
دلوا دیتا۔ چنانچہ حسب معمول اس مدرسہ کے پاس بھی ٹھیر کر استاد کو بلایا اور
اپنے سامنے ایک ایک بچہ کو چھٹی دلوانے لگا جب ابراہیمؒ کی باری آئی تو
ان کے جمال جہاں آرا کو دیکھ کر فریفتہ ہو گیا اور چونکہ وہ شہزادی کے مشابہ
تھے اس لئے انھیں اپنے پاس بلا کر پیشانی کو بوسہ دیا اور اُستاد سے پوچھا
کہ یہ لڑکا کس کا ہے ؟ اُستاد نے کہا کہ یہ لڑکا ایک صاحب عظمت قلندر
کا ہے جو روزانہ صبح کو انھیں لاتے ہیں اور شام کو لے جاتے ہیں۔ بادشاہ
نے کہا کہ میں انھیں اپنے ساتھ لئے جاتا ہوں جب ان کے باپ آئیں تو
میرے پاس بھجوا دینا۔ بادشاہ ابراہیمؒ کو لئے محل سرا میں ملکہ کے پاس گیا
جونہی ملکہ نے انھیں دیکھا گود میں اٹھا لیا، اور بہت پیار کیا اُدھر ادھم قلندر
بچہ کو لانے کے لئے مدرسہ پہونچے اور استاد سے ماجرا سُن کر بغیر اضطراب
ظاہر کئے سیدھے سلطان کے پاس پہونچے، اگرچہ انہیں بادشاہ سے ملے
ایک طویل مدت گذر چکی تھی مگر بادشاہ نے پہچان لیا اور اپنے قریب بٹھا کر
آنے کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے حضرت ابراہیم کی جانب اشارہ کرتے

ہوئے عرض کی کہ میں اس بچہ کو لے جانے کیلئے آیا ہوں ! کیونکہ اس کی ماں کو
اس سے بہت محبت ہے پہلے تو بادشاہ نے بچہ کی ماں کا نام پوچھا۔ پھر اس کے
بعد قلندر کو خدا کا واسطہ دیا اور اصل واقعات بیان کرنے پر مجبور کیا۔ قلندر
نے ابتداء سے انتہا تک تمام واقعات بے کم و کاست بیان کر دئے۔ بادشاہ
بہت خوش ہوا اور خدا کا شکر ادا کیا آناً فاناً یہ خبر پھیل گئی، اور شادیانے
بجنے لگے۔ لڑکی کو بھی اس بات کی خبر ہو گئی۔ بادشاہ اور ملکہ وغیرہ لڑکی کے
پاس گئے۔ جب ابراہیمؒ کی ماں نے اپنے ماں باپ کو دیکھا تو آداب شاہی
بجا لائی بادشاہ اور ملکہ دونوں نے فرط محبت سے اسے گلے لگایا اور ساتھ
لے کر محل آئے اور بہت کچھ خیرات کی۔

اس کے بعد بادشاہ نے لڑکی کے لئے علیحدہ ایک محل بنوا کر بہت سے
جواہرات خزائن اور ساز و سامان عطا کئے لیکن قلندر نے کوئی چیز اپنی
ذات کے لئے قبول نہ کی اور اسی فقر و فاقہ کو طرۂ امتیاز سمجھتے رہے۔

ابراہیم ادھمؒ کی ماں کے سوا بادشاہ کی کوئی اولاد نہ تھی اس لئے
اس نے والدین کی رضامندی سے ابراہیمؒ کو اپنا ولی عہد بنا لیا۔ اور ان کی
تعلیم اور تربیت کرنے لگا۔ چند روز کے بعد بادشاہ مر گیا۔ اور ابراہیم بن
ادھمؒ بادشاہ ہوئے۔ مگر اس حالت شاہی میں بھی آپ کا دل خدا کی طرف
مائل تھا، آپ ہمیشہ درویشوں کی حد سے زیادہ تعظیم و تکریم کرتے، اور ان کی
کفش برداری کو باعث برکت جانتے۔ ایک رات آپ تخت پر سو رہے
تھے، اچانک چھت کو جنبش ہوئی۔ آپ نے بیدار ہو کر پوچھا کون ہے ؟
جواب ملا کہ میرا اونٹ گم ہو گیا ہے اسے ڈھونڈ رہا ہوں۔ سلطان نے
کہا کہ اے نادان ! اونٹ چھت پر کیسے پہنچ سکتا ہے آواز آئی کہ اے غافل !

اگر خدا چاہے تو اونٹ کو چھت پر پہونچا سکتا ہے لیکن تعجب تو یہ ہے ! کہ تو اطلس کی پوشاکوں اور نرم و نازک بستروں میں خدا کو تلاش کرتا ہے !

سلطان ابراہیمؒ پر اس بات کا بہت اثر ہوا اور اسی وقت وہ پادشاہی چھوڑ کر صحرا کی طرف نکل گئے اور راستہ میں ایک چرواہے سے اپنے کپڑے بدل لئے پہلے مرو تشریف لے لئے پھر نیشاپور آئے اور ایک کھوہ میں سکونت پذیر ہوے۔ آپ کا یہ دستور تھا کہ ہر پنجشنبہ کو لکڑیاں کاٹ کر شہر میں بیچتے اور آدھی قیمت فقراء کو تقسیم کر کے بقیہ رقم سے اپنی ضرورتوں کی تکمیل کرتے اور جمعہ کے دن نماز ادا کرنے کے بعد پھر اسی کھوہ میں چلے جاتے۔ کچھ دنوں بعد آپ مکہ معظمہ تشریف لے گئے جہاں حضرت خواجہ ابن عیاض کے دیدار سے مشرف اور فائز المرام ہوے۔

آپ عین جوانی میں تائب ہوئے، توبہ کرنے اور بادشاہت ترک کرنے سے پہلے لعل کے استعمالی بٹنوں، تیر و ترکش اور ہاتھ کی انگوٹھی سے اکثر یہ صدا سنتے تھے کہ اے ابراہیم !" خدا نے تجھے دنیاوی امور کے لئے پیدا نہیں کیا۔ بلکہ تیری تخلیق کا منشاء کچھ اور ہے، جنگلی ہرن بھی آپ سے خطاب کرتے اور اسی قسم کی گفتگو کرتے تھے چنانچہ آپ ان سب باتوں سے بہت متاثر ہوئے اور دن رات اسی فکر میں رہنے لگے آخر کار انجام یہ ہوا کہ قطب الاقطاب ہو گئے۔ اور ایک عالم کو مطلوب حقیقی تک پہونچا دیا۔

کہتے ہیں کہ جب آپ نے سلطنت چھوڑ کر صحرا نشینی اختیار فرمائی تو صبح کے وقت نقار خانہ کے نقارہ کی آواز سنی جو آپ کے صاحبزادے کے نام پر بجایا جا رہا تھا۔ اُسے سن کر آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ سبحان اللہ ایک وقت وہ تھا کہ یہ نوبت میرے نام سے بجتی تھی۔ اس خیال کے آتے ہی

غیب سے آواز آئی کہ چونکہ ابراہیمؒ کے دل میں نوبت کا خیال پیدا ہوا ہے اس لئے آج سے قیامت تک کے لئے خدا کا حکم ہوتا ہے کہ ساتوں آسمانوں پر ابراہیمؒ بن ادھم کے نام کا نقارہ بجایا جائے۔

ترک شاہی کے بعد ایک مرتبہ اثنائے بادیہ پیمائی میں آپ کا گذر دریائے دجلہ پر ہوا وہاں ایک صاحب، زاہد پرہیزگار اور دائم الصوم سکونت پذیر تھے ابراہیمؒ تمام دن آپ کے ساتھ رہے جب افطار کا وقت ہوا تو زاہد کے لئے ایک خوان نازل ہوا اور ابراہیمؒ کے لئے دس خوان۔ زاہد اس امتیاز سے شرمندہ ہوا اور پروردگار سے التماس کی کہ اے خدا میں صرف تیری مہربانیوں کے سہارے ایک عرصہ دراز سے عزلت گزیں ہوں میرے لئے صرف ایک خوان اترا، اور اس نووارد مہمان کے لئے دس خوان اترے۔ آواز آئی کہ اے زاہد! تو مفلس تھا اور انتہائی جدوجہد کے بعد بھی زندگی بسر کرنی مشکل تھی جو کچھ تجھے ملا غنیمت ہے۔ برخلاف اس نووارد کے جس نے میری محبت میں سلطنت کو ٹھکرادیا اس کی شوکت وحشمت کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی خاطر بہت کم ہے، اپنے دوستوں کے راز سے کچھ ہمیں آگاہ ہیں اس بارے میں زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔

مشہور ہے کہ آپ کے زمانۂ بادیہ پیمائی میں ایک بزرگ غیب سے ظاہر ہوئے اور آپ کو اسم اعظم سکھایا جس سے آپ پر عرش سے تحت الثریٰ تک کے حالات منکشف ہوگئے اس کے بعد حضرت خواجہ خضرؑ تشریف لائے اور فرمایا کہ ابھی میرے بھائی الیاس نے تمہیں اسم اعظم سکھایا ہے میں بھی تمہیں اسکی اجازت دیتا ہوں امید ہے کہ تم اس کی مداومت سے منزل مقصود تک پہنچ جاؤ گے۔

ایک مرتبہ آپ لکڑی کا گٹھا لئے ہوئے بازار میں کھڑے تھے کہ ایک

بلخ کا باشندہ جو آپ کو پہچانتا تھا پاس آیا، اور دریافت کیا، کہ اے سلطان! بلخ کی سلطنت چھوڑنے سے آپ کو کیا حاصل ہوا؟ آپنے اس گھٹنے پر ہاتھ مارا ہاتھ لگتے ہی وہ سونے کا ہو گیا۔ آپ نے اُس کو دور پھینکدیا اور فرمایا کہ بلخ کے نام کی منحوسیت نے آج کے قوت حلال کو برباد کر دیا۔ اور وہاں کی حکومت ترک کرنے سے ادنیٰ امتیاز جو مجھے حاصل ہوا، وہ یہ ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔

آپ عموماً کھوہ میں رہا کرتے تھے ایک شب سخت سردی پڑی اور ساتھ ہی غسل کی ضرورت لاحق ہوئی۔ کھوہ کی جانب ایک چشمہ تھا۔ اس میں سے برف توڑ کر آپ نے غسل فرمایا اور نماز ادا کی سردی کی وجہ سے ہلاکت کا خوف تھا۔ آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کاش آگ یا کوئی گرم کپڑا ہوتا تو میں اپنا جسم گرم کر لیتا۔ اسی اثناء میں آپ سو گئے خدا کے حکم سے ایک اژدہے نے آکر آپ کو لپیٹ لیا اور آپ سردی سے محفوظ رہے جب بیدار ہوئے، تو فرمایا اے خدا! مجھے سردی معلوم ہو رہی تھی تو نے اپنی مہربانی و عنایت سے مجھے بچایا۔ اب اس بلا سے بھی رہائی عطا فرما! چنانچہ اژدہے نے الگ ہو کر اپنی راہ لی اور غائب ہو گیا۔

آپ دن میں روزہ رکھتے اور گھاس کاٹ کر اسے بیچتے جو کچھ ملتا اس میں سے کچھ فقراء پر تقسیم کر دیتے بقیہ اپنی ضروریات میں صرف فرماتے اور تمام رات عبادت میں مصروف رہتے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ آپ سوتے نہیں فرمایا کہ جو شخص اپنے دوست سے غافل نہ ہو اس پر نیند کا غلبہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ ابو سعید ابو الخیرؒ آپ سے ملاقات کرنیکے لئے کھوہ میں گئے، چونکہ آپ لوگوں کے ہجوم سے پریشان ہو کر مکہ معظمہ چلے گئے تھے

اس لئے ملاقات نہ ہو سکی۔ مگر تمام غار ایسا معطر تھا کہ بے ساختہ فرمانے لگے کہ سبحان اللہ اگر یہ غار مشک سے بھرا ہوتا، تب بھی ایسی خوشبو نہ پیدا ہوتی جیسی کہ ایک صاحب دل کی رہایش سے پیدا ہوئی۔

ایک شب آپ بیت المقدس کی مسجد میں ٹاٹ میں چھپ گئے وجہ یہ تھی کہ اس مسجد کے خدام کسی کو وہاں رات گذارنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ تھوڑی دیر میں مسجد خالی ہوگئی اور خدام قفل ڈال کر چلے گئے تھوڑی رات گذرنے کے بعد دروازہ خود بخود کھلا اور ایک ضعیف العمر نورانی چہرہ والا آدمی داخل ہوا جس کے پیچھے چالیس آدمی پلاس پوش تھے دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد وہ لوگ بیٹھ گئے، اور آپس میں باتیں کرنے لگے، ان میں سے ایک شخص نے کہا، کہ آج یہاں کوئی دوسرا شخص معلوم ہوتا ہے، بزرگ نے مسکرا کر کہا کہ ابراہیم بن ادھم ہے، تقریبًا چالیس یوم ہوے کہ وہ عبادت کی لذت سے محروم ہے یہ سنتے ہی آپ ٹاٹ کے نیچے سے برآمد ہوئے، بزرگ کو سلام کیا اور کہا کہ کیا آپ اس کا سبب بھی بیان فرمائیں گے۔ بزرگ نے فرمایا فلاں روز تم بصرہ میں ایک خرما فروش سے خرمے خرید رہے تھے کہ ایک خرما نیچے گر پڑا تم نے اسے اپنا خیال کرکے اٹھا لیا، حالانکہ وہ تمھارا نہ تھا۔ یہ سن کر آپ فورًا بصرہ تشریف لے گئے اور اس خرما فروش سے معافی کے خواستگار ہوئے چنانچہ اس نے معاف کردیا۔ اور اس واقعہ کا اس پر ایسا زبردست اثر ہوا کہ وہ تائب ہو کر آپ کے ساتھ ہو لیا۔ اور آپ کی فیض صحبت سے ابدال کے درجہ پر فائز ہوا۔

ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس سے آپ نے فرمایا کہ کیا تم ولی بننا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کہ اس سے بہتر کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ

ماسوا اللہ سے بالکل قطع تعلق کرلو، دنیا و آخرت کسی کی طرف بھی توجہ نہ کرو اور
حلال کی کمائی کھاؤ۔ اگر اس کے خلاف کروگے تو ہرگز ولایت کو نہ پہونچوگے۔
اسی طرح ایک اور شخص آپ کے پاس آیا اور عرض کی کہ کچھ نصیحت فرمائیے
ارشاد ہوا کہ منھ بند رکھو! اور دل کھول لو۔ یعنی زبان سے کچھ نہ کہو اور
دل میں عرفان پیدا کرو! اس کے بعد ارشاد فرمایا، کہ جب تک اپنی بیوی کو
بیوہ اور فرزندوں کو یتیم نہ سمجھ لوگے اور مزبلہ پر سونا نہ اختیار کروگے
اولیا کی صف میں بیٹھنے کے قابل نہ بنوگے۔
ایک مرتبہ آپ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی بھوکا ہو اور کوئی چیز موجود
نہ ہو تو کیا کرے فرمایا کہ دو چار دن صبر کرے اس کے بعد بھی اگر کچھ نہ ملے تو
مہینوں اور سالوں صبر کرتا رہے یہاں تک کہ مرجائے۔ عرض کیا گیا کہ خون
بہا کس پر عائد ہوگا۔ فرمایا مارنے والے پر۔
ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کی کہ گوشت گراں ہوگیا ہے فرمایا کہ
ارزاں کرنے کی آسان ترکیب ہے، وہ یہ کہ گوشت کھانا چھوڑ دیا جائے۔
ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ سے کہا کہ "میں نے خود پر بہت ظلم کیا ہے"
مجھے ایسی نصیحت فرمائیے جو میری رہبری کرے فرمایا کہ میری چھ باتیں گرہ میں
باندھ لو۔ اس کے بعد جو چاہو کرو۔
اول جب گناہ کرو تو خدا کا دیا ہوا رزق نہ کھاؤ۔ اس نے کہا کہ
جو کچھ دنیا میں ہے اسی کا عطا کردہ ہے فرمایا کہ پھر شرم نہیں آتی کہ اسی کی
نعمت کھاؤ اور اسی کی نافرمانی کرو!
دوم۔ اگر کوئی گناہ کرو تو اس کے ملک سے نکل جاؤ۔ عرض کیا کہ
مشرق سے مغرب تک اسی کا ملک ہے کہاں جاؤں۔ فرمایا کہ یہ کہاں کا انصاف

ہے؟ کہ اسی کے ملک میں رہو اور اسی کو ناراض کرو۔

سوم جب تم کوئی گناہ کرو تو خیال رکھو کہ وہ تمھیں دیکھ نہ سکے۔ کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ وہ تو عالم الغیوب ہے۔ فرمایا کہ بڑے افسوس کی بات ہے، کہ اسی کے ملک میں رہو اسی کا رزق کھاؤ اور اسی کے سامنے گناہ کرو!

چہارم جب ملک الموت تمھاری روح قبض کرنے آئیں تو ان سے کہو! کہ مجھے کچھ مہلت دو! تاکہ میں توبہ کرلوں، جواب دیا کہ وہ کیوں قبول کرنے لگا؟ فرمایا! اگر اس پر قادر نہیں تو ملک الموت کے آنے سے پہلے توبہ کرلو۔

پنجم جب منکر ونکیر قبر میں تمھارے پاس آئیں، تو کسی بہانے سے ان کو اپنے پاس سے ہٹادو! کہا کہ یہ تو بہت دشوار ہے، ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ میری حیلہ سازی سے چلے جائیں، فرمایا کہ اگر تم اس کو دشوار سمجھتے ہو تو ان کے آنے سے پہلے جواب کے لئے آمادہ ہو جاؤ، تاکہ اس وقت عاجز نہ رہو۔

ششم کل قیامت کے دن گناہ گاروں کو فرمان ہوگا، کہ دوزخ میں جاؤ اس وقت یہ کہدینا کہ میں نہ جاؤں گا، کہا یہ تو سب سے زیادہ مشکل ہے، کہ میں نہ جاؤں، میری مجال نہیں کہ حکم خدا کو رد کردوں۔ فرمایا کہ پھر کس برتے پر ایسا کام کرتے ہو کہ قیامت کے دن رہائی ناممکن ہو جائے۔ اس شخص نے عرض کی کہ اے خواجہ! میں آپ کا مطلب سمجھ گیا۔ چنانچہ اس نے اسی وقت توبہ کی اور آپ کی خدمت اختیار کی۔

ایک بار آپ چند درویشوں کے ساتھ ایک قلعہ میں پہونچے آپ کی اجازت سے سب وہیں اترے اور شب باشی کا ارادہ کرلیا۔ اتفاقاً اس قلعہ میں جلانے کی لکڑی موجود تھی، چنانچہ سب نے روٹیاں پکائیں، مگر سالن موجود نہ تھا، اس لئے سب کہنے لگے کاش اس وقت گوشت ہوتا تو بھون کر کھاتے

اس وقت آپ نماز میں مصروف تھے سلام پھیرنے کے بعد فرمایا کہ خدا قادر ہے کیا عجب کہ تمھیں گوشت پہونچادے اس کے بعد پھر آپ نماز میں مشغول ہوگئے اسی اثنار میں شیر کے گرجنے کی آواز آئی تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ ایک شیر ایک گورخر کو بھگاتا ہوا لارہا ہے گورخر کی طاقت رفتار تھکن کی وجہ سے سلب ہوچکی تھی۔ چنانچہ اسے ذبح کرکے کباب لگائے گئے اور بجز آپ کے سب نے آسودہ ہوکر کھایا۔ آپ صبح تک نماز میں مشغول رہے۔

ایک مرتبہ آپ وضو کے لئے ایک کنوئیں کے پاس گئے اور ڈول کو کنوئیں میں ڈالا لیکن بجائے پانی کے چاندی سے بھرا ہوا نکلا۔ دوبارہ پھر ڈالا تو سونے سے بھرا ہوا نکلا تیسری بار جو ڈالا تو موتیوں سے بھرا ہوا نکلا۔ آپ نے فرمایا کہ اے خدا تو مجھے یہ کیا دکھارہا ہے؟ ایسی بہتیری چیزوں کو چھوڑ کر میں نے اپنا دل تجھسے لگایا ہے اور پھر تو مجھے ان چیزوں پر فریفتہ کرنا چاہتا ہے مجھے وضو کیلئے پانی چاہئے یہ کہکر پھر آپ نے ڈول ڈالا تو پانی سے بھرا ہو نکلا، اور آپ وضو سے فارغ ہوکر نماز میں مشغول ہوگئے۔

کہتے ہیں کہ آپ کا ایک کمسن بچہ تھا جس سے آپ کو بیحد محبت تھی ایک دن شفقت پدری کی وجہ سے اپنے بچے کو بلا کر اپنے زانو پر بٹھالیا، فوراً غیب سے آواز آئی کہ "اے ابراہیم کیوں میری دوستی کا دم بھرتے ہو؟ جب سے تم نے زانو پر لڑکے کو بٹھلایا مجھے بھول گئے" فوراً آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، اور رونے لگے، اور پھر کہا کہ اے پروردگار! جس نے تیری یاد سے ابراہیم کو غافل کیا ہے اس کو دنیا سے اٹھالے۔ لڑکا فوراً مر گیا، اور آپ نے اسکی تجہیز و تکفین کے بعد سجدۂ شکر ادا کیا۔

آپ نے بلخ سے نکلنے کے بعد کچھ دنوں دریائے دجلہ پر قیام فرمایا۔ چنانچہ وزرا و امرا معہ لشکر کے وہاں پہونچے، اس وقت آپ اپنا خرقہ سی رہے تھے، جب لوگوں کا ہجوم دیکھا تو" دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ اور کہاں سے آرہے ہیں؟" لوگوں نے حقیقت سے آگاہ کیا اور واپسی کے لئے اصرار کرنے لگے آپ نے انکار کردیا۔ لیکن جب بہت ہی آپ کو مجبور کیا گیا تو اپنی سوئی دجلہ میں ڈالدی، اور فرمایا کہ اگر تم میری یہ سوئی لے آؤ! تو اس کے بعد جو کچھ تم کہوگے اس پر عمل کرونگا۔ چنانچہ اکثر لوگوں نے کوشش کی لیکن کچھ نہ ہوسکا یہ دیکھ کر آپ نے حکم دیا کہ اے دریا کی مچھلیو! میری سوئی لے آؤ فوراً ہزاروں مچھلیاں اپنے منھ میں سونے کی سوئیاں لے کر پانی کی سطح پر آگئیں ان میں سے ایک کے منھ میں آپ کی سوئی بھی تھی۔ آپ نے اپنی سوئی لے لی۔ اور انھیں رخصت کیا، پھر آپ نے ان سب کی جانب مخاطب ہوکر فرمایا کہ مجھے بادشاہت کی خواہش نہیں اب تم لوگ جاؤ اور جس کو اس قابل سمجھو اسے اپنا بادشاہ بنالو۔

کہتے ہیں کہ ایک روز آپ کوہ بوقیس پر بیٹھے تھے اور اپنے ساتھیوں سے گفتگو فرمارہے تھے۔ اثنار گفتگو میں آپ نے فرمایا اگر کوئی ولی پہاڑ کو چلنے کا حکم دے تو وہ فوراً چلنے لگے گا۔ اتنا کہنا تھا کہ پہاڑ کو جنبش ہوئی۔ لیکن آپ نے اپنے پاؤں سے پہاڑ کو دبا دیا اور فرمایا کہ میں نے بطور تمثیل کے ایک بات کہی تھی تجھے چلنے کا حکم کس نے دیا تھا؟

ایک دن خلیفہ عباسی معتصم باللہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ آپ کے پیش نظر کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ دنیا طالبان دنیا کو مبارک ہو! اور آخرت طالبان آخرت کو۔ میرے پیش نظر اس دنیا میں خدا کی

عبادت ہے اور اُس دنیا میں خدا کی ملاقات۔ کسی دوسرے شخص نے دریافت کیا کہ آپ کے پیش نظر کونسا مقصد ہے؟ ارشاد فرمایا کہ بندگان خدا اس کے محکوم ہیں پیشہ ور نہیں کہ ان کا کوئی مقصد ہو۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت کبھی چار زانو ہو کر نہیں بیٹھے۔ کسی نے وجہ دریافت کی فرمایا کہ ایک روز میں چار زانو ہو کر بیٹھا تھا تو غیب سے آواز آئی کہ اے ابن ادھم کیا بندوں کی یہی نشست ہوتی ہے؟ اس روز سے میں چار زانو نہیں بیٹھا۔

ایک روز آپ اور خواجہ بلخی بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک صاحب کشف و کرامات درویش آیا حضرت نے فرمایا کہ تمھاری روزی کیسے چلتی ہے' اس نے جواب دیا کہ جب ملتا ہے تو کھا لیتا ہوں' ورنہ صبر کرتا ہوں' آپ نے فرمایا کہ خراسان کے کتوں کا طریقۂ کار بھی یہی ہے' اس کے بعد آپ نے شقیق بلخی سے بھی یہی سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جب ملتا ہے تو دوسروں کو بھی دیتا ہوں اور جب نہیں ملتا، تو خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ یہ سن کر آپ نے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اور فرمایا کہ فقر یہی ہے۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ کس کے بندے ہیں۔ اس سوال سے آپ کانپ اٹھے اور حالت اضطراب میں زمین پر لوٹنے لگے اس کے بعد یہ آیت پڑھی

ان کل من فی السموات والارض	زمیں اور اسمان کی تمام مخلوق
الا الی الرحمان عبداً	بندگان خدا ہیں۔

اس شخص نے کہا کہ آپ نے پہلے کیوں جواب نہ دیا تھا؟ ارشاد فرمایا کہ یہ تو کہا نہیں جا سکتا کہ میں اس کا بندہ نہیں، لیکن یہ کس منہ سے کہوں کہ اس کا بندہ ہوں ایسا

نہ ہو کہ وہ حق بندگی طلب کرے۔

کہتے ہیں کہ حضرت آخر عمر میں کسی خاص مقام پر نہ رہتے تھے بعض لوگ کہتے ہیں کہ بغداد میں رہتے تھے، اور بعضوں کا خیال ہے، کہ شام میں لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے مزار کے قریب ایک غار تھا، آپ اسی میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ وہیں وصال کے بعد غیب سے آواز آئی۔ انّ امام الارض قد مات لوگ اس آواز سے متحیر ہوئے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ حضرت سلطان ابراہیم ابن ادھمؒ قدس اللہ العزیز نے وفات پائی۔ آپ کی تاریخ وفات ۲۶ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۶۲ھ ہے آپ کے دو خلفا تھے (۱) خواجہ حذیفۃ المرعشی (۲) خواجہ شقیق البلخی رضی اللہ عنہما۔

(۷)

ملک الاولیا، امام الفقرا، عامل کارگاہ ہدایت، کامل بارگاہ ولایت، واقف اسرار احدیت، کاشف رموز صمدیت، قطب المحققین حضرت خواجہ حذیفۃ المرعشی قدس سرہٗ

آپ کا لقب شدید الدین ہے خرقۂ فقر و ارادت حضرت ابراہیم بن ادھمؒ سے ملا آپ فقیہ اور عالم باعمل تھے۔ علم سلوک کے متعلق آپ کی کئی تصانیف ہیں۔ ہمیشہ باوضو رہتے تھے۔ چنانچہ تیس سال تک باستثنائے حوائج ضروری آپ کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ عموماً تین چار دن اور کبھی کبھی پانچ یا چھ دن کے بعد افطار فرماتے تھے تاہم تین لقموں سے زیادہ کھانا دستر خوان پر نہ ہوتا تھا۔ آپ کا ارشاد ہے کہ درویش

خدا کو کرنا الہ الا اللہ ہے اگر کسی درویش کے پاس ایک درم بھی دیکھو تو ہرگز اس کے پاس نہ بیٹھو، جو درویش پیٹ بھر کھانا کھائے، وہ پیٹ کا بندۂ ناقص اور خودی سے پر ہے اگرچہ لوگوں نے اسے اپنا مقتدا بنا لیا ہو لیکن اس کی صحبت سے پرہیز ہی کرنا چاہیئے۔

مشہور ہے کہ ایک دن حضرت خضر علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ ابراہیم بن ادھم کی صحبت اختیار کرو! یہ سنتے ہی آپ کے دل میں حضرت سلطان ابراہیم بن ادھم کی محبت پیدا ہو گئی اور آپ ان کے پاس جاکر عاجزی کے ساتھ قدموں پر گر پڑے۔ آپ نے فوراً اٹھا لیا اور بغل گیر ہو کر فرمانے لگے، اے حذیفہ خاطر جمع رکھو چند روز کے بعد تمھارے کاموں کی تکمیل ہو گی۔ حلقہ ارادت میں داخل ہونے کے بعد آپ نے گوشہ نشینی اختیار فرمائی اور خدا کی یاد میں مشغول ہو گئے۔ چھ مہینے اپنے پیر کی خدمت میں رہے اور اس اثناء میں صرف چھ مرتبہ افطار فرمایا۔ جب سلطان ابراہیمؒ نے ان کی ریاضت اور مجاہدہ کو دیکھا تو فرمایا کہ جو کام کہ درویش کو کرنا چاہیئے تم وہی کر رہے ہو، خدا نے چاہا تو دن بدن تمھارے کام بہتر ہوتے جائیں گے اور تم عالی مرتبت درویش بن جاؤ گے۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد آپ کی باطنی توجہ اور دعا کے اثر سے آپ فائز المرام ہوئے۔ چنانچہ سلطان ابراہیم بن ادھمؒ نے اپنا خرقہ انھیں پہنا دیا۔ اور اپنے مقام پر بٹھا کر انھیں اجازت دی کہ مخلوق کی رہنمائی کرو! اور ہدایت فرمائی کہ دنیا کو ہرگز قبول نہ کرنا کیونکہ دنیا ایک راہزن ہے جو شخص خدائے تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا اور اس کی اطاعت کرتا ہے دنیا اس کے راستہ میں رکاوٹیں پیدا کرتی ہے، کہ وہ حق کی اطاعت سے باز رہے لیکن صاحب دل اس کے پھندے میں نہیں پھنستا۔ اگر اہل دنیا تم سے

ملاقات کرنی چاہیں تو معافی مانگ لو گریہ وزاری کرو! اور اپنے پیر کو شفیع قرار دو! اور دنیا والوں سے ایسا بھاگو! جیسا کہ تیر کمان سے نکل کر بھاگتا ہے

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ سات سال کے سن میں قرات سبعہ کے حافظ ہو گئے رات دن تلاوت قرآن میں مصروف رہتے اور درویشوں کی نہایت تعظیم فرماتے تھے حضرت خواجہ فضیل بن عیاض اور حضرت بایزید بسطامی رحمہما اللہ کے دیدار سے بھی آپ مشرف ہوئے تھے۔ اور دونوں حضرات نے ارشاد فرمایا تھا کہ حذیفہ رضہ بہت بڑے ولی ہوں گے اور بہت لوگوں کو منزل مقصود تک پہونچائیں گے۔

سولہ سال کی عمر میں آپ کو علم لدنی حاصل ہو گیا۔ اور آپ نے شریعت، طریقت، حقیقت، اور معرفت کے مراتب مقرر فرمائے اور انھیں مرتب کیا آپ ایک کمل پوش، خلوت نشین اور دائم البکا بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے پوچھا کہ جناب کے ہمیشہ مصروفِ گریہ رہنے کی کیا وجہ ہے؟ ارشاد ہوا کہ خدا فرماتا ہے فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر میں نہیں جانتا کہ کس فریق سے میرا تعلق ہے عرض کیا گیا کہ جب آپ کو اس کا علم نہیں تو دوسروں کو مرید کر کے کیوں ان کی منزل کھوٹی کرتے ہیں۔ ان کلمات سے آپ پر اضطراب طاری ہوا اور چیخ مار کر بیہوش ہو گئے کچھ دیر کے بعد جب آپ کو ہوش آیا تو غیب سے آواز آئی کہ اے حذیفہ تو میرا دوست ہے اور بہشت میں تو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے گا۔ کہتے ہیں کہ اس مجلس میں تین سو کفار موجود تھے یہ بشارت غیبی سنتے ہی سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

جب آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو سرورِ کائنات کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ اور عرض کی

کہ یا رسول اللہ میں خدا کے قہر سے ڈرتا ہوں ایسا نہ ہو کہ مورد عتاب بنوں آنحضرت نے بشارت دی کہ ہمت و مردانگی کے ساتھ بسر کرو! انشاء اللہ تعالیٰ تم اور تمھارے احباب سب بہشت میں میرے ساتھ ہوں گے۔

آنجناب فقراء سے محبت فرماتے اور دنیا پرستوں سے گریزاں رہتے تھے آپ کا ارشاد ہے کہ چونکہ حدیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ "للصحبۃ تاثیر" اس لئے میں دنیا داروں سے گریز کرتا ہوں کیونکہ اگر میری صحبت سے متاثر ہوئے تو زہے سعادت اور اگر ایسا نہوا بلکہ میں خود ان کی صحبت سے متاثر ہوا تو میرا کام بھی خراب ہو جائے گا اور درویشوں سے شرمندہ ہونا پڑے گا۔

جب کوئی دنیا پرست تارک الدنیا ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ چالیس دن تک اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے اور چالیس دن کے بعد بلا کر یہ فرماتے کہ ولی اللہ قریب آؤ اکثر انبیاء فقیر تھے اور خاتم النبیین فقیر تر تھے۔

آپ کی زبان مبارک سے جو کچھ نکلتا تھا فوراً پورا ہو جاتا تھا چنانچہ مشہور ہے کہ ایک مرتبہ چند جہلا، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اے حذیفہ تو خدا کی عبادت میں مشغول ہے! لیکن ہم تجھے اس سے روک دیں گے ورنہ تو ہم کو ایک پھونک مار کر جلا دے۔ حضرت نے ان کی طرف توجہ نہ کی حتیٰ کہ ایک جاہل نے آپ کے ہاتھوں کو پکڑ کر تکلیف پہونچائی اور آنحضرت نے تین بار آہ کی فوراً ایک آگ پیدا ہوئی جس نے طرفۃ العین میں سب کو خاکستر کر دیا۔

آنجناب سالہا سال سفر اور حضر میں اپنے پیر کے ہمراہ رہے اور شادی نہیں کی۔ آپ کا ارشاد ہے کہ جب مجھے سستی لاحق ہوتی تھی تو وہ فرماتے تھے

کہ اُس خدا کی قسم کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے حذیفہ قیامت کے دن تیرے
حساب سے تیرا عمل ایک دن کے عمل کے برابر نہیں۔ یہ سن کر میں ان سے
عرض کرتا تھا کہ آپ کی قسم غلط نہیں ہوسکتی اور نہ ٹوٹ سکتی ہے۔
آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ فاجروں اور سفیہوں سے بچو! کیونکہ اگر
تم ان کی صحبت کو قبول کروگے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ تم ان کے افعال
سے خوش ہو۔
آپ نے ۱۴ شوال ۲۵۲ھ میں داعی اجل کو لبیک فرمایا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۸)

ناصر شریعت، امام طریقت، تاج العارفین، برہان الواصلین، مقتدائے مذہب، پیشوائے ملت، قطب المجتہدین حضرت خواجہ ہبیرۃ البصری قدس سرہٗ۔

آپ کا لقب امین الدین ہے۔ آپ تمام علماء و اولیا کے مقتدا، عارف
کامل اور صاحب درجات تھے آپ نے خرقۂ خلافت قطب المحققین حضرت خواجہ
حذیفۃ المرعشی سے پایا۔
کہا جاتا ہے کہ آپنے ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔ سترہ سال کی سن میں
آپ کی عقل محیر العقول تھی۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کلام پاک کے حافظ
ہوگئے۔ سوائے حوائج ضروری کے تیس سال تک باوضو رہے، اور تیس سال ذکر
حق، مجاہدہ اور ریاضت شاقہ میں مشغول رہے۔ ایک دن حالت یاس میں

بہت روئے اور التجا کی کہ اے پروردگار ایک عاجز اور بیکس تیری رضامندی کے لئے جل رہا ہے اور باوجود شکستہ دلی کے تجھی سے امید وابستہ ہے کہ تو اپنے فضل وکرم سے بخش دے گا۔ عالم بالا سے آواز آئی اے میرے ہبیرہ! میں نے تجھے بخشدیا۔ مگر تجھے حذیفہ کے پاس جانا چاہیے حسب ایمائے غیب آپ فوراً حضرت خواجہ حذیفۃ المرعشی کی خدمت میں پہونچ کر قدموں پر گر پڑے آپ چونکہ روشن ضمیر تھے بہت تعظیم اور مہربانی سے پیش آئے اور فرمایا کہ تم تیس سال سے مجاہدہ میں مصروف ہو اور مجاہدہ میں اثر کا ہونا لازمی ہے لیکن ہر شخص خود بخود مجاہدے کے ذریعہ منزل مقصود تک پہنچ نہیں سکتا۔ الغرض ریاضت کی بدولت آپ نے صرف ایک ہفتہ میں مقام قرب کو حاصل کرلیا۔ اور ایک سال کے بعد خرقہ سے سرفراز ہوئے پیر نے نصیحت فرمائی اے ہبیرہ! بزرگوں کی پیروی میں کبھی کوتاہی نہ کرنا تاکہ کامیابی حاصل ہو۔ جب آنجناب ارادت سے مشرف ہوئے تو غیب سے ندا آئی کہ" اے ہبیرہ ہم نے تجھے درجۂ قبولیت بخشا" خرقہ پہننے کے بعد آپ نے نمک اور شکر کا استعمال قطعی ترک فرمادیا۔ جو شخص آنجناب کا منظور نظر ہوتا اسپر عالم بالا سے تحت الثریٰ تک کا انکشاف ہوجاتا تھا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے خرقہ پہننے کے وقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک اور تمام بزرگان دین کی مقدس روحیں موجود تھیں اور میرے لئے دعا کر رہی تھیں لیکن میں رو رہا تھا اور خدا تعالی سے خائف تھا کہ درویشی کا کام بہت مشکل ہے آج میں نے خرقہ تو پہن لیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کل اس کے لائق ثابت نہ ہوسکوں۔

عموماً آپ پانچ چھ دنوں کے بعد افطار فرماتے تھے، اور اس قدر روتے

کہ آنکھوں سے خون نکلنے لگتا، اور ہلاکت کا خوف لاحق ہو جاتا۔

ایک مرتبہ حالت گریہ و بکا میں آپ خدا سے التجا کر رہے تھے کہ الہٰی بیچارہ ہبیرہ غریب ہے اگر تو اس سے افطار کا حساب لے گا تو اس کی کیا طاقت ہے کہ جواب دے سکے؟ ندا آئی کہ ہم نے تیرا حساب تجھ پر آسان کر دیا۔ تجھے بخش دیا، اور تجھے جنت میں جگہ دی۔

آپ اتنے بلند مرتبہ تھے کہ جو شخص محبت اور خلوص سے جاتا نعمتوں سے سرفراز اور مقاصد دلی میں کامیاب ہوتا۔

اکثر آپ مسجد میں رہتے تھے، اہل دنیا سے آپ کو بالکل نفرت تھی حتیٰ کہ ان کے کھانے پانی سے بھی پرہیز فرماتے تھے آپ کا قول ہے کہ دولتمند لوگوں کا کھانا بھی زہر قاتل ہے، جو دل کو سیاہ کرتا اور مقصد کی تباہی و بربادی کا باعث ہوتا ہے۔ آپ ذاکر و شاغل اور شب بیدار تھے' روزی پیدا کر کے اپنے بزرگان سلف کی پیروی میں تین لقموں سے زیادہ نہ کھاتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ فقیر کو چاہیئے کہ وہ سب سے بیگانہ اور اپنی وھن میں رہے نہ کسی کی تعریف سے خوش ہو نہ برائی سے رنجیدہ اور ہمیشہ خدا کی یاد میں مشغول رہے۔

ایک دن ایک دولتمند آپ کے پاس ہزار دینار بطور نذرانہ لایا آپ دیکھتے ہی بیہوش ہو گئے جب آپ کے چہرہ مبارک پر پانی کے چھینٹے دیئے گئے تب ہوش میں آئے آپ کا رنگ زرد پڑ گیا تھا اور لرزہ براندام تھے لوگوں نے سبب دریافت کیا، تو ارشاد ہوا کہ افسوس! ایسا شخص جو جویائے محبوب اور خواہاں مطلوب ہو اس کے پاس اگر کوئی دوسری چیز لائی جائے تو ایسی زندگی سے موت بہتر ہے درویش کو درہم و دینار سے کیا واسطہ؟ اس کو

فقر وفاقہ و شکستگی کی ضرورت ہے جس میں یہ اوصاف نہ پائے جائیں وہ درویش کہلانیکے لائق ہی نہیں۔ آعوذ باللہ من الدنیا واھل الدنیا ومن الشیطان الرجیم۔

ساتویں شوال کو اس دارغرور سے دارالسرور کیجانب آپ نے رحلت فرمائی رضی اللہ عنہ

(۹)

شیخ المشائخ والاولیا، حجت العابدین والاتقیا، شمس الفقراء، بدر الغربا، قطب الکاملین حضرت خواجہ علو ممتاز ممشاد دینوری قدس سرہ العزیز

آپ عالم اسرار کے واقف کامل اور کلام ربانی کے حافظ گذرے ہیں آپ کا لقب کریم الدین تھا۔ خرقہ فقر وارادت حضرت خواجہ ہبیرۃ البصری سے پایا آپ معروف کرخیؒ کے فیض صحبت سے اور ان کے خرقہ سے بھی سرفراز ہوئے ان کے علاوہ آپ نے بہت سے درویشوں کی خدمت کی، اور سب سے کچھ نہ کچھ فیض حاصل کیا تیس سال مجاہدہ وریاضت میں بسر کئے اکثر سات دن کے بعد آپ افطار فرمایا کرتے تھے، اور منہ کی خشکی دور کرنے کے لئے تھوڑا پانی اور ایک کھجور پر قناعت فرماتے تھے۔

کہاجاتا ہے کہ آپ درویشی اختیار کرنے سے پہلے بہت مالدار تھے، لیکن کوچہ فقر میں قدم رکھتے ہی، سب کچھ راہ مولیٰ میں لٹا دیا۔ حتیٰ کہ افطار کیلئے بھی کچھ نہ رکھا۔

ایک بار خانہ کعبہ میں آپ نے اللہ سے التجا کی کہ میں تیرے سوا کچھ

نہیں چاہتا۔ عیال و اطفال تیرے سپرد ہیں تو ہی ان کا رازق ہے، آواز آئی! کہ اے عالی مرتبت! تو ہماری طرف متوجہ رہ! ہم تیرے عیال و اطفال کے کفیل ہیں۔ اس کے بعد آپ مکہ معظمہ میں خدا کی عبادت میں مشغول ہو گئے ایک روز آپ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک خوان کھانا کوئی شخص لایا۔ آپ نے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اور یہ کس نے بھیجا ہے؟ عرض کیا کہ میں غیبی شخص ہوں رب العزت کا حکم ہے کہ یہ نعمت آپ کے اہل وعیال کو پہونچا دوں اور آپ کے لئے حکم ہوا ہے کہ ہمارے کام میں کسی قسم کی کمی نہ کرو۔ تمہارے اہل وعیال ہمارے بندے ہیں۔ ہم نے اپنے خزانہ غیب سے ان کا رزق جاری کر دیا ہے یہ سن کر آپ نے شکر ادا کیا اور عبادت حق میں مشغول ہو گئے فقر و فاقہ اور پھٹے پرانے کپڑوں پر قانع رہتے تھے اور خشیت خداوندی سے روتے روتے بیہوش ہو جایا کرتے تھے۔

حضرت خضر علیہ السلام اکثر آپ سے ملنے آتے تھے۔ ایک دن آپ نے پوچھا کہ اے خواجہ میں مجاہدہ اور ریاضت میں مصروف ہوں اور عشق میں جل رہا ہوں۔ آخر اس کا انجام کیا ہوگا؟ حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ جب حق سبحانہ تعالیٰ کسی کو اپنا دوست بناتا ہے تو اس کے دل کو اپنی خشیت اور محبت سے معمور فرماتا ہے آپ میں یہ سب نیک بختی کی علامات نمایاں ہیں لیکن ایک کامل درویش کی رہبری کی سخت ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی درویش ہو تو میں اس کی خدمت کو سعادت سمجھوں۔ حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ اس زمانے میں خواجہ ہبیرۃ البصری بہت بڑے ولی ہیں، جس پر ان کی نظر پڑتی ہے وہ شیخ کامل بن جاتا ہے لہٰذا تم جا کر ان کے مرید ہو جاؤ! حضرت خضرؑ کے ارشاد کے مطابق آپ حضرت خواجہ ہبیرۃ البصریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر

زمین بوس ہوئے خواجہ نے فرمایا کہ اے علو ممشاد تم برابر علو و رفعت حاصل کرتے جاؤ گے میں نے خدا سے استدعا کی ہے کہ تمہیں میرا جانشین بنادے اور تمہارے ذریعہ مخلوق کو ہدایت عطا فرمائے۔ اس کے بعد انہوں نے خلوت میں لے جاکر ذکر حق کی تلقین فرمائی کہتے ہیں کہ فی الفور حجاب اٹھ گیا اور آپ نے چشم زدن میں عرش سے فرش تک تمام کائنات کا مشاہدہ فرمالیا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ ہبیرہ نے فرمایا کہ ابھی تم اور ترقی کروگے یہ تو ابتدائی درجہ ہے جب آخری درجہ پر پہونچوگے تو سمجھوگے کہ پہلے کچھ نہ دیکھا تھا۔

حضرت خواجہ ہبیرۃ البصریؒ کے متعلق مشہور ہے کہ جب آپ کی نظر عرش پر پڑتی تھی تو دل کو ٹھیس لگتی تھی۔ اور آپ رنجیدہ ہوکر فرماتے تھے کہ ہبیرہ خدا کو چاہتا ہے اور خدا عرش و کرسی کو دکھاتا ہے۔

حضرت خواجہ علو ممشادؒ دینوری نے چند روز اپنے پیر کی خدمت میں رہ کر مجاہدہ و ریاضت کی ایک دن آپ کے پیر نے فرمایا کہ اے علو تمہارا کام ختم ہوچکا اب تم جاؤ وضو کرکے آؤ۔ آپ نے حکم کی تعمیل کی۔ اس کے بعد حضرت خواجہ ہبیرہؒ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر التجا کی کہ الٰہی علو کو درویشی عطا فرما۔ یہ سنتے ہی آپ بیہوش ہوگئے، اور کچھ دیر کے بعد ہوش میں آئے، اور اسی طرح چالیس بار پے در پے بیہوش ہوتے رہے، پیر روشن ضمیر نے اپنا لعاب دہن آپ کے دہن میں ڈالا، جس کے اثر سے آپ فی الفور ہوش میں آئے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ نے پوچھا کہ کیا تم نے اپنے مطلوب کا مشاہدہ کیا، زمین بوس ہوکر عرض کی کہ تیس سال سے مجاہدہ و ریاضت کر رہا تھا لیکن وہ خزانۂ سعادت حاصل نہ ہوا جو چشم زدن میں آپ کی عنایت سے ملا اس کے بعد اپنی گدڑی جو بزرگو

حاصل کی تھی۔ علو ممشاد دینوری کو بینائی اور تعلیم دی کہ فرمان حق کے خلاف کوئی کام نہ کرنا۔

جب آپ کسی کو مرید کرنا چاہتے تھے تو پہلے مراقبہ کرتے اور اگر اجازت ہوتی تو مرید فرماتے، ورنہ انکار کر دیتے، اور جو شخص بھی آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوتا، اس پر پہلے ہی دن عرش سے فرش تک کے تمام عجائبات منکشف ہو جاتے تھے آپ صرف قیلولہ کے وقت کچھ آرام فرماتے تھے، وہ بھی پلنگ پر نہیں، ہمیشہ ذکر مولیٰ اور قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے،

ایک دن بت پرستوں کی ایک جماعت پوجا پاٹ کے لئے جا رہی تھی اتفاقاً آپ کی نظر کیمیا اثر ان پر پڑی، آپنے ان کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ اے لوگو! کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ خدا کے سوا دوسرے کی پرستش کرتے ہو۔ ان کلمات کا ان کے دلوں پر بہت اثر ہوا۔ اور وہ سب کے سب جو تعداد میں دو سو پچاس تھے حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہو گئے، اور آپ نے سب کو ارکان اسلام کی تعلیم فرما کر پرور دگار سے التجا کی کہ بچھڑے ہوئے بندے تیری درگاہ میں حاضر ہیں۔ ان پر تو اپنی عنایت سے رحم فرما! ندا آئی کہ اے علو! ان کے حق میں جو دعا ہو گی ضرور قبول کی جائے گی۔ چنانچہ آپنے دعا فرمائی جس کی تاثیر سے ان کی نظروں سے پردہ ہٹ گیا۔ اور تھوڑے عرصہ میں سب صاحب کرامات ہو گئے۔

ایک مرتبہ ایک شخص آپ کے پاس دعا کے لئے آیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدا کے کوچہ میں قدم رکھو! تاکہ میری دعا سے بے نیاز ہو جاؤ اس نے پوچھا کہ خدا کا کوچہ کہاں ہے؟ فرمایا جہاں تم نہو، یہ سن کر وہ شخص گوشہ نشین ہو گیا، اسی زمانہ میں ایک بار کثرت سے بارش ہوئی، اور کچھ لوگ حضرت

خواجہ کے پاس دعا کے لئے گئے تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ وہی شخص پانی کی سطح پر اپنا سجادہ بچھائے ہوئے بیٹھ کر آرہا ہے حضرت علو نے پوچھا کہ تمھیں یہ بزرگی کیسے نصیب ہوی۔ عرض کی کہ یہ سب آپ ہی کی توجہ کی برکت ہے آپ سب کچھ جانتے ہوئے مجھسے کیا پوچھتے ہیں؟ خدا نے اپنے فضل سے مجھے مستغنی فرمادیا۔

کہا جاتا ہے کہ آپ صاحب سماع تھے اکثر مشائخ طریقت کا عرس کرتے مجلس عرس میں مخلوق کا اجتماع ہوتا اور سب کی خاطر تواضع یکساں طور پر ہوتی، ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ اے خواجہ! آپ گانا سنتے ہیں، اس میں کیا اسرار ہیں؟ فرمایا کہ اسرار حقیقت بیان نہیں ہو سکتے۔ البتہ چونکہ تمام صوفیا گانا سنتے آئے ہیں، اس لئے میں بھی ان کی اتباع کرتا ہوں، سماع اور وجد سربستہ اسرار ہیں جس شخص پر ان کا انکشاف ہوا وہ ایک لمحہ بھی بغیر سماع کے نہیں رہ سکتا ناواقف یہی تصور کرتے ہیں کہ قوالوں کے قول کی سماعت کر رہے ہیں، مگر صاحب جمال اور صاحب وجد، مقدس آواز کی سماعت سے محظوظ و مسرور ہوتے ہیں۔

منقول ہے کہ جناب دائم الصوم تھے، تمام عمر کبھی کوئی چیز دن میں نوش نہیں فرمائی، حتیٰ کہ شیر خوارگی کے زمانہ میں بھی دن میں دودھ نہ پیتے تھے کسی بزرگ نے آپ کے مناسب حال کہا ہے۔

ھو الذی قد صام فی ایامہٖ من مھدہٖ حتیٰ زمان رقادہٖ	آپ عمر بھر مہد سے لحد تک روزہ دار رہے۔

آنجناب کے چند ارشادات حسب ذیل ہیں۔

(۱) عارف کا دل، جمال الٰہی کا آئینہ ہے۔

(۲) جو شخص خدا کے دوستوں سے علیحدگی اختیار کرتا ہے اس کا انجام

یہ ہوتا ہے کہ وہ منزل مقصود تک نہیں پہنچتا۔

(۳) فراغت سے مراد دل کا ان چیزوں کی محبت سے خالی ہوتا ہے جنہیں اہل دنیا دوست رکھتے ہیں۔

(۴) توکل سے مراد ان چیزوں سے بے تعلقی ہے، جن کی طرف اہل دنیا مائل ہوتے ہیں۔

(۵) جمع سے مراد یہ ہے کہ مخلوق کو توحید میں مجتمع کیا جائے۔ اور تفریق سے مراد شریفوں کی تفریق ہے

(۶) حکماء کو حکمت صرف خاموشی اور تفکر سے حاصل ہوتی ہے۔

(۷) تصوف سے مراد ان چیزوں سے دل کو پاک وصاف کرنا ہے جن سے خدا خوش نہو۔ استغنا مخلوق سے کنارہ کشی اور دنیا سے دست برداری تصوف کی شان ہے۔

(۸) مرید کے آداب یہ ہیں کہ وہ مشائخ کی پیروی اور فقراء کی خدمت کرے اسباب پر بھروسہ نکرے اور آداب شریعت کا لحاظ رکھے۔

ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ چالیس سال سے بہشت مع اپنے لوازمات کے میرے سامنے پیش کی جارہی ہے مگر میں اس کی طرف گوشہ چشم سے بھی نہیں دیکھتا۔

آپ کے ایک مرید خاص ابو عامر ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک آدمی نے آکر آپ کو دعوت دی آپ نے ارشاد فرمایا کہ "تو فقراء کو گھر میں اور بازار میں پریشان کرتا ہے"۔ اس نے بہتیرا اصرار کیا، لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا جب وہ باہر چلا گیا، تو لوگوں نے وجہ پوچھی آپ نے فرمایا یہ شخص ان لوگوں میں سے ہے کہ جن کے ہاتھ میں دنیا آکر چلی گئی۔

اب یہ شخص آکر کچھ خرچ کرتا ہے تاکہ اس کی پھر وہی حالت ہو جائے، لیکن دنیا کی محبت اس کے دل سے نہیں جاتی۔

کہتے ہیں کہ ایک دن جب آپ گھر سے باہر نکلے تو ایک کتا بھونکنے لگا آپ کی زبان مبارک سے نکلا کہ لا الہ الا اللہ کتا اسی جگہ مر گیا۔

شیخ عبداللہ الطاقی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ میں نے محمد ابن خفیفؒ سے سنا کہ انہوں نے خواب میں ممشادؒ دینوری کو دیکھا کہ وہ آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے دعا فرما رہے ہیں، اور آسمان ان کے سر کے قریب ہوتا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ ان کے سر سے متصل ہو کر پھٹ گیا۔ اور وہ اس میں داخل ہو گئے۔

مشہور ہے کہ وصال کے وقت کسی شخص نے عرض کی لا الہ الا اللہ فرمائے آپ نے دوسری طرف منہ پھیر کر ارشاد فرمایا، اے خدا میں نے تیرے لئے اپنی ہستی فنا کر دی کیا تیری محبت کا صلہ یہی ہے؟ کسی نے پوچھا کیا صلہ خدا نے دیا؟ فرمایا چالیس سال سے محبت کے صلہ میں مجھے بہشت دی جا رہی ہے، لیکن میں نے اس کی طرف نظر تک بھی نہیں کی۔ ایک تیسرے آدمی نے دریافت کیا۔ آنجناب کے دل کا کیا حال ہے؟ فرمایا تیس سال سے میرا دل گم ہے ہر چند تلاش کرتا ہوں لیکن نہیں ملتا، اور یہ کچھ مجھ ہی پر موقوف نہیں، ہر صدیق کی یہی حالت ہوتی ہے۔

آپ کے تین خلفاء تھے، حضرت خواجہ ابو اسحاق شامیؒ ابو عامرؒ، شیخ احمدؒ اسود دینوری، جو خاندان سہروردیہ کے صاحب سلسلہ بزرگ ہیں۔

۱۴ محرم الحرام ۲۹۹ھ کو آپ کا وصال ہوا

(۱۰)

ملک المشائخ، صاحب اسرار، وصاف حقایق، کشاف دقایق، دریای شادکامی حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی قدس اللہ سرہ العزیز

آپ اپنے وقت کے صاحب کشف و کرامات، سند الاولیا اور حجت المشائخ تھے۔ آپ کی صحبت میں فرشتے بھی حاضر ہوتے تھے۔ خلایق سے بے نیاز، درویشوں کے دمساز، اولیا میں ممتاز اور فقر سے سرفراز تھے۔ آپ نے خرقۂ ارادت خواجہ علو ممشاد دینوریؒ سے حاصل فرمایا۔

آپ عموماً پانچ چھ روز اور کبھی کبھی سات روز کے بعد افطار فرماتے تھے۔ تاہم افطار کی مقدار تین لقموں سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔ مرید ہونے کیلئے پیہم چالیس روز تک استخارہ فرماتے رہے۔ غیب سے ندا آئی کہ اے ابو اسحاق! علو ممشاد کے مرید ہو جاؤ، اس لئے کہ وہ ہمارا دوست ہے پس آپ حسب ایماء غیب موصوف کی خدمت میں جاکر زمین بوس ہوئے، انہوں نے آپ کو گلے لگایا، اور فرمایا کہ میری خود خدا سے یہی التجا تھی کہ تو اور تیرے مرید اور تیرے بچے کمال کو پہونچیں۔ اس کے بعد مرید کیا، اور ہدایت فرمائی کہ نفس کشی، فقر و فاقہ، اور خدا کی یاد میں مشغول رہو! آپ نے سات سال تک پیر کی خدمت میں رہ کر مجاہدے کے منازل طے کئے، پہلے سات روز کے بعد افطار فرماتے تھے، بعدہٗ ایک دن کا روزہ رکھنے لگے۔ ایک دن ندا آئی کہ اے علو! اب ابو اسحاق مرتبہ اعلیٰ کو پہنچ گئے تم اپنا خرقہ انھیں

پہنا دو، اور اپنا جانشین بنا کر ہمارے پاس چلے آؤ۔ چنانچہ آپ نے خرقہ پہنا کر
خلافت عطا فرمائی۔ آپ کے خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد غیب سے آواز
آئی کہ ابو اسحاق تو ہماری بارگاہ میں مقبول ہو گیا۔ آپ کی مقبولیت کا اس سے
بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ آپ سرگروہ پیران چشت کہلائے، اور صدہا
بندگان خدا آپ کی بدولت منزل مقصود تک پہونچے"

سلسلہ چشتیہ کی
ابتدا
اور وجہ تسمیہ

کہتے ہیں کہ جب حضرت خواجہ ابو اسحٰق رحؒ اپنے پیر کی پابوسی سے سرفراز
ہوئے تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ تمھارا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ناچیز کو
ابو اسحٰق چشتی کہتے ہیں جواب ملا کہ تم خواجہ چشت اور چشت کے لئے باعث برکت ہو
اس ارشاد کا یہ اثر ہوا کہ جب آپ خلافت حاصل کرنے کے بعد چشت تشریف
لے گئے تو خواجۂ چشت کے لقب سے مشہور ہوئے۔

آپ کے بعد چار حضرات اور سلسلہ چشتیہ میں بڑے باکمال اور صاحب
عظمت پیدا ہوئے جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت خواجہ ابو احمدؒ جو آپ کے مرید اور خلیفہ تھے۔

(۲) حضرت خواجہ ابو محمد ابن خواجہ ابو احمدؒ۔

(۳) ناصر الدین خواجہ ابو یوسفؒ۔

(۴) حضرت خواجہ مودود چشتیؒ۔

یہ تمام حضرات یکے بعد دیگرے ایک دوسرے کے قائم مقام ہوتے رہے اور ان میں سے ہر ایک کے بکثرت خلفاء و مریدین تھے، جن کو خواجگان چشت کہا جاتا ہے یہ سلسلہ تا حال جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

آپ نغمہ سرود کے عادی تھے، لیکن باوجود اس کے ارباب شریعت ان پر معترض نہ ہوتے تھے، آپ کی محفل سماع میں جو شخص بھی ایک مرتبہ حاضر ہوا معصیت سے اسے نفرت ہو گئی، وجد میں اس قدر زبردست تاثیر تھی کہ تمام ارباب مجلس بلکہ در و دیوار تک جنبش میں آجاتے تھے۔ اگر کوئی مریض آپ کی مجلس میں شریک ہوتا تو فوراً شفایاب ہو جاتا تھا۔

آپ ارباب دنیا اللہ صاحبان دولت کو کبھی اپنی محفل میں آنے دیتے تھے۔ اگر احیاناً کوئی دنیا دار آجاتا تو آپ کی برکت سے تارک دنیا ہو جاتا تھا ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کی آپ اہل دنیا کو اپنی مجلس کی برکت سے کیوں محروم رکھتے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ اہل دنیا کثافت سے ملوث ہوتے ہیں، اور درویشان باخدا از سرتاپا لطافت ہیں، لطافت اور کثافت کا اجتماع ممکن نہیں، مثل مشہور ہے کہ الضدان لا یجتمعان (یعنی اضداد جمع نہیں ہو سکتے) سماع کے لئے یہ شرط نہایت ضروری ہے، کہ تمام ارباب مجلس حق کی طرف متوجہ، اور طالب دیدار دوست ہوں۔ الفقر انما النفس الواحد کا یہی مطلب ہے۔ سماع کے وقت اسرار ربانی کا انکشاف ہوتا ہے اور فقرا کے مصفا و مجلی قلوب آئینہ کی طرح عکس پذیر ہوتے ہیں۔

مشہور ہے کہ حضرت جب سماع کا ارادہ فرماتے تو دو تین دن پہلے سے روزہ رکھنا شروع کرتے تھے، اور قوالوں کے لئے بھی حکم تھا کہ تائب ہو کر تزکیہ و طہارت کے ساتھ محفل میں حاضر ہوں۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ قحط اور امساک باران کی وجہ سے لوگ سخت پریشان ہوئے، چنانچہ بادشاہ وقت اور تمام ائمہ کبار نے آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوکر دعا کے لئے التجا کی۔ آپ نے اسی وقت قوالوں کو طلب کیا اور مجلس سماع آراستہ فرمائی خلیفہ نے بھی شرکت کی اجازت چاہی مگر آپ نے فرمایا کہ تمھاری موجودگی سے سماع کی تاثیر زائل ہوجائیگی اور تمھاری خواہش پوری نہ ہوسکے گی یہ سن کر خلیفہ محل میں چلا گیا۔ اور حضرت پر جذب وکیفیت طاری ہوگئی اور وجد کے ساتھ ہی موسلا دھار بارش ہونے لگی جس سے مخلوق کو اطمینان نصیب ہوا۔ دوسرے دن پھر سلطان آپ کی خدمت میں آیا اسے دیکھ کر آپ رونے لگے اور اتنا روئے کہ حاضرین بھی رونے لگے آپ کے گریہ کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ خدا جانے مجھ سے ایسا کیا گناہ سرزد ہوا ہے کہ متواتر سلطان مجلس میں آرہا ہے جس کی وجہ سے میں فقیروں کی صحبت سے محروم ہوں مجھے خوف ہے کہ اسی طرح کہیں قیامت کے دن ارباب دولت کا ساتھ نہ ہو یہ کہہ کر ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوگئے جب ہوش میں آئے تو یہ حدیث آپ کی زبان پر تھی۔

اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکیناً واحشرنی فی زمرۃ المساکین۔	اے خدا مجھے بحالت غریبی زندہ رکھ اور بحالت غریبی موت دے اور زمرۂ مساکین میں مجھے محشور فرما۔

جب آپ کی نظر کسی صاحب دولت پر پڑتی تو فرماتے کہ اتوب من کل المعاصی اللھم احفظنی۔

اگر آپ کہیں سفر کرنا چاہتے تو ایک پل میں پہونچ جاتے اور جس قدر دور ودراز مقام ہوتا اتنا ہی جلد پہنچتے کیا عظمت وشان تھی! جو احاطہ تقریر

وتحریر میں نہیں آسکتی۔

آپ نے ۴ ربیع الثانی کو اس دارِ فنا سے دار البقا کی جانب رحلت فرمائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۱)

ہادیِ گمراہان و پناہ بے پناہاں، عمدۃ الابرار و قدوۃ الاخیار حضرت خواجہ ابو احمد چشتی قدس اللہ سرّہ العزیز

آنجناب نے خدا کی محبت میں تختِ سلطنت کو ٹھکرا دیا۔ مجاہدات و مشاہدات میں آپ بے نظیر تھے اور آپ کی کرامتیں زبان زدِ خاص و عام تھیں اکثر مشائخ کبار اور اولیائے نامدار آپ کے مرید تھے۔ حضرت خواجہ ابو اسحٰق رح شامی سے آپ نے خرقہ فقر و ارادت حاصل فرمایا اور پنچانوے ۹۵ سال کی آپ نے عمر پائی آپ کا لقب قدوۃ الدین تھا۔ آپ سلطان فرسنانہ کے صاحبزادے تھے جو چشت کے امیر تھے۔ آپ صحیح النسب ساداتِ حسینی میں سے تھے سلسلہ نسب درج ذیل ہے۔

حضرت خواجہ ابو احمد چشتی رض ابن سلطان فرسنانہ ابن سید ابراہیم رض ابن سید یحییٰ رض ابن سید حسن رض ابن سید مجد المعالی رض ابن ناصر الدین رض ابن سید عبد اللہ رض ابن سید حسن رض مثنیٰ ابن امیر المومنین رض امام حسن رضی اللہ عنہ ابن امیر المومنین امام المتقین اسد اللہ الغالب حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔

سلطان فرسنانہ کی ایک بہن نہایت صاحبِ ولایت و کرامت تھیں حضرت اسحاق رح شامی اکثر ان کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے اور کبھی کبھی کھانا بھی

ان کے یہاں تناول فرماتے تھے۔ ایک دن آپ نے فرمایا کہ تمھارے بھائی کے یہاں ایک لڑکا نہایت صاحب عظمت پیدا ہوگا تمھیں چاہیئے کہ اپنے بھائی کی حرم محترم کی کماحقہ حفاظت کرو اور مشکوک چیزیں انھیں نہ کھانے دو۔ چنانچہ بموجب ارشاد انھوں نے احتیاط میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ حتیٰ کہ اپنے ہاتھ سے چرخہ کاتا کرتیں اور اس کو بیچ کر اپنی بھاوج کی ضروریات پوری کرتیں ۶ ہر رمضان المبارک سنہ ۲۶۰ھ بزمانہ معتصم باللہ آپ تولد ہوئے اور سلطان کی بہن نے وجہ حلال سے آپ کی پرورش کی۔ کبھی کبھی حضرت ابو اسحاق رضی شامی بھی تشریف فرما ہوتے اور خواجہ احمد چشتیؒ کو دیکھ کر بمطابق الہام ربانی فرماتے کہ یہ بچہ نہایت صاحب عظمت و کرامت ہوگا۔ غرض کہ سات سال کی عمر میں آپ حضرت ابو اسحاقؓ کی مجلس میں شریک ہونے لگے ایک دن مجلس سماع میں آپ پر جذبہ طاری ہوا اور ساتھ ہی علم لدنی حاصل ہوگیا۔ چنانچہ سات سال کی عمر ہی میں ایسے ایسے اسرار علیہ بیان فرماتے کہ اکابرین علما حیران رہ جاتے اور استفادہ کرتے تیرہ سال کی عمر میں آپ مرید ہوکر ریاضت شاقہ، مجاہدہ، گوشہ نشینی اور ذکر الٰہی میں مشغول ہوگئے۔ ریاضت اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ سات دن کے بعد تجدید وضو اور افطار فرماتے، لیکن بزرگان چشت کی پیروی میں تین لقمے اور تین گھونٹ پانی سے زیادہ تناول نہ فرماتے۔ آپ کا چہرۂ مبارک نہایت پر شوکت وجلال تھا جس کے دیکھنے سے دہشت طاری ہو جاتی تھی۔ نور ریاضت سے جبین مبارک اتنی منور ہوگئی تھی کہ تاریکی میں قرآن پڑھ سکتے تھے۔

ایک روز آپ اپنے والد بزرگوار سلطان فرستانہ کے ساتھ شکار کے لئے پہاڑ کی جانب گئے کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ باپ اور لشکر سے جدا ہوگئے

آپ نے اس کوہستان میں دیکھا کہ چالیس آدمی ایک پتھر پر ایستادہ ہیں اور خواجہ ابو اسحاق شامی ان کے درمیان میں ہیں چونکہ ان سے پہلے سے ملاقات تھی اس لئے آپ اپنے گھوڑے سے اتر کر قدم بوس ہوئے اور ساز و سامان کو وہیں چھوڑ کر کمل اوڑھے ہوئے آنجناب کے ہمراہ ہو گئے ادھر آپ کے والد نے آپ کی بہت کچھ تلاش کی مگر آپ نہیں ملے۔ چند دنوں کے بعد ایک شخص نے اطلاع دی کہ اس کوہستان کے فلاں موضع میں آپ کو خواجہ ابو اسحاق شامی کے ساتھ میں نے دیکھا تھا۔ سلطان نے لوگوں کو بغرض تلاش بھجوایا۔ مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ اس کے بعد آپ وہاں آٹھ سال ریاضت میں مصروف رہے اور اس کے بعد خلافت اور خرقہ حاصل کیا اور اپنے پیر روشن ضمیر کے جانشین ہو گئے، پیر نے فرمایا اے ابو محمدؒ! تو میرا فرزند ہے جو نعمت مجھے بزرگوں سے حاصل ہوئی تھی، میں نے تجھے بخشدی آپ کا ہاتھ پکڑ کر قبلہ رو کھڑا کیا اور دعا فرمائی ندا آئی کہ ہم نے ابو احمد کو اپنا دوست اور مقبول بارگاہ بنایا نہ صرف انھیں بلکہ جو شخص ان کی صحبت اختیار کرے گا، اسے بھی ہم اپنا دوست بنائیں گے مشہور ہے کہ آپ تیس سال تک نہیں سوئے اور نہ آپ کا وضو باستثنائے حوائج ضروری کے ٹوٹا، آپ نے کبھی سیر ہو کر پانی نہیں پیا۔ تین تین چار چار دن کے فاقوں کا اظہار کسی پر نہ فرماتے بلکہ شکر ادا کرتے تھے۔

کہتے ہیں کہ آنجناب ہر شب تہجد کی نماز کے بعد دعا فرماتے تھے کہ الٰہی امت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بہت گنہگار ہے تو اسے بخش دے ندا آئی کہ اے ابو احمدؒ ہم نے تمھاری دعا قبول کرلی اور دو ہزار گناہ گاروں کو ہم نے تمھارے طفیل میں بخش دیا۔ وہ تمھارے ساتھ بہشت میں داخل ہوں گے۔

محفل سماع میں بحالت وجد جس شخص پر آپ کی نظر کیمیا اثر پڑتی وہ صاحب

کرامت ہو جاتا اسی طرح آپ کی ایک نگاہ سے مریض شفایاب اور کافر مسلمان ہو جاتے تھے۔

سماع کے وقت آپ کی پیشانی مبارک سے ایک روشنی پیدا ہو کر آسمان سے متصل ہو جاتی تھی، جسے مشاہدہ کر کے اہالیان شہر سمجھ جاتے کہ آج آپ محفل سماع میں رونق افروز ہیں چنانچہ چاروں طرف سے جوق جوق لوگ آتے اور شرکت مجلس سے سرفراز ہوتے۔

آپ کی اس قدر غیر معمولی قدر و منزلت دیکھ کر علماء حسد کرنے اور آپ کو برا بھلا کہنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ کے ماموں امیر نصیر سے جو ایک عادل و منصف امیر تھے شکایت کی کہ "آپ کے بھانجے نے چشت میں ایک عجیب فساد برپا کر رکھا ہے عوام الناس محفل سماع میں شریک رہتے ہیں اور کسی کی کچھ نہیں سنتے، حضور والا مجلس ہمایوں میں انھیں طلب فرمائیں سماع کے بارے میں ہم ان سے مباحثہ کریں گے اگر وہ ہمیں قائل کر سکے تو خیر ورنہ ہم انھیں اس سے باز رکھیں گے، امیر نصر نے علماء کی عرضداشت کے مطابق آنجناب کو طلب کرنے کے لئے ایک شخص کو خدمت اقدس میں بھیجا چنانچہ جب آپ کو اطلاع ملی تو محمد خدا بندہ نامی ایک خادم کو جو سورۂ فاتحہ و سورۂ اخلاص وغیرہ کے سوا کچھ نہیں جانتا تھا، ہمراہ لے کر امیر مذکور کے دربار میں تشریف لے گئے۔

کہتے ہیں کہ اس وقت امیر کے دربار میں ستر علماء، مشاہیر معہ مفتی شہر کے حاضر تھے اور استدعا کی تھی کہ خواجہ کی تشریف آوری کے موقعہ پر حضور توجہ شاہانہ ان کی طرف مبذول نہ فرمائیں! لیکن حضرت کے پہنچتے ہی یہ سب منصوبے بیکار ثابت ہوے اور امیر پر ایسی دہشت چھائی کہ کچھ بن نہ پڑا، اور تعظیم کرتے ہی

بنی چنانچہ وہ دروازہ تک استقبال کے لئے آئے اور دست بوسی کے بعد نہایت اعزاز و احترام کیساتھ شہ نشین میں بٹھایا کچھ دیر کے بعد مباحثہ کا آغاز ہوا علمائ نے اپنی لسانی و چرب زبانی سے آپ کو قائل کرنا چاہا اور بڑھا چڑھا کر نہایت مشکل اعتراضات پیش کئے مگر انھیں سن کر حضرت نے فرمایا کہ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ یہ لوگ کچھ مشکل سوالات کریں گے جن سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہوگا لیکن ان کے شبہات تو ایسے ہیں کہ محمد خدا بندہ جو بالکل امی ہے بخوبی حل کرسکتا ہے یہ فرماکر آپ نے خادم مذکور کو جواب دہی کے لئے حکم دیا۔ چنانچہ اس نے انکی سوالونکے جوابات کتب متداولہ کے موافق دئے اور بعد ازاں ایک مسئلہ ان علماء سے ایسا دریافت کیا کہ سب کے سب خاموش رہ گئے۔

امیر نے یہ حالت دیکھ کر بطور تمسخر علماء سے کہا کہ اگر کچھ اور شبہات باقی ہوں تو پیش کرو اور کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھو۔ یہ سن کر علما شرمندہ ہوئے اور اپنی تقصیر کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کی حضرت خواجہ کو علم لدنی حاصل ہے جب ہم ان کے ایک خادم کا مقابلہ نہ کرسکے تو خود ان کے مقابلہ میں ہماری کیا حیثیت ہے۔ اس کے بعد سب اپنے اپنے عمامے اتار کر حضرت کے قدموں پر گر پڑے اور مرید ہوگئے۔ امیر نصیر نے بہت کچھ دولت آپکی خدمت میں پیش کی لیکن آپ نے قبول نہ فرمائی۔ اس واقعہ سے آپ کی شہرت بہت بڑھ گئی اور دور دور سے لوگ آکر حلقہ ارادت میں داخل ہونے لگے۔

آپ حافظ قرآن تھے اور نئی پوشاک سے آپ کو نفرت تھی۔

حضرت خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ اکثر آپ کی مجلس سماع میں شرکت فرمایا کرتے تھے کہتے ہیں کہ آپ کی سرمستی اور وجد کا یہ عالم تھا کہ تمام ارباب مجلس کو

تن و من کا ہوش نہیں رہتا تھا حتی کہ قوالوں پر بھی کیفیت طاری ہو جاتی اور
وہ بھی کف در وہاں نظر آتے، نغمہ و سرود کا ہوش کسے تھا درحقیقت غیب سے
نغمات پیدا ہوتے تھے اور اسی پر سب سر دھنتے تھے اس زمانے کے مجتہد سماع سے
قطعاً انکار نہ کرتے تھے، بلکہ آپ کی بیحد تعظیم و تکریم کرتے اور آپ کی نصیحتوں سے
نہایت متاثر ہوتے تھے۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ کے والد بزرگوار اپنے خمخانہ میں موجود
نہ تھے آپ موقعہ پاکر وہاں گئے خمخانہ کا دروازہ بند کر لیا اور شراب کے مٹکوں کو
توڑنے لگے سلطان کو جب خبر ہوئی تو اس نے چھت پر سے ایک بڑا پتھر
نہایت غصہ سے آنجناب پر ڈالا جونہی پتھر ہاتھ سے چھوٹا خلا میں معلق ہو گیا،
اس واقعہ سے سلطان متحیر رہ گیا اور بیٹے کے ہاتھ پر توبہ کی۔ یہ واقعہ سنہ ۲۸۰ھ کا ہے

فضل بن یحییٰ برمکی سماع کے بارے میں آپ پر معترض تھے جب
آپ کو اس کا علم ہوا تو فرمایا کہ ناحق وہ مخالفت کرتا ہے۔ خیر وہ اپنی سزا
آپ بھگتے گا۔ اس کے بعد ہی فضل مذکور بیمار ہوئے ہر چند اطبا نے علاج
کیا۔ لیکن کچھ فائدہ نہوا۔ آخر مجبور ہو کر عبادت اور تلاوت قرآن میں مشغول
ہو گئے ایک دن خواب میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ سلم کو دیکھا اور اپنی
صحت کے لئے التجا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے فضل تو
ابو احمد چشتی کے سماع کا منکر ہے، ان کا منکر ان کے مشائخ کا منکر ہے اور
ان کے مشائخ کا منکر ہمارا منکر ہے۔ جب تک کہ توبہ نہ کرے گا اور ان کی
مجلس سماع میں حاضر نہو گا صحت ممکن نہیں۔ بیدار ہوتے ہی فضل افتان و
خیزاں آنجناب کے حضور میں پہونچے۔ اتفاق سے خواجہ صاحب اس وقت
حالت سماع میں تھے فضل برمکی بھی دست بستہ مؤدب ایک طرف کھڑے

ہو گیے خواجہ صاحب نے اپنی نظر فیض اثر ان پر ڈالی اور مسکرائے اور فرمایا کہ تو نے دیکھا سرکشی کا نتیجہ؟ عرض کی کہ خواجہ! قصور وار ہوں اور اسکی سزا بھی میں نے بھگت لی حقیقت میں یہ سماع سرّ الٰہی ہے۔ یہ سن کر حضرت نے اپنا دست مبارک بر ملی کے سر پر رکھا جس سے فوراً صحت کلی حاصل ہو گئی۔ اس مشاہدہ سے سات سو کفار حلقہ بگوش اسلام ہوے اور بر ملی منصب ولایت پر فائز ہوا۔

ایک روز خواجہ صاحب اُناسی آدمیوں کے ہمراہ دریائے دجلہ عبور فرما رہے تھے لیکن وہاں کشتی نہ تھی، آپنے سب کو حکم دیا کہ حلقہ بنا کر دریا عبور کرو، چنانچہ حسب ارشاد سب دریا کے پار ہو گئے اور کسی کا سر دامن بھی تر نہوا۔ اس موقعہ پر چوبیس کفار موجود تھے، یہ کرامت دیکھ کر سب اسلام سے مشرف ہو گئے اور نہ صرف یہ کہ انہوں نے بھی اسی طرح دریا کو پار کیا بلکہ سب کے سب شیخ کامل بن گئے۔

ایک روز آنجناب کا گذر ایسی بستی میں ہوا جہاں کافرہی کافر بستے تھے اگر کوئی مسلمان اتفاقاً وہاں جاتا تو اپنا اسلام ظاہر نہ کرسکتا تھا حتیٰ کہ لباس بھی انھیں جیسا پہننا پڑتا تھا کیونکہ وہ لوگ مسلمانوں سے نہایت بری طرح پیش آتے اور زندہ در آتش کر دیتے تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی کافروں نے گھیر لیا اور پوچھا کہ کیا تم مسلمان ہو؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں مسلمان ہوں! یہ سنتے ہی ان لوگوں نے کہا کہ ہم ہرگز کسی مسلمان کو آگ میں ڈالے بغیر نہیں چھوڑتے جس مسلمان کو آگ نہ جلائے، اُسے بیشک مسلمان سمجھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی مسلمان صدق دل سے کلمہ طیب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھے تو ہرگز اس پر آگ کا کوئی اثر نہو گا یہ سنتے ہی انہوں نے آگ روشن کی

آپ فوراً آگ میں کود پڑے اور مصلیٰ بچھا کر نماز میں مشغول ہو گئے فوراً آگ ٹھنڈی ہو گئی۔ اس مشاہدہ سے کفار سربسجود ہو گئے اور سب کے سب نے دلی اخلاص و اعتقاد سے اسلام کو قبول کر لیا۔ وہ سب دس ہزار تھے انہیں ایک سو نے آپ کی خدمت اختیار کی اور سب کے سب شیخ کامل بن گئے اور بقیہ آپ کے حکم سے وہیں سکونت پذیر ہو کر عمر بھر عبادت الٰہی میں مشغول رہے۔

۳۵۵ھ میں آنجناب اس سرائے فانی سے ملک جاودانی کی طرف منتقل ہوئے۔

(۱۲)

سلطان الاخیار والاولیا حجت المشائخ والفقرا، قدوۃ الائمۃ والعلما، فخر العباد، ملجاء الاوتاد معدن وفا، دریائے حق، خواجہ ابو محمد ابن خواجہ ابو احمد قدس اللہ سرہٗ العزیز

آپ کا لقب ناصح الدین ہے آپ مادر زاد ولی، فضائل و کرامات سے آراستہ اور نہایت بلند مرتبہ بزرگ تھے اور جس شخص کو اپنا منظور نظر بناتے اسے ولایت کاملہ تک پہونچا دیتے آپ نے ستر سال کی عمر پائی اور اپنے پدر بزرگوار یعنی قطب المتقین حضرت خواجہ ابو احمد چشتیؒ سے خرقۂ خلافت حاصل فرمایا۔

آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جب آپ چار ماہ کے پیٹ میں تھے تو

کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کی آواز میرے کانوں میں آیا کرتی۔ میں نے اس کا تذکرہ اپنے شوہر سے کیا تو انھوں نے بشارت دی کہ تمھارے بطن سے فرزند سعادت مند اور ولی کامل پیدا ہوگا۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ ابو احمد بحالت حمل آپ کی والدہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور اسی اثنا میں انہوں نے فرمایا، کہ "السلام علیکم اے خدا کے ولی اور میرے خلیفہ" یہ کہنے کے ساتھ ہی ایک ایسی آواز آئی جس کا مفہوم کوئی نہ سمجھ سکا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے ان سے کہا کہ نہیں معلوم لڑکی ہے کہ لڑکا اور آپ ابھی سے اسے اپنا خلیفہ کہہ کر خطاب فرماتے ہیں حضرت خواجہ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے بشارت دی ہے اور وعدہ فرمایا ہے اور خود میں نے بھی لوح محفوظ پر لکھا ہوا دیکھا ہے کہ میرا ایک فرزند ولی مادرزاد ہوگا۔

جس رات آنجناب پیدا ہوئے شب عاشورہ تھی۔ اسی شب آپکے پدر بزرگوار خواب میں جمال جہاں آرائے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوے آپ نے ارشاد فرمایا! کہ اے ابو احمد! مبارک ہو کہ تمھارے گھر میں فرزند پیدا ہوا۔ تم اس کو میرے نام سے موسوم کرو! اور میرا سلام اُس کو پہونچا دو۔

اس کے بعد خواجہ صاحب خواب سے بیدار ہوئے دیکھا کہ خواجہ ابو احمدؓ کو نہلایا جارہا تھا آپ نے سنا کہ بچہ نے سات بار کلمہ طیبہ کی تکرار کی آپ نے وضو کیا اور کہا! "سلام علیکم" فرزند نے جواب دیا "علیک السلام یا شیخنا[1] قل ما دویاك هذه اللیلة" یہ سن کر آپ نے کان میں حضرت محمد

[1] یعنی اپنا رات کا خواب بیان فرمائیے۔

صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہونچایا۔ فرزند یہ سنتے ہی زمین بوس ہو گئے آپ نے
دعا کی کہ "الٰہی اس لڑکے کو ولی کامل بنادے" آواز آئی کہ اے ابو احمد تمہاری
دعا مستجاب ہو گی تمہارے اس لڑکے کو ہم نے اپنا مقبول خاص بنا لیا۔

شب عاشورہ کو آپ متولد ہوئے تھے، دوسرے دن آپ کی
والدہ نے خواجہ ابو احمدؒ سے عرض کی کہ فرزند نے سارا دن گذر گیا کہ دودھ
نہیں پیا۔ آنجنابؒ نے فرمایا کہ تمہارا لڑکا، مادر زاد ولی ہے روز عاشورہ
ہونے کی وجہ سے انبیا و اولیا کی پیروی کی ہے چنانچہ جب شام ہوی تو آپنے
دودھ پینا شروع کیا۔

ایک دن آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو دودھ پلارہی تھیں اُسی
حالت میں آپ ہنسنے لگے آپ کی اس حرکت پر والدہ بہت متحیر ہوئیں
اور ابو احمدؒ سے یہ ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ شیطان بچہ کو رلانے کے لئے
آیا تھا، بحکم خداوند تعالیٰ فرشتوں نے اس کو تو بیخ کی اس لعین نے قابو نہ
پایا اور پشیمان ہو کر چلا گیا۔ ہنسنے کی وجہ یہ تھی۔

آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ آپ ڈھائی سال کی عمر تک نماز
پنج وقتہ کے وقت لا الہ الا اللہ کی تکرار کے ساتھ آسمان کی طرف دیکھتے
اور چہرہ مبارک کے نور سے تمام گھر روشن ہو جاتا تھا۔ حتیٰ کہ جب کبھی چراغ
گھر میں میسر نہ ہوتا تو اسی نور سے گھر منور رہتا آپ جب ڈھائی سال کے تھے
تو آپ کی والدہ نے آپ کے والد سے فرزند کے کچھ نہ کھانے کی شکایت کی
فرمایا کہ وہ درویش ہے اور کم کھانا کمال درویشی ہے غرضکہ بچپن ہی سے کم کھانے کی
عادت فرمائی تھی۔ جب چار سال چار مہینے کے ہوے تو مکتب بھیجا گیا۔

اکثر اوقات یہ غیبی عبارت آپ کی تختی پر لکھی ہوتی تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم علم القرآن رب یسر ولا تعسر رب زدنی علماً و فہماً و تمم بالخیر۔	اے خدا مجھے قرآن سکھا۔ اور اسے آسان فرما مشکل نہ کر اور آسانی سے اختتام کو پہونچا۔

تھوڑے دنوں میں آپ نے قرآن شریف اور علم دین حاصل کر لیا اور درجہ کمال کو پہنچ گئے چار سال کی عمر سے نماز باجماعت کے پابند ہو گئے، اور ساتویں سال خلوت نشینی اختیار کی باوجود کم سنی کے جو بات آپ کی زبان مبارک سے نکلتی بعینہٖ پوری ہو جاتی۔ اسی وجہ سے خلیفہ وقت اور تمام لوگ آپ کے بہت ہی معتقد تھے۔ ہر وہ شخص جو کسی مقصد سے آپ کے پاس جاتا، اس کی مقصد برآری ہوتی۔ تیس سال کی عمر تک سوائے حوائج ضروری کے آپ کا وضو نہیں ٹوٹا۔ جو کافر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا، فوراً مسلمان ہو جاتا۔

جب آپ کی عمر چوبیس سال کی ہوئی تو آپ کے والد نے آپ کو خلافت و جانشینی عطا فرمانے کے بعد سرائے فانی کو خیرباد فرمایا۔ خلافت عطا فرماتے وقت پدر بزرگوار نے نصیحت فرمائی کہ ہمیشہ اہل دنیا سے محترز اور نفس کشی و مجاہدہ میں مصروف رہنا تاکہ درویشی حاصل ہو۔ چنانچہ ان کی اس نصیحت کو آپ نے گرہ میں باندھ لی اور تمام عمر کے لئے اُسے لائحہ عمل بنا لیا بارہ سال تک ایک حجرہ میں خلوت نشین رہے اور عموماً ایک ہفتہ کے بعد افطار فرمایا کرتے تھے۔

اکثر سلاطین علما، قضاۃ اور مشاہیر آپ کے ساتھ خلوص عقیدت رکھتے تھے۔

بچپن میں ایک دن آپ مدرسہ جا رہے تھے راستہ میں حضرت خواجہ خضرؑ ملے اور فرمایا اے ابو محمد! تمہارے لئے رب العزت کا فرمان ہوا ہے کہ

تمھیں ظاہری اور باطنی علوم سکھائے جائیں آپ فوراً قدم بوس ہوے اور کہا کہ فرمان ایزدی کی تعمیل فرمائے چنانچہ خضر علیہ السلام نے آپ کو اسم اعظم سکھایا۔ جس کے اثر سے فوراً اسرار الٰہی آپ پر منکشف ہو گئے۔ جب گھر آئے تو والدہ نے پوچھا کہ آج تم نے کیا پڑھا تختی لاؤ تاکہ میں دیکھوں۔ جواب دیا کہ آج کا سبق تختی پر پورا لکھا نہیں جا سکتا۔ قرآن پاک کھول کر والدہ کے سامنے رکھدیا۔ اور فرمایا کہ کلام پاک پر آپ نظر رکھئے میں زبانی پڑھ کر سناتا ہوں اور پھر جو پڑھنا شروع کیا تو پورا قرآن شریف ختم کر دیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ اس بات سے بہت ہی متعجب ہوئیں اور خدائے لایزال کا شکر ادا کیا۔

ایک دن حضرت خواجہ ابو احمدؒ مجلس سماع میں تشریف فرما تھے اسی سماعت میں خواجہ ابو محمد پر نظر فیض اثر پڑی نظر پڑتے ہی آپ نے فرمایا "ہاں آجاو" اس قول کے اثر سے فوراً آپ پر محویت طاری ہو گئی اور تھوڑی دیر میں بالکل بے ہوش ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ اوقات نماز کے علاوہ حضرت خواجہ ابو احمدؒ سات دن متواتر گانا سنتے رہے اس عرصہ میں ابو محمدؒ بیہوش رہے سات دن کے بعد قوالوں کو قوالی سے روکا گیا تاکہ ابو محمدؒ ہوش میں آئیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ ابو محمدؒ نے آنکھیں کھولیں اور آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا "قولوا قولوا"[1] فوراً عالم غیب سے نغمہ کی صدا پیدا ہوئی، ایسے اشعار تمام حاضرین نے سنے جو کسی نے نہ سنے تھے۔ تین دن تک وہ نغمہ غیبی رہا۔ اس کے بعد خواجہ محمدؒ پدر بزرگوار کے قدم بوس ہوے اور فرمایا کہ جو انکشافات سماع سے ہوتے ہیں دوسرے کسی شغل سے ممکن نہیں، اگر کوئی شخص سو سال تک مجاہدہ اور ریاضت شاقہ میں مصروف رہے تو اسے ایسے مشاہدات نہیں ہو سکتے جو مجھے اکیر تبرکے

[1] یعنی کہو کہو۔

سماع سے ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابو محمد! سماع ایک راز ہے اور اس راز کو پوشیدہ ہی رہنا چاہئے کیونکہ عوام اس کو سمجھ نہیں سکتے، اگر میں اس کے اسرار بیان کروں تو ساری دنیا سماع کی گرویدہ ہو جائے اور خدا سے اس نعمت کے سوا دوسری چیز طلب نہ کرے۔

ایک روز آپ دریائے دجلہ کے کنارے بیٹھے ہوئے اپنی گدڑی سی رہے تھے، اسی اثناء میں خلیفہ وقت کا فرزند پہونچا، گھوڑے سے اتر کر قدم بوس ہوا اور مؤدب بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر بادشاہ کے ملک میں ایک بڑھیا بھی کسی رات فاقہ سے سو جائے تو قیامت کے دن اس والی ملک کی دامنگیر ہوگی۔ چونکہ تمھیں خدا نے ملک کی بادشاہت عطا کی ہے فقراء اور بے نواؤں کی حاجت روائی میں غفلت نہ برتو تاکہ قیامت کے دن شرمندہ ہونا نہ پڑے جب آپ نے اپنی نصیحتوں کو ختم کیا تو بادشاہ کے لڑکے نے کچھ روپئے آپ کی نذر کرنے چاہے آپ مسکرائے اور فرمایا کہ شاہزادے! اس قسم کے تحفے میرے بزرگوں نے نہیں قبول فرمائے۔ میں کیسے قبول کروں ہم لوگوں کا استغناء ملک سلیمان سے بہتر ہے۔ مگر پھر بھی شاہزادہ کا اصرار جاری رہا۔ فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے اپنے بندوں پر خزانہ غیب کھولدیا ہے تمھارے اس نذرانہ کی ضرورت نہیں۔ جب شہزادہ اس پر بھی خاموش نہوا تو مجبوراً آپ نے آسمان کی طرف نظر کی اور فرمایا کہ اے پروردگار! تو جو اپنے بندوں کو دکھاتا ہے فی الوقت اس شہزادے کو بھی دکھادے، آپ کا یہ فرمانا تھا کہ فوراً دجلہ کی تمام مچھلیاں اپنے اپنے منھ میں سونے کے سکے لئے ہوئے برآمد ہوئیں۔ شہزادہ اس منظر کو دیکھ کر حیران رہ گیا اس کے بعد

قدم بوس ہو کر رخصت حاصل کی اور واپس ہو گیا۔
کہتے ہیں کہ جب سلطان محمود سومنات کی چڑھائی پر جا رہا تھا اس وقت باوجودیکہ آپ ستر سال کے ہو چکے تھے، لیکن چند درویشوں کے ہمراہ وہاں پہونچے، اور بہ نفس نفیس مشرکوں کے ساتھ جہاد فرمایا۔ ایک روز کافروں نے ایسا غلبہ پالیا کہ لشکر اسلام نے جنگل میں پناہ لی۔ چشت میں آپ کے ایک خلیفہ محمد کاکو نامی تھے جو چکی کا کام کرتے تھے۔ آپ نے ان کا نام لے کر پکارا۔ چنانچہ پکارنے کے ساتھ ہی وہ آ موجود ہوے اور اس زور شور کے ساتھ حملہ کیا کہ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی، لوگ کہتے ہیں کہ اس دن محمدؒ کاکو چشت میں موجود تھے۔ لیکن ان کی عجب حالت تھی وہ چکی کا پتھر اٹھا اٹھا کر دیواروں پر پھینک رہے تھے۔
سلطان محمود نے جب آپ کی یہ ظاہری اور باطنی کرامتیں دیکھیں تو آپ کے قدموں پر گر پڑا اور صدق دل سے مرید ہو گیا۔
آپ کی ایک ہمشیرہ تھیں، عفت و پارسائی میں کوئی ان کا ثانی نہ تھا۔ چالیس سال کی عمر ہو چکی تھی، لیکن انہوں نے شادی نہیں کی، اور اپنی روزی چرخہ کات کر حاصل فرماتی تھیں۔ حضرت خواجہ اکثر ان سے فرمایا کرتے تھے کہ تم سے ایک قطب الاقطاب پیدا ہوگا، لیکن ناکتخدائی کی حالت میں ممکن نہیں۔ یہ بشارت سننے کے بعد بھی آپ کی ہمشیرہ شادی پر راضی نہ ہوئیں اور عبادت الٰہی میں مشغول رہیں۔
ایک روز حضرت خواجہ نے اپنے پدر بزرگوار کو خواب میں دیکھا اور یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم نے اپنی بہن کے متعلق جو پیشین گوئی کی ہے وہ بالکل درست ہے، فلاں ملک اور فلاں گاؤں میں ایک نہایت پرہیزگار صالح اور

صحیح النسب سید محمد سمعان نامی ہیں ان کو بلاؤ اور ان کے ساتھ اپنی بہن کا نکاح کردو! اسی شب بالکل یہی خواب آپ کی بہن نے بھی دیکھا۔ چنانچہ باپ کے ارشاد کے مطابق عقد کرنے پر انھوں نے رضامندی ظاہر کی دوسرے دن حضرت خواجہ نے ایک شخص کو خط دے کر اس موضع میں بھیجا، جس کی نشان وہی خواب میں کی گئی تھی۔ خط میں محمد سمعانؒ کو یہ لکھا گیا تھا کہ اطلاع پاتے ہی فوراً مجھ سے ملاقات کیجئے اور اگر ایک پاؤں میں جوتی پہن لی ہو تو دوسرے پاؤں کی جوتی کا انتظار کئے بغیر فوراً قاصد کے ہمراہ چلے آئیے۔

کہتے ہیں کہ قاصد جب وہاں پہونچا تو محمد سمعانؒ کو اپنے دروازہ پر اسی حالت میں بیٹھا ہوا پایا کہ ایک پاؤں میں جوتی تھی اور دوسرا پاؤں برہنہ قاصد نے خط دیا اور وہ اسے پڑھنے کے بعد اسی حالت میں فوراً چل کھڑے ہوے۔ جب حضرت خواجہ کے پاس پہونچے تو وہ بہت خوش ہوئے اور اسی وقت اپنی بہن سے عقد کردیا۔ چنانچہ کچھ دنوں بعد حسب بشارت فرزند پیدا ہوا۔ آپ نے ان کا نام ابو یوسف رکھا اور اپنے بیٹے کی طرح پرورش کرکے، خلافت و قطبیت عطا فرمائی اور ناصرالدین کے لقب سے ملقب فرمایا۔

حضرت استاد مردان رحمۃ اللہ علیہ ساکن قصبہ سنجان خواف جو حضرت خواجہ کے خلیفہ و مرید خاص تھے اور زمانہ دراز تک آپ کی خدمت گزاری کر چکے تھے ایک دن خوش ہو کر آپ نے انھیں منصب خلافت سے سرفراز فرمایا اور مراجعت وطن کا حکم دیا جس سے موصوف رونے لگے اور عرض کی کہ میں حضرت کی جدائی برداشت نہیں کرسکتا۔ ارشاد ہوا کہ جاؤ! میں نے خدا سے دعا کی ہے، کہ جب تمھیں میرے دیدار کی خواہش ہو تو حجابات جسمانی و مکانی مرتفع ہو جائیں۔ موصوف فرماتے ہیں کہ آپ کی دعا کی

برکت سے میں ہمیشہ چشت اور جناب کے جمال جہاں آرا کو بچشم ظاہر دیکھتا رہا۔

آپ کے تین خلفا، تھے ناصرالدین خواجہ ابو یوسف رح چشتی محمد کاکو واستاذ رح مردان رحمۃ اللہ علیہم۔

آپ کی تاریخ وفات ۴ ماہ ربیع الثانی ۴۱۱ھ ہے۔

(۱۳)

سید الاولیاء، سند الاذکیاء، مقبول بہ امامت، مخصوص بہ کرامت، پیشوائے اہل تصوف، قطب العارفین ناصر الملتہ والدین، حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی الحسنی الحسینی

خواجہ ابو یوسف اسم گرامی اور ناصرالدین لقب مبارک، پورا اسّی برس کی عمر پائی۔ والد کا نام محمد سمعان رح تھا۔ خواجہ ابو محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے ہوتے تھے اور انھیں نے ظاہری و باطنی تربیت سے آراستہ فرماکر خرقۂ فقر سے سرفراز فرمایا۔

سلسلہ نسب درج ذیل ہے۔

حضرت خواجہ ابو یوسف رح چشتی ابن خواجہ محمد سمعان رح ابن سید ابراہیم رح ابن سید محمد رح ابن سید حسین رح ابن سید عبداللہ رح الملقب بہ علی اکبر ابن امام حسن عسکری رح ابن امام علی تقی رح ابن امام محمد تقی رح الجواد ابن امام علی الرضا رح ابن امام موسی الکاظم رح ابن امام جعفر الصادق رح ابن امام محمد باقر رح ابن امام زین العابدین رح ابن امیر المومنین رح

امام حسین الشہید ابن امیرالمومنین اسداللہ الغالب رضی اللہ عنہم اجمعین۔
آپ اپنے زمانے کے سرگروہ اولیا و زبدۂ ارباب معرفت تھے۔ علم و عمل میں کوئی آپ کا ثانی نہ تھا چھتیس برس کی عمر میں آپ اپنے ماموں کے جانشین ہوئے اور تمام حقایق آپ پر منکشف ہونے لگے۔ جس شخص کو آپ کی صحبت حاصل ہوتی وہ صاحب کرامت و اہل ولایت ہو جاتا۔ اگر کوئی صاحبِ دولت آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو فوراً آپ کے چہرے مبارک کا رنگ متغیر ہو جاتا اور فرماتے کہ خداوندا! میں غریب و مسکین ہوں! آپ ہمیشہ غریبوں اور فقیروں کی صحبت کو پسند کرتے، ان کے ساتھ کھانا نوش فرماتے اور ان کی بہت تعظیم و تکریم کرتے۔ اور فرماتے کہ فقیر کو خدا اور رسول پسند فرماتے ہیں پھر اس کے دوست اسے کیسے نہ پسند کریں۔ آپ کی توجہ دنیا کی طرف بالکل نہ تھی آپ کے بے شمار مرید تھے جو کچھ بھی آپ کو بوجہِ حلال ملتا، سب فقراء پر تقسیم کر دیتے۔

بیس سال کی عمر میں جب آپ کے ماموں بقید حیات تھے ایکدن آپ کا گذر امیر وقت کے محل کی طرف سے ہوا، اتفاق سے اس وقت محل میں اس امیر کی لڑکی بیٹھی تھی، جو حسن و جمال میں بے نظیر تھی، اور اس کے اطراف بہت سے خدمتگار کھڑے ہوئے تھے۔ آپ وہاں ٹھیر گئے، اور دربان سے فرمایا کہ اپنے آقا سے جا کر کہو کہ میں ان کی صاحبزادی سے عقد کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ دربان نے آپ کا پیام امیر تک پہونچا دیا۔ امیر نے کہلا بھیجا زہے قسمت کہ آنجناب جیسے درویش کامل میری لڑکی سے عقد کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے اس بارے میں کوئی عذر نہیں لیکن میری یہ خواہش ہے کہ لڑکی کا کوئی خدمتگار جناب کی خدمت میں حاضر ہو اور آپ باقاعدہ منگنی کی

رسم ادا فرمائیں۔ اس کے بعد مجھے کوئی عذر نہ ہوگا۔

آپ نے یہ خیال فرمایا کہ یہ امیر کی چال ہے در اصل اس کا منشائ لڑکی کو میرے عقد میں دینے کا نہیں ہے اور اس نے صرف میری دلجوئی کے لئے یہ کہلا بھیجا ہے اس لئے جواب دیا کہ میں نے صرف امتحاناً ایسا کہا تھا کہ دیکھوں امیر مجھ سے کتنا اعتقاد رکھتا ہے۔ درحقیقت عقد کرنا نہ چاہتا تھا۔ یہ فرما کر آپ چلے آئے کہتے ہیں کہ ابھی آپ گھر بھی نہ پہونچے تھے کہ لڑکی کے پیٹ میں سخت درد اٹھا لوگ آپ کے پاس آئے اور نہایت عاجزی کی اور کہا کہ آپ تشریف لائے میں اپنی لڑکی کو کنیزی میں دینے کے لئے آمادہ ہوں، مگر آپ نے توجہ نہ فرمائی۔ اور اسی شب لڑکی کا انتقال ہوگیا۔

اپنے مرشد و مربی کے وصال کے بعد آپ ہرات تشریف لے گئے واپسی میں ایک موضع کنک نامی میں پہونچے، وہاں ایک درویش کاتب اور موذن تھے، ان کی جھونپڑی میں قیام فرمایا۔ اس درویش کی ایک نہایت پارسا لڑکی تھی، اس نے اسی رات خواب میں دیکھا کہ چودھویں رات کا چاند اس کی گود میں آگیا اور کہنے لگا کہ میں تجھ سے عقد کرونگا۔ صبح کو جب درویش حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے اُن کو اُن کی لڑکی کے خواب سے آگاہ فرما کر عقد کی درخواست کی

چونکہ درویش اس بات سے واقف نہ تھے، کچھ سوچ کر جواب دیا کہ میری کیا تاب و طاقت ہے کہ آپ جیسے بزرگ اور صحیح النسب سید سے نسبت کر سکوں۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کے حکم سے تمھاری لڑکی میری بیوی ہوگی اور اس سے کئی فرزند تولد ہوں گے اور مرتبہ قطبیت پائیں گے۔ یہ سنکر درویش اپنی بیٹی کے پاس گئے اس نے اپنے باپ سے اپنا خواب من و عن

بیان کیا۔ جب درویش نے دیکھا کہ اب پس و پیش کی کوئی گنجایش ہی نہ رہی اور سب شبہات دل سے دور ہوگئے تو انھوں نے لڑکی کو بشارت دی کہ جس چاند کا تم نے ذکر کیا وہ تمھارے گھر میں موجود ہے اس کے بعد درویش اپنی بیٹی کے ہمراہ خواجہ صاحب کی خدمت میں آئے اور عقد کردیا چند دنوں وہاں مقیم رہنے کے بعد اپنے وطن چشت کو واپس آئے۔ کچھ عرصہ بعد ایک فرزند تولد ہوا، جس کا نام تاج الدین ابوالفتح رکھا گیا۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ سخت گرمی کا موسم تھا، آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مسجد سے برآمد ہوئے، ساتھیوں کی خواہش تھی کہ آپ کی دعا سے ٹھنڈے پانی کا چشمہ غیب سے ظاہر ہو جائے۔ تاکہ بندگان خدا کو گرمی کی شدت سے نجات حاصل ہو۔

آپ نے اپنا عصا پتھر پر مارا اور فوراً وہاں سے ایک میٹھے پانی کا چشمہ ظاہر ہوا، چنانچہ لوگوں نے شادان وفرحاں وضو کیا اور سیراب ہوئے کہتے ہیں کہ آج تک وہ چشمہ جاری ہے گرمی کے زمانہ میں پانی بہت ٹھنڈا اور خوش ذائقہ ہو جاتا ہے اور موسم سرما میں معتدل رہتا ہے اگر کوئی بیمار اس کا پانی پئے تو صحت حاصل ہوتی ہے اور اگر کوئی دعا اس کے قرب میں کی جائے تو قبول ہوتی ہے۔

آپ کے عبادت خانہ میں ایک بڑا اور چوڑا پتھر تھا، جس پر آپ اکثر عبادت کیا کرتے تھے ایک مرتبہ آپ اس پر بیٹھے تھے اتفاقاً کوئی ضرورت لاحق ہوی اور آپ کسی گاؤں کی طرف روانہ ہوے، کہتے ہیں کہ پتھر بھی آپ کے ساتھ ہولیا۔ لوگوں کے شور سے آپ نے مڑ کر دیکھا اور پتھر کو حکم دیا کہ ٹھیر جا! چنانچہ وہ اسی جگہ ٹھیر گیا۔ اور آج تک لوگ اس کی زیارت کو جاتے اور طواف

کرتے ہیں اکثر لوگوں نے کئی مرتبہ جمعہ کی شب آنجناب اور حضرت خضرؑ کو اس پتھر پر بیٹھے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ بعض اوقات وہ پتھر اتنا منور ہوجاتا ہے کہ سارے گاؤں میں روشنی پھیل جاتی ہے۔

آنجناب جب حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں مرید ہونے کے لئے حاضر ہوئے تو وہ نہایت مہربانی سے پیش آئے اور فرمایا کہ خدا کی معرفت ایک ایسا علم ہے جو بغیر تعلیم ربانی کے حاصل نہیں ہو سکتا یہ سن کر حضرت نے بطور آزمایش کوئی مسئلہ دریافت فرمایا جس کے سات سو جوابات حضرت ابو محمد چشتیؒ نے دئے۔ ان جوابات کو سننے کے بعد آپ کے دل میں کوئی شبہ باقی نہ رہا۔ اور فوراً حلقہ ارادت میں داخل ہوے۔ مرید ہونیکے بعد پیر کی جانب سے ناصرالدین کا لقب عطا کیا گیا اور ارشاد ہوا کہ سات مرتبہ میرا نام لے کر آسمان کی طرف دیکھو! چنانچہ آپنے تعمیل کی اسی وقت عرش تک تمام حجابات اٹھ گئے، پھر دوبارہ آپ نے حکم دیا کہ سات بار میرا نام لے کر زمین کی طرف دیکھو حسب سابق آپ نے ارشاد کی تعمیل کی اور تحت الثریٰ تک تمام کائنات آپ پر منکشف ہو گئے۔ پھر آپ کو اسم اعظم سکھایا جس سے آپ کو علم لدنی حاصل ہوا، اور تمام اسرار ربانی منکشف ہو گئے یہ سب نعمتیں عطا فرمانے کے بعد خرقہ خلافت سے سرفراز فرما کر اپنا جانشین بنا دیا۔ اور فرمایا کہ اے ناصرالدین! اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو جو کچھ عنایت فرمایا۔ اس سے کہیں زیادہ تمھیں دیا ہے بس اب تم کو یہ چاہیئے کہ تم فقر و فاقہ کے ساتھ زندگی بسر کرو اور اولیاء اللہ کی صحبت سے فیض اٹھاؤ۔ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہرگز نہ چھوڑو جو تمام اولیاء و فقراء کے سردار ہیں۔ آپنے وہ تمام نصیحتیں گرہ میں باندھ لیں، چنانچہ چار سال تک عزلت نشین اور عبادت میں مشغول رہے تین یا

چار فاقوں کے بعد تین لقموں سے افطار فرماتے، اور پیوند کے کپڑے استعمال کرتے رہے آپ کو سماع کا بہت شوق تھا لیکن مجلس سماع میں سوائے فقرائ علما، اور مشائخ کے دوسرے لوگ شریک نہیں ہو سکتے تھے اگر اتفاق سے کوئی اہل دنیا اس مجلس میں شریک ہوجاتا تو آپ کا وہ ذوق سماع باقی نہ رہتا اور فوراً مجلس برخاست کردی جاتی۔ چند فقراء روک لئے جاتے اور دوبارہ مجلس آراستہ کی جاتی اگر اتفاقاً اس مرتبہ بھی کوئی دنیادار رہجاتا، تو اس پر جذب کی حالت طاری ہوجاتی اور وہ تارک الدنیا ہوجاتا۔

سماع کے وقت تمام مجلس متاثر ہوجاتی تھی۔ اور فاسق وفاجر لوگ بھی اس مجلس کی شرکت کے بعد منصب ولایت پر فائز ہوتے آپ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی گنہگار، میری مجلس سماع میں حاضر ہو تو صاحب ولایت ہوجائے چہ جائے کہ اولیاء و اکابرین۔

کہتے ہیں کہ سماع کے وقت آپ کی پیشانی مبارک سے ایک روشنی پیدا ہو کر آسمان تک پہونچتی تھی۔ اس عہد کے کسی عالم نے آپ کی سماع کی مخالفت اور برائی نہیں کی۔

حضرت خواجہ شبلی رحمتہ اللہ علیہ آپ کی ملاقات کے لئے اکثر تشریف لاتے تھے اور آپ کو دیکھتے ہی سماع کی خواہش کرتے اور بیخود ہوجاتے تھے لوگوں نے دریافت کیا کہ خواجہ ابو یوسف چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی ملاقات کے بعد محفل سماع آراستہ کرنے کا سبب کیا ہے؟ جواب دیا کہ تمھیں کیا معلوم ہے کہ ان کو دیکھ کر میں کیا مشاہدہ کرتا ہوں؟ اگر تم آگاہ ہوجاؤ تو تم پر دیوانگی طاری ہوجائے۔ شبلی خواجہ ناصرالدینؒ ابو یوسفؒ کے چہرہ مبارک میں جمال حقیقی کا مطالعہ کرتا ہے ان کے مراتب بیشمار ہیں۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ سے دریافت فرمایا کہ اگر سماع رازِ الٰہی ہے تو جنید بغدادیؒ کیوں اس سے تائب ہو گئے تھے؟ ارشاد ہوا کہ شبلیؒ جوان کے خلیفہ ہیں، میری مجلس میں ہمیشہ تشریف لاتے ہیں چونکہ حضرت جنیدؒ کو اربابِ مجلس اچھے نہ ملے تھے اس لئے انھوں نے توبہ کر لی اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر صاحبِ باطن کو اربابِ سماع دستیاب نہ ہو سکیں تو ترکِ سماع بہتر ہے خدا کی قسم اگر جنیدؒ میری مجلس میں تشریف لاتے تو ہرگز تائب نہ ہوتے، سماع سے جو بات حاصل ہوتی ہے وہ صد سالہ عبادت سے بھی حاصل نہیں ہوتی۔

آپ ایک دن ایک راستہ سے گذر رہے تھے دیکھا کہ مسجد کی تعمیر ہو رہی ہے اور لوگ شہتیر چڑھا رہے ہیں آپ بھی کھڑے ہو کر تماشا دیکھنے لگے۔ شہتیر جب چڑھائی گئی تو معلوم ہوا کہ طول میں ایک گز کم ہے۔ آپ یہ دیکھتے ہی فوراً گھوڑے سے اتر کر مسجد کی دیوار پر چڑھ گئے، اور شہتیر کا ایک سرا آپ نے پکڑا اور دوسرا لوگوں نے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر شہتیر کو مسجد پر رکھ دیا۔ وہ مسجد چشت کے قریب نہر ہریو کے کنارے آج تک موجود اور مطافِ خلائق ہے۔

ابتدائی عمر میں آپ کلام اللہ کے حافظ نہ تھے اس لئے اکثر متفکر رہا کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے بحالتِ بیداری مشاہدہ کیا کہ گویا آپ کے پیر تشریف فرما ہیں اور تفکر کی وجہ دریافت فرما رہے ہیں عرض کی کہ قرآن کے حفظ نہ ہونے سے سخت پریشان ہوں۔ ارشاد ہوا کہ سَو بار سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرو اس کی برکت سے سارا قرآن پاک حفظ ہو جائے گا۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور حسبِ ارشاد تمام قرآن یاد ہو گیا۔ حتیٰ کہ ایک شبانہ روز میں پانچ قرآن ختم فرمانے لگے۔

کہتے ہیں کہ ایک شب آپ نے ارادہ فرمایا کہ دو رکعت نماز میں سارا قرآن ختم کریں۔ لیکن تساہل کی وجہ سے آپ اس پر قادر نہ ہوئے کیونکہ آپ نے سیر ہو کر پانی پی لیا تھا اس واقعہ سے آپ اتنے متاثر ہوئے کہ بیس سال تک سیر ہو کر پانی نہیں پیا۔

پچاس سال کے سن میں آپ حضرت خواجہ حاجی مکی رحمتہ اللہ علیہ اور خواجہ ابو اسحاق شامی نور اللہ مرقدہٗ کے مزار مبارک کی اکثر زیارت فرماتے اور ان کے قریب رہنا پسند فرماتے تھے کچھ دنوں بعد آپ کو خواہش ہوئی کہ وہیں اعتکاف کے لئے ایک تہ خانہ بنائیں لیکن زمین بہت سخت تھی اس کا کھودنا محال تھا آنجناب نے بامداد غیبی اپنے ہاتھ میں کدال لی چاشت سے ظہر کے وقت تک تہہ خانہ بنا لیا، اور بارہ سال تک اس میں مقیم رہے، وہ تہہ خانہ آج تک موجود اور زیارت گاہ خلائق ہے وہاں اس قدر آپ پر جذبہ غالب آتا کہ بیان سے باہر ہے اکثر جب خادم وضو کے لئے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالتا تو آپ از خود رفتہ ہو جاتے اور گھنٹوں کے بعد جب افاقہ ہوتا تو وضو فرماتے۔ ایک دن اسی حالت میں خواجہ عبداللہؒ انصاری آپ کی خدمت میں تشریف لائے اور آپ کے حالات ملاحظہ فرما کر محظوظ ہوئے اور فرمایا کہ تمام پیران حقیقت ایسے ہی گذرے ہیں۔

جس زمانے میں آپ اپنے عبادت خانہ میں معتکف تھے آپ پر سرمستی کا غلبہ تھا اور آپ آبادی میں تشریف لے جانا ناپسند فرماتے تھے۔ اکثر فرشتے اور اجنہ آپ کی صحبت سے فیض پاتے تھے اور اس قدر لوگ آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے تھے کہ جن کا شمار ناممکن تھا۔

مشہور ہے کہ دو جن بصورت مار سیاہ عبادت خانہ کے دروازہ پر پاسبانی

کرتے تھے چنانچہ آپ کے وصال کے بعد ایک عرصہ تک وہ دونوں موجود رہے جو شخص صدق نیت کے ساتھ اس عبادت خانہ میں جانا چاہتا، اسے جانے دیتے اور اگر کسی کی نیت بری ہوتی تو اس پر حملہ کرتے، اور ہرگز داخل نہ ہونے دیتے۔ جب وہ زمین کفار کے قبضہ میں آگئی تو دونوں غائب ہوگئے اور پتہ نہ چلا کہ کہاں گئے۔

آپ نے ۳ رجب المرجب ۵۹۵ھ میں داعی اجل کو لبیک فرمایا۔
"عارف کامل بودہ" سے آپ کی تاریخ وفات نکلتی ہے۔

(۱۴)

شرف الاسلام والمسلمین ومخصوص رب العالمین،
سرور مشائخ کبار حجت اولیائے نامدار قطب العابدین،
حضرت خواجہ مودود ابن ناصرالدین خواجہ ابو یوسف چشتی
قدس اللہ سرہ العزیز

لقب گرامی قطب الدین ہے آپ مادرزاد ولی اور یکتائے زمانہ بزرگ تھے تمام اسرار وحقائق آپ پر منکشف تھے اس عہد کے بڑے بڑے مشائخ اور علماء زمانہ طفلی ہی سے آپ کے حلقہ بگوش اور ارادتمند تھے کوئی عالم یا صوفی ایسا نہ تھا جس نے آپ سے فیض نہ حاصل کیا ہو آپ کا طغرائے امتیاز یہ ہے کہ باوجود کمال باطن کے شریعت کے خلاف کوئی کام نہ کرتے تھے۔

آپ نے خرقۂ فقر وارادت اپنے پدر بزرگوار یعنی قطب العارفین ناصر الملتہ والدین حضرت خواجہ ابو یوسف چشتی رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل فرمایا۔

آپ کے منجملہ کرامات کے ایک طے الارض بھی ہے جس کو دیکھ کر لوگ بہت جلد گرویدہ ہو جاتے تھے۔ آپ صحیح النسب سادات حسینی میں سے ہیں جس کو مورخین واکابرین ایران، توران وہندوستان سب جانتے ہیں۔ سلسلہ نسب آپ کے والد کے بیان میں آچکا ہے لہذا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

آنجناب نے ستانوے سال کی عمر پائی اور سات سال کے سن میں کلام پاک حفظ فرمایا ہمیشہ فقیروں اور مسکینوں کی صحبت میں رہے اور کبھی نیا لباس زیب تن نہ فرمایا۔ کشف قلوب، کشف قبور و کشف ارواح میں کمال حاصل تھا جو شخص بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اس کا حال دل لفظ بلفظ بیان فرماتے۔ اسی طرح قبور کی حالت بھی بیان فرماتے علوم ظاہری میں بھی آپ کو کامل مہارت تھی چنانچہ پندرہ سال کی عمر میں ایک کتاب "منہاج العارفین" آپ نے تصنیف فرمائی جس میں اولیائے کرام کے حالات اور شریعت کا خلاصہ درج فرمایا آپ کی عمر جب چوبیس سال کی تھی تو پدر بزرگوار نے داعی اجل کو لبیک کہا اور آنجناب آپ کے جانشین ہوئے اور یہ سلطان سنجر بن ملکشاہ کا آخری زمانہ تھا۔

آنجناب مریدی کے بعد بیس سال خلوت نشین رہے ریاضت و مجاہدہ بہت بڑھ گیا تھا۔ چنانچہ تیس سال تک رات میں نہیں سوئے۔ اور چھ دن کے بعد افطار فرماتے رہے جب آپ کے والد بزرگوار نے خلافت اور خرقہ سے سرفراز فرمایا تو نصیحت فرمائی کہ اے مودود! دیکھو! یہ خرقہ حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم و علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کا ہے۔ جس کسی نے اسے پہنا وہ صاحب ریاضت اور مخلوق کی مدح و ذم سے بے نیاز ہوا۔ اگرچہ یہ آثار تم میں پائے جاتے ہیں مگر پھر بھی اس کا خیال رکھنا۔ اس کے بعد

اسم اعظم جو حضرت خضر علیہ السلام سے سینہ بسینہ حاصل ہوا تھا سکھایا جس سے تمام علوم ظاہری و باطنی منکشف ہو گئے۔ جو شخص بھی آنجناب کی صحبت اختیار کرتا وہ صاحب کرامت و ولایت اور حصول مقصود سے سرفراز ہوتا اور اسی طرح جو شخص آپ کا مرید ہوتا پہلے ہی دن عرش سے تحت الثریٰ تک کے انکشاف اس پر منکشف ہو جاتے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بیت المقدس سے چشت و بلخ کے اطراف و اکناف تک آنجناب کے دس ہزار خلفا تھے اور مریدین کا تو کوئی شمار نہیں جو شخص تین دن بھی آپ کی خانقاہ میں رہا کامیاب ہوا۔ اگر آپ کی اولاد یا مرید کو کسی مشکل کا سامنا ہوتا اور وہ کسی دور دراز مقام پر ہوتا تو فوراً آپ تشریف لے جاتے اور اس کی مشکلات کو حل فرماتے۔

بچپن کے زمانے میں ایک دن آپ مدرسہ تشریف لے جا رہے تھے بہار کا موسم تھا لوگ سیر دریا کے لئے جا رہے تھے، بہار کی وجہ سے عجیب و غریب سماں پیش نظر تھا، پانی کا تیزی سے بہنا پتھروں سے ٹکرا کر آواز کا پیدا ہونا۔ خاص و عام کے لئے ایک پرکیف منظر پیش کر رہا تھا لوگوں نے اثنائے گفتگو میں کہا کہ کسی شخص کا اس پانی پر سے گذرنا تو کجا پیر بھی رکھنا محال ہے۔ جیسے بچوں کی عادت ہوتی ہے آپ بھی تماشا دیکھنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ میں عبور کر سکتا ہوں لوگ یہ سن کر کہنے لگے کہ اگر آپ اس سیلاب کو عبور کر لیں تو ہم سب آپ کے مرید اور آپ کی ولایت کے معترف ہو جائیں آپ نے پیر سے جوتا بھی نہ اتارا اور فوراً چشم زدن میں برق لامع کی طرف سیلاب کو عبور فرما کر واپس ہوئے اور کفش مبارک تک پانی سے تر نہ ہوئی یہ دیکھ کر حاضرین میں سے تقریباً دو سو آدمی آپ کے مرید ہو گئے۔

اسی طرح دوسرا واقعہ ہے کہ جس زمانہ میں آپ تعلیم پا رہے تھے اُس زمانے میں ایک بار سخت قحط پڑا جس سے مجبور ہو کر بہت سے لوگ مکتب میں آپ کے پاس جا کر ملتجی ہوے کہ خدا سے دعا کرو! کہ وہ ہمیں اس فاقہ کشی سے نجات دے اور اپنا فضل و کرم کرے۔ آپ نے یہ سن کر اپنا ہاتھ آستین کے اندر داخل فرمایا اور پھر نکال کر جھٹک دیا۔ اس عمل کے ساتھ ہی قند اور شکر کی اس قدر بارش ہوئی کہ لوگ چنتے چنتے عاجز آ گئے۔ اس کے بعد اتنے آدمی ٹوٹ پڑے کہ فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو گیا اس لئے آپ نے اپنا دست مبارک کھینچ لیا اور شکر و قند کا نکلنا بند ہو گیا۔ حاضرین وقت سب کے سب مرید اور معتقد ہو گئے جب آپ کے والد ماجد کو لوگوں نے یہ خبر پہونچائی تو انھوں نے آپ کو بلا کر اس قسم کے اظہار کرامت سے منع کیا اور ارشاد فرمایا کہ خاصان خدا ہمیشہ کرامات کو چھپاتے رہے ہیں تم اس کا اظہار کیوں کرتے ہو؟ مجھے یہ خوف ہے کہ اگر کل تم لوگوں کی خواہش پر اس کا اظہار نہ کر سکے تو اُس وقت شرمندہ ہونا پڑے گا لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ آیندہ بھی تم بڑی شان کے مالک ہو گے اور خدائے تعالیٰ تمھیں قطب الاقطاب کر دے گا۔

اسی کم سنی کے زمانے میں ایک مرتبہ آپ کچھ آدمیوں کے ہمراہ شکار کے لئے تشریف لے گئے جنگل میں پہونچنے کے بعد تمام لوگ تو شکار میں مصروف ہوے اور آپ چپکے سے ایک مسافر خانہ میں ٹھہر گئے۔ اس مسافر خانہ کے بارہ ہزار جن جو آپ کے والد بزرگوار کے مرید تھے وہ سب کے سب قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے ادھر آپ کے ساتھی جب شکار سے فارغ ہوئے تو اپنے حلقہ میں آنجناب کو نہ پا کر پریشان ہوئے لیکن تلاش کرتے کرتے جب

مسافر خانہ میں پہونچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ فرشتے اور اجنہ اندر سے باہر تک بھرے ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض سربسجود ہیں کچھ اندر آرہے ہیں اور کچھ باہر جارہے ہیں۔ اسی اثنا میں شکاریوں کی جماعت نے اندر داخل ہوکر شکار پیش کیا۔ حضرت نے زندہ جانوروں کو دوہنے کا حکم دیا چنانچہ لوگوں نے اس کی تعمیل کی۔ کہتے ہیں کہ تمام جانوروں نے بکثرت دودھ دیا حالانکہ وہ دودھ والے جانور نہ تھے چنانچہ تمام شکاریوں نے سیر ہوکر دودھ کھایا اور سب کے سب آپ کے مرید ہوگئے۔ اس واقعہ سے دنیا میں آپ کی بہت شہرت ہوگئی، اور کثرت سے اطراف واکناف کے لوگ مریدی کے لئے حاضر ہونے لگے

مخلوق کی تواضع کو آپ اپنا فرض اولین خیال فرماتے تھے جو شخص کسی حاجت سے حاضر ہوتا۔ اس کی حاجت برآری میں سعی فرماتے ہر چھوٹے بڑے کو سلام کرنے میں سبقت فرماتے اور بڑوں کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوجاتے حتیٰ کہ لونڈی غلاموں کے ساتھ بھی یہی برتاؤ فرماتے۔ لوگوں نے ایک دن آنجناب سے سوال کیا کہ آپ ہر کس وناکس کو سلام کرنے میں سبقت فرماتے اور حد سے زیادہ تعظیم کرتے ہیں اس کا کیا سبب ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معراج ہوئی اور آپ حجاب قدس کے قریب پہونچے تو خداوند تبارک وتعالیٰ نے سلام میں سبقت کی اور فرمایا "السلام علیکم یا ایہا النبی ورحمتہ اللہ برکاتہ" اور ہمارے پیغمبر صلعم کی بھی یہی عادت تھی کہ جب کبھی آپ کسی کو دیکھتے تو سلام میں سبقت فرماتے اور یہ آنحضرت کا خاص معجزہ تھا کہ سلام میں کوئی آپ پر سبقت نہ لے جاسکا اب بتاؤ کہ میں ناچیز کس طرح ان کی پیروی سے باز رہوں۔ جس عمل کو خدا اور رسول پسند فرمائیں وہ مجھ پر فرض ہے۔

کہتے ہیں کہ جب کبھی آپ زیارت خانہ کعبہ کا ارادہ فرماتے تو چشم زدن

میں وہاں پہنچ جاتے اور فراغت حاصل فرما کر واپس آتے اگر احیاناً کسل کے سبب آپ نہ تشریف لے جاسکتے تو خداوند عزّوجل کے فرمان کے مطابق فرشتے خود خانۂ کعبہ کو آپ کے پیش نظر کر دیتے اور اس طرح آپ طواف وزیارت فرمالیتے اور بعد فراغت کعبہ اپنی جگہ پر پہونچ جاتا۔

آنجناب کو سماع کا بہت شوق تھا۔ اکثر اوقات بڑی بڑی مجالس ترتیب دی جاتی تھیں۔ جس میں علماء مشائخ اور چھوٹے بڑے سبھی جمع ہوتے تھے۔ چنانچہ ان سب کی عمدہ و نفیس کھانوں سے بلا امتیاز تواضع کیجاتی تھی۔ مجلس کا آغاز و اختتام قرآن خوانی پر ہوتا تھا۔ مجلس سماع میں کبھی تو آنجناب اس قدر گریہ وزاری فرماتے کہ اہل مجلس پر بھی رقت طاری ہو جاتی اور کبھی اس کے خلاف اس قدر تبسم فرماتے کہ چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا عموماً بے خودی طاری رہتی تھی اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ مجلس میں کبھی لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے اور کبھی موجود جو شخص آپ کی مجلس میں خاص توجہ سے گانا سنتا وہ نعمت سے سرفراز ہوتا تھا۔

ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ حضرت! سماع میں آپ لوگوں کی نظروں سے غائب کیوں ہو جاتے ہیں؟ ارشاد ہوا کہ اے عزیز! صاحب سماع پر جب نور محبوب کا پرتو پڑتا ہے تو وہ اس سے یگانہ اور مخلوق سے بیگانہ ہو جاتا ہے اور معشوق اس کو اپنی محبت میں یہاں تک جذب کرتا اور اپنے رنگ میں اس قدر رنگتا ہے کہ دوئی اور من و تو کا پردہ باقی نہیں رہتا۔ عوام اس راز کو کیا جانیں؟ اور ان کی نظریں اس مقام تک کیسے پہونچ سکتی ہیں؟ اس راز سے تو صرف وہی لوگ واقف ہو سکتے ہیں جن کی آنکھیں نور معرفت سے منور ہو چکی ہوں اس سے

زیادہ میں سماع کا راز فاش نہیں کر سکتا اور اگر ایسا کروں تو لوگ مجھے دار پر چڑھا دیں گے یا عین القضاۃ کی طرح جلا دیں گے، اسی لئے ہمارے بزرگوں نے سماع کے راز کو پوشیدہ رکھا میں اتنا کم حوصلہ نہیں کہ اس کو فاش کروں۔

جب آپ کے والد بزرگوار کا انتقال ہوا تو آپ کی عمر ۲۴ سال کی تھی اور اسی زمانہ میں آپ سجادہ نشین بھی ہوے۔ جب یہ خبر شیخ الاسلام حضرت شیخ احمد جام زندہ فیل کو پہونچی تو فرمایا کہ خواجہ مودود بڑے خاندان سے ہیں لیکن ابھی کم سن ہیں مجھ پر واجب ہے کہ وہاں جا کر ان کی تربیت کروں ورنہ اندیشہ ہے کہ کوئی ایسی بات پیدا ہو جائے جو اس خاندان کی اہانت کا باعث ہو۔ اسی بنا، پر شیخ الاسلام جام سے بقصد چشت روانہ ہوئے ابھی ہرات تک ہی پہونچے تھے کہ چند منافقین آپس میں مشورہ کر کے حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ شیخ احمد جام زندہ فیل آپ کے پدر بزرگوار کی رحلت کا حال سن کر آپ کی کم سنی کے باعث یہاں آرہے ہیں اور آپ کی ولایت میں دخل دینا چاہتے ہیں آپ نے یہ سن کر مراقبہ کیا اور فرمایا کہ جو کچھ تم نے کہا وہ بالکل غلط ہے وہ صرف ازروے محبت و اخلاص مجھے تقویت دینے کی غرض سے آرہے ہیں اسی اثنا، میں شیخ احمد جام کے قریب تر پہونچنے کی خبر ملی، آپ نے منافقین سے کہا کہ مجھے استقبال کے لئے جانا ضروری ہے انھوں نے کہا کہ حضرت جانا ہی چاہتے ہیں تو مسلح آدمیوں اور ساز و سامان کے ساتھ تشریف لے جائیں لیکن آپ نے ان منافقوں کی بات کا کوئی اثر نہ لیا، اور صرف چار ہزار نہتے مریدین کے ساتھ جو آپ کی خانقاہ میں اس وقت موجود تھے

استقبال کیا اور آپ کی تشریف آوری کو غنیمت جان کر نہایت اعزاز کیساتھ شہر میں لائے مگر علمار شہر نے حسد کی وجہ سے آپ کی مخالفت کی اور کہنے لگے کہ چشت سے ایک بدعتی شخص آیا ہے جس کے ساتھ ہزاروں مرید ہیں، اور سب سماع کو جائز سمجھتے ہیں۔ وہ یہ چاہتا ہے کہ اس شہر کے لوگوں کو فریب میں لائے، بہتر ہے کہ فریب وہی نے پہلے ہی اس کی آزمایش کی جائے کہ آیا اسے علم لدنی بھی حاصل ہے یا نہیں؟ اگر صاحب کرامت ہے تو کوئی دلیل ہمارے سامنے پیش کرے ورنہ الزام دے کر اس شہر سے نکالدیا جائے اس مشورہ کے بعد چار سو علمائے معتبر معہ مفتی شہر کے جمعہ کے دن بلخ کی جامع مسجد میں جمع کئے گئے۔ بعد نماز جمعہ کے سب علماء آپ کے گرد بیٹھ گئے اور مشکل ترین سوالات پیش کئے حضرت خواجہ برابر ہر سوال کا جواب دیتے اور اُلٹا انہیں کو مورد الزام ثابت کرتے رہے جس سے تمام علماء نہایت شرمندہ ہوے۔ اور جب دیکھا کہ کوئی بات پیش نہیں جاتی ہے تو ناچار سماع کے بارے میں اعتراض کرنے لگے کہ سماع شرع میں حرام ہے باوجود اتنی علم و فراست کے آپ نے حرام کو حلال قرار دیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ ارشاد ہوا کہ ہمارے بزرگ جو علوم ظاہری و باطنی سے واقف تھے اور جن سے کوئی بات شرع کے خلاف سرزد نہیں ہوئی اگر وہ لوگ سماع کو بدعت سمجھتے تو کبھی اس کو اختیار نہ فرماتے۔

خود اعلحضرت سلطان ابراہیمؒ ادھم جن کی ذات گرامی پر باشندگان بلخ کو فخر ہے سماع کے جواز کے قائل تھے انھیں کیوں نہیں روکا گیا؟ میں تو ان کے مریدوں میں سے ہوں۔ ان کی پیروی مجھ پر فرض ہے جواب دیا گیا کہ شیخ سلطان ابراہیم مجتہد وقت اور کامل زمانہ تھے ایک گانے سے کیا

ہوتا ہے جب کہ وہ صدہا کرامات کے حامل تھے چنانچہ لوگوں نے ایک مرتبہ نہیں صدہا مرتبہ انہیں ہواؤں میں اڑتے ہوئے دیکھا ہے اگر تم ان کی پیروی کا دم بھرتے ہو تو ان کی طرح تم بھی ہواؤں میں اڑ کر دکھاؤ! تو ہم یقین کریں کہ تم بھی صاحب ولایت وعظمت ہو ابھی یہ بات ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ آنجناب نے کرامت طیران کا مظاہرہ فرمایا اور فضاء میں ہر طرف اس طرح تیزی سے گشت لگانے لگے کہ بجلی کی کوند کو مات کر دیا اور جب آپ لوگوں کی نظروں سے غائب ہونے لگے تو مجلس میں شور مچ گیا آخر کار آہستہ سے نیچے اترے اس موقعہ پر دس ہزار آدمی آپ کے مرید ہوئے لیکن ہٹ دھرم جو آپ سے مباحثہ کر رہے تھے کہنے لگے کہ ہم اس قسم کی باتوں کا اعتبار نہیں کر سکتے اس لئے کہ ایسے مظاہرے تو جوگی بھی کر سکتے ہیں پھر کیسے معلوم ہو کہ یہ خرق عادت رحمانی ہے یا شیطانی؟

کہتے ہیں کہ اس مسجد کے قریب ایک بڑا پتھر تھا جس کو پانچ سو آدمی بھی نہیں ہلا سکتے تھے چنانچہ ان لوگوں نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ اس کو بلاؤ اگر وہ آکر گواہی دے کہ تم صاحب ولایت ہو تو اس وقت ہمیں تمہارے ولایت میں کوئی کلام یا عذر باقی نہیں رہے گا۔ آنجناب نے فوراً اس پتھر کی طرف اشارہ فرمایا اور اشارہ کے ساتھ ہی زمین میں گڑا ہوا پتھر لڑھکتا ہوا آپ کے سامنے آیا اور گویا ہوا کہ "اے مسلمانو! حضرت خواجہ مودود بہت بڑے بزرگ اور صاحب ولایت ہیں، ان کے تمام اقوال وافعال موافق شرع ہیں" تین مرتبہ وہ یہی الفاظ کہہ کر خاموش ہو گیا۔ جسے سن کر کسی قسم کا شک باقی نہیں رہا چنانچہ سب آپ کے قدموں پر گر پڑے اور شرمندہ ہو کر توبہ کی۔

بلخ کے بعد آپ نے بخارا کا قصد فرمایا۔ راستہ میں دریا حائل تھا اور جب آپ وہاں پہونچے تو تمام مسافرین کشتی میں سوار ہو کر کچھ دور جا چکے تھے آپ بہت دیر تک کشتی کے منتظر رہے مگر کشتی کیسے ملتی وہ تو جا چکی تھی مجبوراً آپ نے اپنے مریدین کو پیچھے آنے کا اشارہ فرمایا کہتے ہیں کہ آپ مریدین کے ساتھ دریا کو اس طرح عبور فرما رہے تھے جیسے کوئی زمین پر چلتا ہو اور اس خوبی و سرعت کے ساتھ اس پار پہونچ گئے کہ کشتی پیچھے رہ گئی اور کسی کا کف پا بھی تر نہ ہوا۔ اہل کشتی منہ دیکھتے رہ گئے اور آپکی بزرگی کے قائل ہو کر قدموں پر گر پڑے بخارا پہونچ کر آپ نے وہیں قیام فرمایا اور تحصیل علم میں مشغول ہو گئے۔

علامہ نجم الدین عمر استاد کے پاس آپ نے فقہ پڑھی اور دوسرے علوم وفنون میں بھی آپ نے کمال حاصل فرمایا۔ شفیق استاد کو آپ سے بیحد محبت تھی کہتے ہیں کہ آپ کے ایام طالب علمی میں شاہ جنات بھی اسی استاد کے حلقہ تدریس سے استفادہ کر رہا تھا۔ چنانچہ دونوں آپس میں ہم سبق ہو گئے اور یہی ہم سبقی دوستی اور محبت میں تبدیل ہو گئی اور رابطہ محبت کی استواری کے متعلق آپس میں عہد و پیماں ہو گیا۔ چنانچہ اس معاہدہ کا اثر اب تک باقی ہے اور اجنہ آپ کی اولاد کا ویسے ہی احترام کرتے چلے آتے ہیں۔

اثنائے تعلیم میں بخارا کے عالموں نے متعدد بار آپ سے بحث مباحثہ کیا لیکن آپ کے براہین قاطعہ نے ان سب کو مطیع اور فرماں بردار بنا لیا اور ان میں سے اکثر آپ کے معتقد و مرید ہو گئے۔

ایک مرتبہ خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس اللہ سرہٗ عاشورے کے دن

بہت بڑے ہجوم کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آنجناب ان لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے کچھ معرفت کا بیان فرمانے لگے کہ اچانک ایک جوان آدمی جس کی صورت زاہدوں کی سی تھی خرقہ پہنے اور سجادہ کاندھے پر ڈالے ہوئے آیا اور ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ آپ کی نظر اس پر پڑی فرمایا کیا پوچھنا چاہتے ہو پوچھو وہ آدمی اٹھا، اور آپ کے سامنے آکر کہنے لگا۔ حدیث۔ "اتقو فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ" کا مطلب دریافت کرنا چاہتا ہوں ارشاد ہوا کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ تو اپنی زنار توڑ دے اور وحدانیت قبول کر یہ سنتے ہی وہ گھبرا کر کہنے لگا کہ نعوذ باللہ میں زنار پوش نہیں ہوں خواجہ صاحب نے اپنے ایک خادم کو ارشاد فرمایا اس نے آکر جو خرقہ اتارا تو اس کے اندر سے زنار برآمد ہوئی اس راز کے افشا، پر وہ شخص بہت محجوب ہوا۔ بہت رویا گڑگڑایا اور زنار توڑ کر آپ کے قدموں پر گر پڑا اور صدق دل سے مسلمان ہو گیا۔

کہا جاتا ہے کہ بیت المقدس سے چشت تک آپ کے دس ہزار خلفا تھے مگر چند خلفائے کاملین کے اسما جو مشہور اور کتب میں مذکور ہیں ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) خواجہ احمد بن خواجہ مودود چشتی آپ نے اپنے والد سے ولایت حاصل کی اور بہت ہی باعظمت بزرگ تھے۔

(۲) قطب الزاہدین حضرت خواجہ شریف زندنی سلسلہ چشتیہ کے نہایت جلیل القدر بزرگ ہیں۔

(۳) شاہ سجان ایک مرتبہ حضرت خواجہ نے اپنی زبان مبارک سے از روے مہربانی شاہ سجان کہہ کر خطاب فرمایا۔ اسی وقت سے آپ

اسی خطاب سے مشہور ہو گئے اور اس خطاب پر بہت نازاں تھے

(۴) شیخ ابو نصرؒ شکیباں۔

(۵) شیخ حسنؒ

(۶) خواجہ سبز پوشؒ۔ آذر بائجان۔

(۷) شیخ عثمانؒ رومی ان کو خرقہ بایزیدی بھی حاصل تھا اور دو سلسلوں کے مالک تھے۔

(۸) شیخ احمدؒ۔ روم

(۹) خواجہ محمدؒ۔ شام

(۱۰) خواجہ ابوالحسنؒ بابی جنہوں نے تاریخ بابی تصنیف فرمائی ہے۔

وصال سے پہلے کئی دنوں آپ پر ضعف کا غلبہ رہا اور جس روز آپ داعی اجل کو لبیک فرمانے والے تھے اس روز آپ کی نظر دروازہ پر جمی ہوئی تھی گویا آپ کسی کے منتظر ہیں ناگہاں ایک شخص نورانی صورت پاکیزہ اور ستھرا لباس زیب تن کئے آیا باآدب سلام کیا اور سامنے کھڑے ہو کر حریر کا ایک رقعہ پیش کیا جس میں کچھ تحریر تھا آنجناب نے اسے پڑھ کر اپنی آنکھوں پر رکھ لیا۔ اور جان عزیز سپرد حق فرمائی لوگوں کو جب آپ کی رحلت کی اطلاع ہوئی تو بہت کچھ آہ وزاری کی شہر اور اطراف و اکناف کے اس قدر لوگ جمع ہوے کہ شمار کرنا ناممکن تھا اس کے بعد تجہیز و تکفین عمل میں آئی کہتے ہیں کہ عین نماز جنازہ کے وقت ایک ایسی مہیب آواز غیب سے آئی کہ لوگ منتشر ہو گئے اور فرشتوں نے نماز جنازہ ادا کی اس کے بعد بے شمار اجنہ جو آپ کے آباو اجداد کے مرید تھے حاضر ہوے اور نماز جنازہ ادا کی پھر تمام مریدین علماء اکابر اور عوام الناس نے معہ خلیفہ وقت کے نماز جنازہ پڑھی۔

اس کے بعد جب جنازہ اٹھانا چاہا تو پھر وہی مہیب آواز آئی اور لوگ الگ ہٹ گئے کہتے ہیں کہ جنازہ خود بخود فضا، کو طے کرتا ہوا اس مقام تک پہونچا جسے آپ نے اپنی مرقد کے لئے انتخاب فرمایا تھا۔ تمام لوگ بھی پیچھے پیچھے وہاں تک پہونچے اور تدفین عمل میں آئی کہتے ہیں کہ کئی ہزار کافر اس عجیب و غریب مشاہدہ سے مسلمان ہوگئے آج تک مزار مبارک مطاف عالم ہے

آپ کی تاریخ وفات غرہ رجب المرجب ۵۲۹ھ ہے۔

(۱۵)

عمدة العلما، زبدة الصلحا، بحر وفا، معدن صفا، ملاذ الغربا، والمساکین، رکن الملتہ والدین، حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی قدس اللہ سرہٗ

لقب مبارک نیرالدین ہے مکاشفات و مشاہدات میں آپ کا کوئی مثیل و نظیر نہ تھا اپنے زمانہ میں تمام مشائخ ابدال و اوتاد کے مقتدا تسلیم کئے جاتے تھے آپ کی باعظمت و پر شکوہ ہستی صدہا کرامتوں اور عظمتوں کی حامل تھی جسے آج تک سلسلہ چشتیہ میں آیت ربانی و برہان یزدانی سمجھا جاتا ہے۔ اور جن کے سامنے علمائے دہر و فضلائے عصر سر نیاز خم کرنے پر مجبور تھے خرقہ فقر و ارادت حضرت خواجہ مودود چشتی سے حاصل فرمایا ایک سو بیس سال کی عمر پائی اور چودہ سال کے سن سے تا آخر حیات باستثنائے حوائج ضروری ہر وقت باوضو رہے۔ ہمیشہ پیوند کے کپڑے پہنتے اور فقر و فاقہ کو نہایت عزیز رکھتے تھے جس دن فاقہ ہوتا سو رکعت نماز

شکرانہ کی ادا فرماتے اور کہتے کہ فقر و فاقہ انبیا، و اولیا کا طریق ہے ناچیز حاجی کو ایسی دولت عظمیٰ عنایت ہو اور وہ شکر یہ نہ ادا کرے ؟ ایسا نہ ہو کہ بزرگوں کے سامنے حشر میں شرمندہ و محجوب ہونا پڑے۔

ایک مرتبہ آنجناب کے پاس کوئی فقیر آیا آپ نے اس کی اتنی تعظیم و تکریم فرمائی کہ حاضرین سخت متعجب ہوئے آپ نے فقیر کی خاک پا کو لے کر اپنی آنکھوں سے ملا اور فرمایا الہٰی فقراء غربا، و مساکین کے طفیل میں حاجی شریف کو فقر پر استقامت بخش آپ عمداً اہل دنیا سے بات نہیں کرتے تھے اور نہ کسی دولتمند کے گھر جاتے نفیروں کی جانب ہمیشہ توجہ مبذول فرماتے اور کہتے کہ میں فقیروں کا غلام ہوں اگر مجھے فقراء بیچ بھی ڈالیں تو میں راضی ہوں۔

آنجناب چالیس سال تک جنگلوں میں گوشہ نشین رہے جب بھوک لگتی تو جنگلی میوے کھا لیتے اور مجاہدہ و ریاضت میں مشغول رہتے، عموماً تین دن کے بعد بے نمک کی سبزی سے افطار فرماتے۔ جو شخص آپکا پس خوردہ کھانا کھاتا، وہ مجذوب ہو جاتا اور جس کو آپ نظر بھر کر دیکھ لیتے وہ کامل درویش ہو جاتا، اس زمانہ کے درویش اور کاملین اکثر آنجناب کی خدمت میں رہنا پسند کرتے تھے۔

آپ مجلس سماع میں شریک ہوتے تھے اور حالت سماع میں اس قدر آہ و زاری فرماتے کہ ساری مجلس متاثر ہو جاتی جب روتے روتے بیہوشی طاری ہوتی تو چہرۂ مبارک پر پانی کے چھینٹے دئے جاتے اور اس طرح آپ ہوش میں آتے محویت و سکر کا اس قدر غلبہ تھا کہ اکثر نمازوں میں بیہوش ہو جاتے تھے لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ اے خواجہ مجلس سماع اور نماز کے موقعہ

بیہوشی اور اضطراب کا کیا باعث ہے؟ ارشاد ہوا کہ اگر عشاق ذکر محبوب سے بیقرار اور از خود رفتہ نہوں تو عشق خام ہے۔

جب آپ حضرت خواجہ مودود چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ اے حاجی! میری یہ خواہش ہے کہ تو میرا جانشین اور مخلوق خدا کا ہادی بنے اور تیرے مریدین نعمت سے سرفراز ہوں میں خدا سے ملتجی ہوں کہ وہ تجھے ان کا اہل بنا دے۔ اس کے بعد حکم دیا کہ گوشہ نشینی اختیار کرو چنانچہ آنجناب نے حکم کی تعمیل کی اور گوشہ نشین ہو گئے۔ کچھ دنوں کے بعد پیر سے عرض کی کہ گوشہ نشینی اس کے لئے مناسب ہے جو مجموعۂ کمال ہو۔ یہ سن کر انہوں نے بہت خاص توجہ فرمائی اور اسم اعظم جو حضرت خضر علیہ السلام سے سینہ بسینہ حاصل ہوا تھا عنایت کیا جس سے اسی وقت علم لدنی سے سرفراز ہوے اور علوم دینیہ کا انکشاف ہو گیا پیر نے پھر فرمایا کہ اے حاجی شریف! جو شخص ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگوں کا جانشین ہوتا ہے وہ غیبی ہدایات اور علم لدنی سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ یہ فرما کر خرقہ گلیمی عطا کیا اور اپنا جانشین بنایا۔ اور دعا فرمائی کہ الٰہی حاجی شریف درویش کو اپنے حفظ و اماں میں پناہ دے اسی وقت غیب سے آواز آئی کہ حاجی ہمارا دوست ہے ہم اس سے راضی ہیں۔ اس کے بعد جناب سے خطاب ہوا اے حاجی! یہ خرقہ تجھے مبارک ہو اس کی برکت سے ہم نے تجھے بخش دیا اور اپنے دربار میں قبولیت عطا فرمائی۔ جو آپ کی مجلس سماع میں حاضر ہوتا تارک دنیا ہو جاتا آنجناب مجلس سماع کو بہت پسند کرتے تھے اور عموماً دن میں کئی مرتبہ گانا ہوتا تھا لیکن کسی عالم یا فقیہ نے سماع پر اعتراض نہیں کیا۔

مشہور ہے کہ کسی فقیر کی سات لڑکیاں تھیں اور فقر و فاقہ کی وجہ سے بہت مشکل سے گذر اوقات ہوتی تھی، ایک دن وہ عسرت سے تنگ آکر آنجناب کے پیروں پر گر پڑا اور اپنی عسرت و تنگی کا ماجرا کہہ سنایا۔ ارشاد ہوا کہ آج جتنی تکلیف اُٹھاؤ گے کل وہ راحت سے بدل جائے گی۔ پھر درویش نے التجا کی کہ یا خواجہ ایسی توجہ فرمائے کہ میں اپنی ساتوں لڑکیوں کے بار سے سبکدوش ہو جاؤں چونکہ اس وقت آپ کے گھر میں کچھ نہ تھا اس لئے ارشاد ہوا کہ اس وقت تم جاؤ کل آنا۔ چنانچہ بموجب فرمان فقیر چلا گیا۔ اثناء راہ میں ایک پارسی سے ملاقات ہوئی اس نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ کہا کیا بیان کروں؟ میری سات لڑکیاں ہیں۔ ان کی کتخدائی کی کوئی سبیل نہیں ہوئی حاجی شریف کے پاس اس خیال سے گیا تھا کہ وہ کچھ اعانت فرمائیں گے مگر انہوں نے کل بلایا ہے دیکھوں! کل کیا ہوتا ہے؟ پارسی نے یہ سن کر کہا کہ اے فقیر! حاجی شریف تو تم سے بھی زیادہ غریب ہیں، ان کے پاس دینے کے لئے کچھ نہ ہوگا۔ اسی لئے حیلہ کر دیا۔ اب تم لوٹ کر ان کے پاس جاؤ اور ان سے یہ کہو کہ اگر وہ سات سال تک میری خدمت کریں تو اس کے معاوضہ میں سات ہزار دینار دوں گا چنانچہ فقیر نے آنجناب کی خدمت میں پہونچ کر حقیقت بیان کی آپ نے سن کر ارشاد فرمایا کہ میری سات سال کی خدمت سے اگر ایک بینوا کی حاجت برآری ہو تو اس سے کیا بہتر؟ آپ فقیر کے ساتھ ہو لئے اور پارسی کے پاس پہونچے۔ پارسی نے جو کچھ بھی کہا آپ نے اس کو قبول فرما لیا۔ اس کے بعد پارسی نے قاضی وقت سے اجازت نامۂ بندگی حاصل کر کے سات ہزار دینار آپ کو دیدئے۔ آپ نے اسی وقت اپنے مہمان فقیر کو دے کر رخصت کر دیا اور خود پارسی کے پاس ٹھہر گئے پارسی نے

آپ سے کہا کہ اے شیخ! سات سال تک تمہارے ذمہ میری خدمت یہی ہے کہ راتوں کو میری پاسبانی کیا کرو! آپ نے اس خدمت کو قبول فرمایا اور اس کے حسب منشا کار مفوضہ کو انجام دیتے رہے۔ جب خلیفہ وقت کو اس بات کی خبر پہونچی تو اس نے سات ہزار دینار اور سات ہزار درہم آپ کے پاس بھجوائے اور کہلا بھیجا کہ پارسی کی رقم ادا کرکے رہائی حاصل کرلیں اور بقیہ رقم اپنے صرف میں لائیں آپ کے پاس جب وہ دینار و درہم لائے گئے آپ نے قبول فرماکر سب غربا و مساکین کو تقسیم فرمایا اور کہا کہ پارسی سے سات سال کا معاہدہ ہو چکا ہے اس کے خلاف میں نہیں کرسکتا پارسی جب اس سے مطلع ہوا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ جو رقم خلیفہ نے بھیجی تھی اسے مجھے دے کر آپ نے رہائی کیوں نہ حاصل کی اور اس جانکشانی کو کیوں ترجیح دی؟ فرمایا کہ اس رنج و مصیبت کی قدر تو کیا جانے" جتنی محنت اتنی نعمت" ہمارا خدا فقیر کو دوست رکھتا ہے اور ہم خدا کو جس محنت سے وہ راضی ہو ہمارے لئے وہ عین راحت ہے۔ مجوسی آپ کی استقامت کو دیکھ کر نرم پڑا اور عرض کی کہ میں آپ کو خود آزاد کرتا ہوں شوق سے تشریف لے جاکر خدا کی عبادت فرمائیے یہ سن کر فی الفور آپ کی زبان مبارک سے نکلا تو نے مجھ کو رہا کیا خدا تجھے آتش دوزخ سے رہائی عطا کرے۔ بمجرد اس دعا کے مجوسی کی کایا پلٹ گئی اور اس نے صدق دل سے مسلمان ہو کر حضرت کی خدمت اختیار کی اور تھوڑی ہی مدت میں منصب ولایت پر فائز ہوا۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں کچھ رقم بطور نذر کے پیش کی ارشاد فرمایا کہ تمھیں ہم فقیروں کے ساتھ کیا دشمنی ہے؟ کہ دشمن خدا کو لائے ہو! ہم دولت و دنیا کو کب کے چھوڑ بیٹھے۔ اس شخص نے بہت اصرار کیا

کچھ تو قبول فرمائیے۔ مگر حضرت نے توجہ نہ کی جب اس کی عاجزی حد سے متجاوز ہو گئی تو فرمایا کہ صحرا کی طرف دیکھو! جیسے ہی اس نے نگاہ اٹھائی دیکھا کہ ایک دریائے سیم وزر لہریں لے رہا ہے۔ اس کرامت کو دیکھتے ہی وہ حضرت کے پاؤں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ جس کے تصرف میں یہ غیبی خزانے ہوں اُسے کسی چیز کی کیا حاجت؟

کہتے ہیں کہ سلطان سنجَر کی وفات کے بعد ایک شخص نے انھیں خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ مرنے کے بعد کیا معاملہ پیش آیا جواب دیا کہ جب میرے اعمال خدا کے حضور میں پیش ہوئے تو ان میں سے کوئی بھی اس قابل نہ نکلا جو میرے کام آسکے حکم ہوا کہ اسے دوزخ میں لے جاؤ تعمیل حکم سے پیشتر ہی دوبارہ فرمان ہوا کہ چونکہ اس نے فلاں دن دمشق میں خواجہ حاجی شریف زندنی کی قدم بوسی حاصل کی تھی لہٰذا اس سعادت کی برکت سے اُسے میں نے بخشدیا۔

۱۰ رجب المرجب کو حضرت نے دنیائے فانی کو خیرباد کہا۔

(۱۶)

سیّد الاولیا حجت الاتقیا، برگزیدۂ پروردگار،

شمع شبستان ولایت، صاحب کشف و کرامت،

قطب الصالحین حضرت خواجہ عثمان ہارونی

قدس اللہ سرہٗ

قصبہ ہارون کے رہنے والے تھے جو مضافات نیشاپور سے ہے آپ اپنے زمانے میں مقتدائے اولیاء ابدال اور پیشوائے اوتاد و اقطاب تسلیم کئے جاتے تھے

شریعت وطریقت کے جامع تھے۔ جس کی طرف توجہ فرماتے اُسے چشم زدن میں صاحب کشف وکرامات بنا دیتے۔ خرقہ فقر وارادت حضرت خواجہ حاجی شریف زندنیؒ سے حاصل فرمایا اور ستر سال شدید تریں ریاضت فرماتے رہے، اس عرصہ میں کبھی آپ نے آسودہ ہو کر کھانا کھایا نہ پانی پیا اور نہ سوئے چار پانچ فاقوں کے بعد دو تین لقمے تناول فرماتے تھے مال و متاع سے آپ کو سخت نفرت تھی فرمایا کرتے کہ اس فقیر کی حالت قابل افسوس ہے جو آسودہ ہو کر کھانا کھائے اور رات میں آرام کرے آپ کی زبان مبارک سے جو بات نکلتی فوراً قبولیت الہٰی سے مشرف ہوتی آپ حافظ قرآن بھی تھے ایک شبانہ روز میں دو قرآن ختم کرتے تھے۔ سماع کا بہت شوق تھا مجلس سماع میں اس قدر روتے کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی۔

کہتے ہیں کہ آپ کے نماز پڑھتے وقت غیب سے آواز آیا کرتی تھی کہ "اے عثمان! میں نے تمھاری نماز قبول کی" جو کچھ چاہتے ہو طلب کرو" حضرت خواجہ فرماتے کہ الہٰی تجھ سے تجھی کو مانگتا ہوں۔ ندا آئی کہ اے عثمان!" مجھے منظور ہے خاطر جمع رکھو" اور جو کچھ مانگنا چاہتے ہو مانگو" فرماتے کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم گنہگار امتیوں کو بخشدے۔ آواز آتی کہ "تیس ہزار گناہ گاروں کو تمھاری وجہ سے بخشتا ہوں" قابل غور یہ امر ہے کہ تمام عمر میں کتنی نمازیں آپ نے پڑھی ہونگی اور اس حساب سے کتنے گنہگاروں کی بخشش ہوئی ہوگی۔

مشہور ہے کہ جب آپ بمطابق الہام ربانی حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوے تو قدم بوسی کے بعد عرض کی کہ یہ ناچیز جناب کے سلسلہ مریدین میں منسلک ہونا چاہتا ہے خواجہ موصوف نہایت مہربانی سے پیش آے اور چوگوشہ ٹوپی عطا فرمائی اور مرید کرکے گروہ فقرا

میں داخل فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے عثمان! تمھارے ٹوپی کے چار گوشے ہیں پہلے گوشہ سے ترک دنیا مراد ہے دوسرے سے ترک حرص و ہوا۔ تیسرے سے نفس کشی چوتھے سے شب بیداری۔ ہمارے بزرگوں کا قول ہے جو شخص اس ٹوپی کو پہنے اس پر واجب ہے کہ خدا کی محبت میں ہیں اسواکو فراموش کردے۔ اگر تم بزرگوں کی پیروی نہ کروگے تو حشر میں ان سے شرمندہ ہوگے۔ اے عثمان! سراپا انکسار ہو جاؤ اپنے آپ کو سب سے بدتر سمجھو۔ تاکہ سب سے بہتر ہو جاؤ! جو شخص خرقہ پہنکر بزرگوں کے راستے سے انحراف کرے وہ ڈاکو ہے اور بزرگوں کے نزدیک قابل ملامت۔

آپ نے پیر کی نصیحتوں کو گوش دل سے سنا اور سختی سے اس پر عمل پیرا ہوے۔ ریاضت و مجاہدے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تین سال کے بعد پیر روشن ضمیر نے آپ کو اسم اعظم سکھایا۔ جس سے تمام علوم ظاہری و باطنی آپ پر منکشف ہو گئے اور فائز المرام ہوئے۔

خرقہ سے سرفراز اور فقر کے مرتبۂ اعلیٰ پر فائز ہونے کے بعد آپ نے بہت سے ممالک کی سیاحت فرمائی۔ اثنائے سیاحت میں ایک مرتبہ ایسے موضع میں پہونچے جہاں صرف مجوسی اور یہودی رہتے تھے آپ نے وہاں پہنچ کر ایک درخت کے نیچے مقام کیا اور جانماز بچھا کر نماز میں مشغول ہو گئے اس وقت فخرالدین نامی آپ کا ایک خادم ساتھ تھا وہ آگ لانے کے لئے اس موضع میں گیا مگر اسے کسی نے آگ نہ دی جب حضرت خواجہ اس سے واقف ہوے تو آپ نے تجدید وضو کیا اور اس موضع میں گئے دیکھا کہ ایک پارسی ایک ہفت سالہ بچے کے ساتھ آتش پرستی کر رہا تھا۔ آپ ٹھیر گئے اور فرمانے لگے اے پیر فرتوت! بیکار

آتش پرستی کیوں کر رہا ہے خدا کی پرستش کیوں نہیں کرتا؟ اس لئے کہ آگ
اس کی کمترین مخلوقات میں سے ہے۔ مجوسی نے کہا کہ یہ ہمارا دینی فریضہ
ہے آگ کی تعظیم ہمارے لئے لازمی ہے فرمایا کہ تم نے اپنی ساری عمر
آتش پرستی میں صرف کردی۔ امتحاناً اپنا کوئی عضو آگ پر رکھ کر دیکھو کہ
وہ اسے جلاتی ہے یا نہیں؟ مجوسی نے جواب دیا کہ اس کی خاصیت تو
جلانے کی ہے یہ کہاں ممکن ہے کہ کوئی اس میں ہاتھ ڈالے اور جلنے سے
محفوظ رہے یہ سن کر آپ نے فوراً اس کے بچہ کو آگ میں ڈال دیا اور اس کے
بعد خود بھی اس میں کود پڑے۔ آگ فی الفور گلزار بن گئی، کئی گھنٹے آگ میں
رہے مگر ان کے ایک رونگٹے کو بھی آگ نہ جلا سکی۔ اور ہر دو صحیح سلامت
آگ سے نکل آئے اس موقعہ پر بہت سے مجوسی جمع ہو گئے تھے وہ سب کے
سب متحیر رہ گئے اور آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے۔ قوم کے
سردار کا نام عبد اللہ اور وہ بچہ جس کو آپ نے آگ میں پھینکا تھا اس کا
نام ابراہیم رکھا ڈھائی سال تک آپ وہاں مقیم رہے تاکہ ان لوگوں میں
طریقہ اسلام مستحکم ہو جائے۔

ایک مرتبہ خلیفہ وقت نے جو سلسلہ سہروردیہ سے تعلق رکھتا تھا
کہا کہ اگر سماع کوئی اچھی چیز ہوتی تو شیخ جنید بغدادیؒ ترک سماع نہ فرماتے
اس بحث میں بعض فقہا آپ کے طرف دار تھے اور بعض خلیفہ کے کہتے ہیں
کہ خلیفہ نے یہ حکم دے دیا تھا کہ جو شخص گانا سنے اس کو دار پر چڑھا دیا جائے
اور قوالوں کو مار ڈالا جائے جب آپ کو اس حکم کی خبر ملی تو فرمایا
کہ سماع ایک راز خداوندی اور عبد و معبود کے درمیانی حجاباتِ ستر کو
ہٹانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ ہم اسے ترک نہیں کر سکتے اور کس کی مجال ہے

سماع سے باز رکھے؟ خداوند تعالیٰ سے مجھے امید ہے کہ تا قیامت ہماری اولاد اور مریدین سماع سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے اس بارے میں کوئی شخص ہم پر فتح وظفر نہیں پا سکتا۔ سہروردیوں کے نزدیک سماع حرام ہے تو ہوا کرے۔ ہمارے بزرگوں نے گانا سنا ہے اس لئے ہم بھی سنتے ہیں

جب خلیفہ کو آپ کی ان باتوں کی اطلاع ہوئی تو اس نے حاجب کو حکم دیا کہ خواجہ عثمان سے کہدو کہ اس معاملہ میں وہ علماء سے بحث کریں۔ اگر وہ سماع کی حلت ثابت کر سکیں تو مزاحمت نہ کی جائے گی چنانچہ حاجب نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر خلیفہ کا پیغام پہونچایا آپ اسی وقت استخارہ فرما کر، علما کی مجلس میں بحث کے لئے تشریف لے گئے وہاں بڑے بڑے علمائے کرام معہ خلیفہ کے موجود تھے۔ جب آپ مجلس میں پہونچے خلیفہ تاب نہ لاسکا اور پس پردہ ہو بیٹھا اور علماء پر اس قدر رعب طاری ہوا کہ جو پڑھا لکھا تھا سب بھول گئے خلیفہ نے بہت کچھ تقویت دی اور تحریص دلائی مگر کچھ نہ ہوا زبان جوں کی توں بند رہی اور چوں بھی نہ کر سکے۔ مجبوراً انھیں خلیفہ سے کہنا پڑا کہ جو کچھ بھی ہم جانتے تھے وہ خواجہ عثمانؒ کو دیکھتے ہی بھول گئے ہماری طاقت نہیں کہ ہم کچھ بحث کر سکیں آخر کار تمام علما، فقہا اور اکابرین نے نہایت عاجزی سے روتے ہوئے اپنے قصور کا اعتراف کیا اور آپکے پیروں پر گر کر کہنے لگے کہ یا خواجہ! خلیفہ سہروردیؒ کا مرید ہے اس لئے سماع سے باز رکھنا چاہتا ہے ورنہ ہماری کیا مجال ہے کہ ہم سماع کو حرام کہیں آپ کے عتاب سے ہمارا سارا علم فراموش ہو گیا اور ہمیں یقین ہے کہ جب تک آپ خاص توجہ نفرمائیں گے ہمارا علم عود نہیں کرے گا۔ ارشاد ہوا کہ اے نادانو! تم سماع کی کیا قدر جانو؟ سماع کے لئے اخوان کی شرط ہے۔ شیخ جنیدؒ نے اخوان کے

نہ ملنے سے اس کو ترک کر دیا تھا، ان کی حالت کو اپنی حالت پر قیاس
نہ کرنا چاہیئے ان کے زمانے میں لوگ ہمارے بزرگوں کی مجلس میں برابر حاضر
ہوتے رہے ہماری بحث خواجہ جنیدؒ کے متعلق نہیں ہے ہم صرف یہ کہتے ہیں
کہ ہمارے بزرگوں نے گانا سنا ہے اور کسی کی تاب و طاقت نہیں کہ ان کے
سماع کو ناجائز قرار دے سکے میرے لئے ان کی پیروی لازم ہے میں اس سنت
سنیہ کو ترک نہیں کر سکتا۔

خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے
لیکن اس کے باوجود وہ ناصرالدین ابو احمد چشتیؒ کی مجلس سماع میں شریک ہوتے
تھے چنانچہ وہیں سے بہت سی نعمتیں انھیں حاصل ہوئیں۔ فضل برمکی نے
حضرت خواجہ ابو احمد چشتیؒ کے سماع کے بارے میں اعتراض کیا تھا، لیکن
اپنی سزا بھگت لی اور فوراً پشیمان ہو کر توبہ کی۔ اس صورت میں کیا تم
لوگ اہل سماع سے مناقشہ کرنا چاہتے ہو؟ اگر ایسا ہے تو

"برین عقل و دانش بباید گریست"

یہ چشتیوں کی حقانیت کی دلیل ہے کہ جو شخص بھی سماع کا مانع ہوا آخر میں
اسے تائب ہو کر عجز و الحاح سے پیش آنا پڑا علماء نے عرض کی کہ یا حضرت!
اس سے زیادہ ہم کیا مشاہدہ کریں گے ہم تو خود اپنے کئے کی سزا بھگت
رہے ہیں اب برائے خدا ہم پر مہربانی فرمائیے یہ سن کر حضرت خواجہ کو ان کے
حال پر رحم آگیا اور آپ نے خاص توجہ اُن کی طرف مبذول کی چنانچہ
اسی وقت فراموش شدہ علوم عود کر آئے اور اس کے علاوہ عرش سے
تحت الثریٰ تک کا انکشاف ان پر ہو گیا۔ جس کی وجہ سے دنیا کی محبت
ان کے دلوں میں باقی نہ رہی اور وہ سماع کے گرویدہ ہو گئے۔ جب خلیفہ نے

آپ کی اس عظمت اور تصرف کو دیکھا تو کہنے لگا کہ میں ہرگز خواجہ عثمانؒ کو سماع سے نہیں روک سکتا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ نے اپنے گھر آ کر قوالوں کو بلایا اور متواتر سات دن تک گانا ہوتا رہا اور پھر کسی نے سماع کے بارے میں دخل نہیں دیا۔

خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے پیر حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سفر میں تھا۔ ایک دن ہم لوگ دریائے دجلہ کے کنارے پہونچے اتفاقاً اس وقت کوئی کشتی موجود نہ تھی حضرت خواجہ نے مجھ سے فرمایا کہ "آنکھ بند کرو" چنانچہ میں نے تعمیل کی تھوڑی دیر کے بعد ارشاد فرمایا کہ آنکھ کھول دو۔ میں نے جب آنکھ کھولی تو خود کو معہ حضرت خواجہ کے دریا کے اس پار پایا۔

خواجۂ مذکور الصدر سے یہ بھی منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نہایت پریشان حال حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، حال دریافت کرنے پر اس نے عرض کی کہ چالیس سال سے میرا لڑکا غائب ہے معلوم نہیں وہ زندہ ہے یا مر گیا۔ اگر حضرت دعا فرمائیں تو ممکن ہے کہ دعا کی برکت سے وہ آجائے یہ سن کر حضرت خواجہ نے مراقبہ کر کے فرمایا کہ آپ لوگ فاتحہ پڑھئے بایں نیت کہ اس کا لڑکا واپس آجائے حاضرین نے تعمیل کی۔ آپ نے پھر مراقبہ کیا اور ایک گھڑی کے بعد اس شخص سے فرمایا کہ اپنے گھر جاؤ تمھارا لڑکا آگیا۔ کہتے ہیں کہ شخص مذکور ابھی راستہ میں تھا کہ ایک شخص نے لڑکے کے صحیح وسالم گھر پہونچنے کی بشارت دی۔ گھر پہونچنے کے بعد وہ شخص اپنے لڑکے سے مل کر بہت خوش ہوا اور فوراً باپ بیٹے دونوں حضرت کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے قدم بوسی کے بعد حضرت نے لڑکے سے دریافت فرمایا کہ تم

کہاں تھے اور کیسے اپنے مکان آگئے؟ لڑکے نے جواب دیا کہ میں ایک
نامعلوم جزیرہ میں تھا جہاں اجنہ نے مجھے قید کر رکھا تھا اتفاقاً آج ایک
بزرگ جن کی صورت بالکل آپ ہی کی طرح تھی میرے پاس تشریف لے گئے
اور مجھے کھڑے ہونے کا حکم دیا اور بیک اشارۂ انگشت بیڑیاں کھولدیں
اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ میرے پاؤں پر پاؤں رکھو اور آنکھیں بند کرلو
چنانچہ میں نے تعمیل ارشاد کی تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ آنکھیں کھولدو
میں نے آنکھیں کھولیں تو خود کو اپنے دروازہ پر کھڑا ہوا پایا اور وہ بزرگ
غائب تھے۔ اس کے بعد میں آنجناب کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوکر
مشرف ہوا۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک سَو ستر کفار جمع ہوئے اور
آپس میں یہ طے کیا کہ آج خواجہ عثمان ہارونی کی آزمایش کرنی چاہیئے اگر وہ
امتحان میں پورے اتریں تو سمجھنا چاہیئے کہ ان سے بڑا کوئی ولی نہیں ہے۔
اس قرارداد کے بعد ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے دل میں ایک ایک
کھانے کی خواہش پیدا کی اور اس کے بعد سب کے سب اٹھ کر حضرت
قطب السالکین کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کو دیکھتے ہی آپ نے
ارشاد فرمایا کہ اے خدا کے بندو! آؤ خداوند تعالیٰ عالم اسرار ہے اور وہ جس کو
چاہے اسرار سے آگاہ کرسکتا ہے یہ کہہ کر آپ نے خادم کو حکم دیا کہ ہر ایک کے
ہاتھ دھلائے جائیں مشہور ہے کہ آپ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر آسمان کی
طرف ہاتھ پھیلاتے تھے اور غیب سے ایک خوان کھانا آپ کے دست
مبارک میں آجاتا تھا اور آپ ہر شخص کے سامنے وہی چیز رکھتے جاتے تھے
جس کی اُس نے خواہش کی تھی۔ ان لوگوں نے آسودہ ہوکر اپنی اپنی خواہش کے

مطابق کھانا کھایا اور کچھ دیر کے بعد حضرت خواجہ سے عرض کی کہ یا خواجہ ہمیں معلوم ہو گیا کہ اس زمانے میں آپ سے بڑھ کر کوئی بزرگ صاحب کرامات روئے زمین پر موجود نہیں اب آپ یہ فرمائے کہ اگر ہم لوگ بھی مسلمان ہو جائیں تو کیا خدا ہمیں بھی آپ ہی کی طرح صاحب مرتبہ بنا سکتا ہے یا نہیں؟ ارشاد ہوا کہ میں بیچارہ کس شمار و قطار میں ہوں؟ اگر خدا چاہے تو مجھ سے بڑھ چڑھ کر اعلیٰ مراتب ہزاروں آدمیوں کو عطا کر سکتا ہے یہ سن کر وہ سب کے سب مسلمان اور آپ کے مرید ہو گئے اور تھوڑی ہی مدت میں مرتبۂ ولایت پر فائز ہوئے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک پڑوسی خواجہ ہارون عثمانیؒ کا مرید تھا جب اس نے وفات پائی تو میں اس کے جنازہ کے ساتھ تدفین میں شرکت کے لئے گیا۔ اس کو دفن کرنے کے بعد تمام لوگ لوٹ آئے لیکن میں تھوڑی دیر کے لئے اس کی قبر کے پاس بیٹھ کر مراقبہ میں مشغول ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ عذاب کے فرشتے آئے اور ہنوز کچھ سوال کرنے نہ پائے تھے کہ حضرت خواجہ تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ شخص میرا مرید ہے اس پر عذاب نہ کرو، فرشتے آپ کے ارشاد کے مطابق واپس ہو گئے لیکن تھوڑی دیر کے بعد پھر آئے اور عرض کی کہ خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ مرید آپ کا مطیع نہ تھا فرمایا کہ بیشک وہ میرا مطیع نہ تھا لیکن میرے دامن سے وابستہ تھا اتنے میں فرمان خداوندی ہوا کہ اے فرشتو! خواجہ عثمان ہارونی کے مرید پر عذاب نہ کرو میں نے ان کے طفیل میں اُسے بخش دیا۔

آپ کے چار خلفاء تھے (۱) خواجہ معین الدین حسن سنجریؒ (۲) شیخ نجم الدین صفریؒ (۳) شیخ سعدی لنگوحیؒ

(۴) شیخ محمد ترک رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔
آپ نے پانچ شوال کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔

(۱۷)

صاحب اسرار، مہبط انوار، قدوۂ ارباب دین، پیشوائے اہل یقین، امام الشریعت مخزن معرفت وارث الانبیاء والمرسلین، قطب المقربین، حضرت خواجہ معین الدین ابن غیاث الدین حسن الحسینی السنجری قدس اللہ سرہٗ العزیز

آپ نہایت صحیح النسب سید اور بلحاظ کرامات و اوصاف حمیدہ نہایت مشہور تھے خرقۂ فقر و ارادت حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضؓ سے حاصل کیا اور آپ کے قدوم میمنت لزوم کا شرف ہندوستان کو بھی حاصل ہوا یہاں آکر آپ نے اشاعت اسلام میں بہت کچھ جد و جہد فرمائی اور کفر و شرک کی سیاہی کو اپنی کرامت سے بالکل دھو ڈالا یہی وجہ ہے کہ آپ کو ہندالولی کا خطاب ملا جس سے آپ آج تک مشہور ہیں۔ آپ ہمیشہ باوضو رہتے تھے جس پر نظر کیمیا اثر پڑتی وہ خدا رسیدہ ہو جاتا، اور جو فاسق آپ کی حضوری میں حاضر ہوتا تائب ہو جاتا اور پھر معصیت کے قریب نہ پھٹکتا آپ اکثر آنکھ بند کئے ہوئے یاد الٰہی میں مستغرق رہا کرتے تھے صرف نماز کے وقت آنکھ کھولتے تھے اس اثناء میں جس پر نظر پڑتی وہ ولی کامل ہو جاتا اور اسی طرح

جو شخص آپ کی خدمت میں صرف تین یوم رہتا وہ بھی صاحب کشف و کرامات ہو جاتا، آپ حافظ کلام اللہ تھے چنانچہ رات دن میں دو ختم قرآن فرماتے تھے، اور ہر ختم قرآن پر غیب سے آواز آتی تھی" اے معین الدین ہم نے تیرا ختم قبول کر لیا"

آپ صائم الدہر اور شب زندہ دار عابد تھے عموماً فجر کے وضو سے نماز عشاء ادا فرماتے تھے اور روزانہ ایک تولہ خشک روٹی کو پانی سے تر کر کے افطار فرماتے تھے اپنے کپڑے خود ہی دھوتے اور پھٹ جانے پر بنفس نفیس پیوند لگاتے آپ کے مفصل حالات و واقعات کتب سیر و ملفوظات اولیائے کرام میں تحریر اور مشہور عام ہیں اس مختصر مجموعہ میں تفصیل کا موقع نہیں

آپ سنجرستان کے باشندے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار خواجہ غیاث الدین حسن الحسینی نہایت صالح و پرہیزگار بزرگ تھے۔ آپ کا مسقط راس اصفہان ہے نشو نما خراسان میں پائی پندرہ سال کے تھے کہ والد نے رحلت فرمائی اور آپ کی بسر اوقات کے لئے ایک باغ ترکہ میں چھوڑا اسی باغ میں آپ عبادت میں مشغول رہا کرتے تھے ایک دن ایک مجذوب ابراہیم قندوزی نامی اس باغ کے قریب تشریف لائے چنانچہ آپ استقبال کے لئے تشریف لے گئے اور دست بوسی کے بعد اپنے باغ میں لے آئے اور انگور سے بھری ہوئی رکابی پیش فرمائی۔ مجذوب نے بغل کی پوٹلی سے ایک ٹکڑا نکالا اور آپ کی دہن مبارک میں ڈالدیا۔ اس کے کھاتے ہی آپ کی حالت دگرگوں ہو گئی آپ کے دل میں عشق الٰہی کا دریا لہریں لینے لگا اور دنیا سے برداشتہ خاطر ہو کر اپنی ساری ملکیت فقراء پر تقسیم فرمادی اور خود خراسان کی طرف متوجہ ہوئے وہاں تحصیل علم و حفظ کلام پاک سے

فارغ ہو کر سمرقند تشریف لائے، لیکن جب وہاں بھی تسلی نہ ہوئی تو عراق کا رخ فرمایا وہاں سے عرب، عرب سے قصبہ ہارون اور قصبہ ہارون سے بغداد پہونچ کر خواجہ عثمان ہارونی کی قدم بوسی سے مشرف ہوئے اس روز مجلس گرامی میں مشائخ و علماء بھی حاضر تھے خواجہ عثمان ہارون رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا کہ اے معین الدین! وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرو۔ آپ نے فوراً حکم کی تعمیل کی اس کے بعد ارشاد ہوا کہ قبلہ رو بیٹھو اور سورۂ بقر اکیس بار درود شریف کے بعد پڑھو! پڑھنے کے بعد آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمایا کہ معین الدین میں نے تجھکو خدا تک پہونچا دیا۔ اس کے بعد فقیر بنا کر چوگوشہ ٹوپی اور اپنی گدڑی عنایت فرمائی، پھر فرمایا کہ ایک شبانہ روز مجاہدہ میں مشغول رہو اور ایکہزار بار سورۂ اخلاص پڑھو! چنانچہ آپ نے احکام کی تعمیل فرمائی اس کے بعد حضرت خواجہ عثمان ہارونی تشریف لائے اور فرمایا کہ سر اوپر کرو آپ نے سر اوپر کیا فرمایا کیا دیکھتے ہو؟ عرض کیا کہ عرش سے تحت الثریٰ تک سب کچھ نظر آرہا ہے حکم ہوا کہ دوبارہ ایک ہزار بار سورۂ اخلاص پڑھو! آپ نے پڑھا۔ پھر اوپر دیکھنے کے لئے اشارہ فرمایا۔ پوچھا کہ کیا دیکھ رہے ہو؟ الہامیں کی کہ حجاب عظمت فرمایا آنکھیں بند کرو! آپ نے بند کریں، پھر فرمایا کہ آنکھیں کھول کر اب دیکھو! اور بتاؤ کہ کیا نظر آتا ہے؟ عرض کی کہ اٹھارہ ہزار عالم منکشف ہیں۔ ارشاد ہوا کہ اے معین الدین! اب تمہارا کام ختم ہو گیا۔ اسی اثناء میں ایک اینٹ سامنے پڑی تھی فرمایا کہ اس کو توڑ دو، حسب ارشاد اسے توڑا تو سونے کی تھی حکم ہوا کہ درویشوں کو تقسیم کردو منصب ولایت پر فائز ہونے کے بعد اپنے پیر کے ساتھ سفر

حضر میں بیس سال تک رہے اور بہت خدمت کی حتیٰ کہ فائز المرام ہوئے
ایک مرتبہ آپ اپنے پیر کے ساتھ مکہ معظمہ کو تشریف لے گئے
اور وہاں میزاب کے نیچے کھڑے ہو کر دعا اور عاجزی وزاری فرمائی
ندا آئی کہ معین الدین ہمارا دوست ہے اس کو ہم نے قبول کر لیا! اس کے
بعد وہاں سے روضہ منورہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر
حاضر ہوئے پیر نے حکم دیا کہ معین الدین تحفۂ سلام پیش کرو! چنانچہ آپ نے
سلام کیا آواز آئی "وعلیکم السلام یا قطب المشائخ" مدینہ سے بغداد
آئے وہاں آپ کے پیر نے اعتکاف کیا اور آپ کو باطنی نعمتوں سے سرفراز
فرماکر سیاحت کی اجازت دی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ معین الدین محبوب الٰہی ہے
مجھ کو اس پر اور اس کے مریدین پر فخر ہے۔
آپ کو سماع کا بہت شوق تھا، اکثر گانا سنتے اور بیہوش ہو جاتے تھے
نہ صرف یہ بلکہ جو شخص آپ کی خدمت میں رہتا وہ بھی صاحب سماع ہو جاتا تھا
علماء و مشائخ کثرت سے آپ کی مجلس سماع میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ قطب
المشاہدین حضرت خواجہ قطب الدینؒ فرماتے ہیں کہ آپ کی مجلس سماع میں
خواجہ شیخ شہاب الدین سہروردی شیخ محمد کرمانی شیخ محمد اصفہانی مخدوم زادۂ
شیخ برہان الدین چشتی مولانا بہاء الدین بخاری۔ مولانا محمد بغدادی خواجہ اجل سنجری
شیخ سیف الدین باخوری، شیخ احمد بن محمد اصفہانی، شیخ جلال الدین تبریزی،
شیخ اوحد الدین کرمانی، شیخ احمد واحد، شیخ برہان الدین غزنوی، خواجہ سلیمان
عبدالرحمان رحمہم اللہ کے علاوہ بغداد کے اطراف واکناف کے بڑے بڑے مشائخ
حاضر ہوتے اور قدم بوسی فرماتے تھے غرض کہ سب آپ کے معتقد و حلقہ
بگوش تھے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آنجناب طواف کعبہ میں مشغول تھے غیب سے آواز آئی کہ "اے معین الدین! ہم تم سے خوش ہیں اور تمھیں بخش دیا جو کچھ چاہتے ہو مانگو ہم عطا کریں گے" عرض کی کہ الہٰی معین الدین کے مرید اور مرید وںکے مرید جس کو شجرہ حاصل ہو سب کو بخشدے۔ فرمان ہوا کہ "اے معین الدین تم ہمارے ہو اس لئے تمھارے مریدوں کے مرید قیامت تک تمھارے شجرہ کے وسیلے سے بخش دئے جائیں گے اس کے بعد اکثر آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے مریدوں کے مرید قیامت تک جن کو میرا شجرہ ملے گا جب تک سب جنت میں داخل نہ جائیں گے میں جنت میں قدم نہ رکھوں گا۔

روزانہ آپ کے مطبخ میں اتنا زیادہ مقدار میں کھانا پکایا جاتا تھا کہ تمام شہر کے فقراء و غرباء سیر ہو کر کھاتے تھے۔ آپ کا ایک خادم جس کے سپرد یہ خدمت تھی حسب راتب کے لئے آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوتا تو دست بستہ کھڑا ہو جاتا آپ ایک گوشہ میں مصلے پر بیٹھے رہتے ایک بڑا خزانہ سامنے ظاہر ہوتا اور آپ فرماتے کہ بقدر ضرورت اس میں سے لے لو۔ چنانچہ وہ حسب ارشاد رقم لے کر کھانا تیار کراتا اور فقراء و مستحقین کو تقسیم کرتا۔

کہا جاتا ہے کہ بغداد میں سات مجوسی نہایت عابد اور مرتاض رہتے تھے اور ان کا دستور تھا کہ ہر چھ ماہ کے بعد ایک لقمہ کھایا کرتے تھے، بنا بریں مخلوق ان کی بہت معتقد تھی۔ ایک مرتبہ وہ ساتوں آدمی حضرت خواجہؒ کی ملاقات کے لئے آئے جب ان لوگوں کی نظر آپ پر پڑی تو ہیبت سے ان کا رنگ زرد پڑ گیا اور لرزہ بر اندام ہو گئے طاقت نے جواب دیدیا۔ اور سب کے سب فوراً آپ کے قدموں پر گر پڑے۔ ارشاد ہوا کہ اے دنیا والو! خدا سے تمھیں شرم نہیں آتی کہ اس کے سوا تم دوسرے کی پرستش کرتے ہو!

عرض کی کہ اے خواجہ! ہم آگ کی پرستش اس لئے کرتے ہیں کہ وہ آخرت میں ہمیں تکلیف نہ پہونچائے۔ حضرت قطب المقربین نے ارشاد فرمایا کہ اے احمقو! جب تک تم خدا کی پرستش نہ کروگے آگ کی ایذارسانی سے بچ نہیں سکتے ان لوگوں نے عرض کی اے خواجہ! آپ تو خدا کی پرستش کرتے ہیں اگر آپ کو آگ نہ جلائے تو ہم آپ کے خدا پر ایمان لانے کے لئے تیار ہیں فرمایا اللہ اکبر تم یہ کیا کہتے ہو آگ میری جوتیوں کو بھی نہیں جلا سکتی۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنی مبارک جوتیوں کو آگ میں ڈال دیا۔ اور فرمایا کہ اے آگ معین الدین کی جوتیوں کو محفوظ رکھ رہتے ہیں کہ آگ اسی وقت سرد پڑ گئی اور غیب سے آواز آئی کہ "آگ کی کیا مجال کہ میرے دوست کی جوتیوں کو جلا سکے" مجوسی یہ کرامت دیکھ کر صدق دل سے مسلمان ہو گئے۔ اور آنجناب کی خدمت کی برکت سے تھوڑی مدت میں منصب ولایت پر فائز ہوئے۔

یہ بات پائے ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ جو کافر آپ کے روئے مبارک کی زیارت کرتا مسلمان ہو جاتا حتی کہ بغداد میں آپ کی برکت سے تمام کفار مسلمان ہو گئے۔

فقر و تصوف کے متعلق آپ کے گراں قدر اقوال آپ زر سے لکھنے کے قابل ہیں چنانچہ بعض اقوال ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں

(۱) خدا شناسی کی علامت مخلوق سے بھاگنا، اور خاموشی ہے۔

(۲) حجابِ دوئی اٹھ جانے کے بعد عاشقیت، معشوقیت اور عشق سب ایک ہو جاتے ہیں۔

(۳) مرید ثابت قدم وہ ہے کہ کم از کم بیس سال تک فرشتے اس کے نام پر کوئی گناہ نہ لکھیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ
یہ قول اکثر اکابر متقدمین سے منقول ہے اور اس کے حقیقی معنی حسب خیال
صوفیائے متاخرین یہ ہیں کہ مرید ہمیشہ توبہ کرتا رہے کیونکہ توبہ و استغفار
کے باوجود گناہ تحریر میں نہیں لایا جاتا اور اسی وجہ سے بزرگوں نے نصیحت
فرمائی ہے کہ سونے سے پہلے استغفار کر لینا چاہیئے تاکہ حسب دستور اس دن کے
گناہ فرشتوں کے دفتر میں ثبت نہ ہو جائیں۔ اگر مذکورۂ بالا معنی مراد نہ لیئے
جائیں تو یہ غیر ممکن ہے کہ کوئی انسان بغیر کسی گناہ کے بیس سال تک
رہ سکے۔

(۴) حجاج خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں اور عارفین باطنی توجہ سے
عرش اور حجاب قدس کا طواف کرکے دیدار دوست سے محظوظ ہوتے ہیں۔

(۵) ایک مدت تک میں خانہ کعبہ کا طواف کرتا رہا اور اب
مدتوں سے خانہ کعبہ میرا طواف کر رہا ہے۔

(۶) قیامت کے دن خداوند تعالیٰ کے حکم سے فرشتے ایک اژدہے کے
منہ سے دوزخ کو باہر نکالیں گے اور اسے گرم کریں گے تھوڑی دیر میں تمام
میدان قیامت دھویں سے پر ہو جائے گا جس شخص کی خواہش ہو کہ اس دن کے
عذاب اور حول قیامت سے مامون رہے اُسے چاہیئے کہ وہ خداوند تعالیٰ
کی ایسی عبادت کرے جس سے بڑھ کر کوئی عبادت نہو عرض کیا گیا کہ وہ
کونسی عبادت ہے فرمایا مظلوموں کی فریاد رسی، عاجزوں کی حاجت روائی
اور بھوکوں کو کھانا کھلانا۔

(۷) جس شخص میں تین خصلتیں ہوں وہ خدا کا دوست ہے۔

(۱) دریا کی سی سخاوت۔

(۲) آفتاب کی سی شفقت

(۳) زمین کی سی تواضع

(۸) علامت محبت یہ ہے کہ اطاعت کے ساتھ ہی محبوب کی ناراضی سے ڈرتے رہو!

(۹) عرفان کی ایک ایسی منزل بھی ہے جہاں پہونچ کر عارف تمام دنیا و مافیہا کو اپنی دو انگلیوں کے درمیان دیکھتا ہے۔

(۱۰) عارف کا کمترین درجہ یہ ہے کہ وہ صفات خداوندی کا مظہر ہو

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح نے حضرت غوث محی الدین سید شاہ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز سے دو مرتبہ ملاقات فرمائی۔ ایک مرتبہ تو ابتدائی حالت میں جب آپ مرتبہ اعلیٰ پر فائز ہوئے تھے۔ پیرو دستگیر نے جناب کی بابتہ ارشاد فرمایا کہ یہ شخص اپنے زمانہ میں مقتدائے مشائخ ہوگا۔ اور اس کی وجہ سے بہت سے لوگ منزل مقصود کو پہونچیں گے۔ دوسری مرتبہ جب آپ ملاقات کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت غوث الثقلین گیلان میں سکونت پذیر تھے جو کوہ جودی کے دامن میں واقع ہے۔ اس جگہ کو آپ نے اپنے مال خاص سے خرید کر اپنی اولاد کے رہنے کے لئے آباد فرمایا تھا چنانچہ خواجہ معین الدین چشتی رح وہیں اترے ملاقات کی اور بہت دیر تک بیٹھے باتیں کرتے رہے اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ کچھ خدا کی باتیں فرمائیے ارشاد ہوا کہ خدا کی باتوں کے لئے خلوت کی ضرورت ہے عرض کی کہ تنہائی سے دو امور مانع ہیں اول تو یہ کہ کہیں یہ بات میرے پیر کے کانوں تک نہ پہونچے اور خاطر شریف آزردہ ہو۔ مجھے اپنے پیر کامل سے بہت زیادہ اعتقاد ہے اور اس ذات بابرکات کو میں ذات حق سے کم تصور نہیں کرتا ہوں[1] پس ایسی

[1] چونکہ آپ اس وقت درجہ فنا فی الشیخ پر فائز تھے اس لئے ایسا فرمایا۔

صورت میں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں کوئی ایسا فعل کروں جو میرے لئے مضر ثابت ہو۔ دوسرے یہ کہ تخلیہ کی کوئی ایسی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ اس وقت جتنے لوگ یہاں موجود ہیں ان میں سے بعض تو محرم راز الٰہی ہیں اور بعض نامحرم، جو محرم ہیں ان سے پردہ نہیں، جو نامحرم ہیں وہ سمجھ ہی نہیں سکتے کہ آپ کیا فرمارہے ہیں؟ حضرت غوث اعظمؒ یہ سن کر خاموش ہوگئے پھر اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے بعد آپ رخصت لے کر چند ماہ شہر جیلاں میں اقامت پذیر رہے اور وہیں ایک اچھی جگہ حجرہ بنا کر اعتکاف و چلہ کشی فرمائی چنانچہ اس حجرہ کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ ابھی تک موجود اور زیارت گاہ مخلوق ہے لوگ اس کی مرمت وغیرہ کا بہت زیادہ خیال رکھتے ہیں۔ حضرت غوث اعظمؒ رشتہ میں آپ کے ماموں ہوتے ہیں۔ لیکن حضرت غریب نواز ساداتِ حسینی میں سے ہیں اور حضرت غوث اعظم ساداتِ حسنی میں سے چنانچہ ان کا سلسلہ نسب حسب ذیل ہے۔

غوث الصمدانی محبوب سبحانی میر سید محی الدین شاہ عبدالقادر جیلانیؒ ابن سید موسیٰ صالحؒ ابن سید عبداللہؒ ابن سید یحیی الزاہدؒ ابن سید محمد رومیؒ ابن سید داؤد الامیرؒ ابن سید موسیٰ ثانیؒ ابن سید عبداللہ المعروف نسخ صالحؒ ابن سید ابوالحسن موسیٰ الجونؒ ابن سید عبداللہ المحضؒ ابن سید حسن مثنیٰؒ ابن امیر المومنین امام حسنؓ ابن امیر المومنین امام المتقین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت غوث الاعظمؒ سنہ ۴۷۱ھ میں پیدا ہوئے اور نو سال کی عمر پا کر گیارھویں ربیع الثانی سنہ ۵۶۱ھ میں وفات پائی آپ کا مدفن مبارک بغداد میں ہے کہا جاتا ہے کہ ایک بے گناہ شخص کو کسی حاکم نے قتل کر کے سولی پر چڑھا دیا

تھا تا کہ لوگ اس سے عبرت کریں، مقتول کی ماں حضرت خواجہ غریب نواز کی خدمت میں روتی ہوئی اور فریاد کرتی ہوئی حاضر ہوئی حضرت اس وقت وضو فرما رہے تھے۔ عورت نے عرض کی یا حضرت میری دستگیری فرمایئے! میرے بیٹے کو حاکم شہر نے ناحق قتل کرا دیا ہے آپ نے دوبارہ پوچھ کر معاملہ کی تحقیق کی اور اسی وقت اپنا عصا ہاتھ میں لے کر روانہ ہوئے، ہزار ہا فقرا، خدام اور معززین شہر آپ کے ہمراہ ہو گئے اور ہر شخص تعجب کرتا تھا کہ ایسا کونسا واقعہ ہے کہ جس نے حضرت کو اتنا بیقرار کر دیا دیکھیں اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ جب آپ مقتول کے پاس پہونچے تو تھوڑی دیر اسے خاموشی کے ساتھ گھورتے رہے اس کے بعد اس کے سر کو اتار کر گردن سے جوڑ دیا اور عصائے مبارک سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اے مقتول اگر تو واقعی بیگناہ مارا گیا ہے تو خدا کے حکم سے زندہ ہو جا! کہتے ہیں کہ ان کلمات کے فرماتے ہی وہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور نہایت ادب کے ساتھ جناب کے قدموں پر گر پڑا اور تھوڑی دیر کے بعد رخصت حاصل کر کے اپنی ماں کے ساتھ چلا گیا حضرت خواجہ بھی خانقاہ مبارک میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اگر فقیر کو اتنی بھی مقدرت حاصل نہو کہ جو چاہے خدا کی درگاہ میں عرض کر سکے تو اس کی فقیری ناقص ہے۔

اب یہاں سے آپ کے وہ واقعات قلم بند کئے جاتے ہیں جو ہندوستان کے متعلق ہیں تاکہ ناظرین کو آپ کا مرتبہ معلوم ہو سکے۔

جب آپ اپنے پیر سے فقر کی تمام نعمتیں حاصل فرما چکے اور منصب اعلیٰ پر فائز ہوئے تو آپ کی عمر باون ۵۲ سال کی تھی، اس کے بعد سیاحت شروع فرمائی عموماً قبرستانوں میں سکونت پذیر ہوتے تھے اور جب ارباب شہر آپ سے

واقف ہونے لگتے تھے تو آپ اس مقام سے ترک سکونت فرما کر دوسری جگہ چلے جاتے تھے دوران سیاحت میں کئی بار حج کیا اور مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اکثر اوقات مدینہ منورہ میں قیام کرنے کا اتفاق ہوا۔
ایک دن کا ذکر ہے کہ روزۂ مطہرہ سے آواز آئی کہ معین الدین کو بلاؤ، جب خادم روضہ نے اعلان کیا تو معلوم ہوا کہ صدہا معین الدین وہاں موجود ہیں آخرکار اس نے روضہ پر جا کر استفسار کیا؟ کہ حضور کس معین الدین کو طلب فرماتے ہیں؟ ارشاد ہوا کہ معین الدین چشتی کو بلاؤ! کہتے ہیں کہ یہ خبر سن کر آپ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ تقریر و تحریر سے باہر ہے آپ گریہ و زاری کرتے اور درود پڑھتے ہوئے روضہ منورہ کے دروازہ پر پہونچ کر کھڑے ہو گئے حکم ہوا کہ اے قطب المشائخ! اندر آؤ یہ سن کر آپ پر بیخودی طاری ہوئی اور آپ نہایت والہانہ انداز سے اندر تشریف لے گئے اور جمال جہاں آرائے سرکار دو عالم سے مشرف ہوئے۔ بارگاہ نبوت سے ارشاد ہوا کہ اے معین الدین تم سراپا دین ہو تمھیں ہندوستان جانا چاہیئے وہاں ایک مقام اجمیر نامی ہے جس کو فتح کرنے کے لئے ہمارا ایک فرزند "سید حسین نامی گیا تھا لیکن شہید ہوا۔ اور وہ مقام پھر کفار کے زیر حکومت آگیا ہے تم جاؤ اور اسے اسلام سے منور کرو! یہ فرما کر آنحضرت نے جناب کو ایک انار دیا، اور فرمایا کہ اس سے تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ کہاں جانا چاہیئے حضرت خواجہ نے حسب ارشاد انار میں مشرق سے مغرب تک تمام ممالک کو منقوش دیکھا اور شہر اجمیر کو معہ اس کے تمام پہاڑوں کے مشاہدہ فرما کر دعا اور امداد کی خواہش کی اور ہندوستان کی طرف متوجہ ہوئے چالیس آدمی اس وقت آپ کے ہم رکاب تھے چند دنوں کے بعد آپ ہندوستان پہونچے اجمیر کے راجہ نے

منجموں سے حالات معلوم کر کے پہلے ہی ہر طرف لوگوں کو متعین کر رکھا تھا کہ
جس جگہ بھی اس صورت و شکل کا فقیر نظر آئے ہلاک کر دو لیکن اس کے باوجود
حضرت خواجہؒ چالیس آدمیوں کی ہمراہی میں علانیہ اجمیر پہونچ گئے اور شہر کے
باہر ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا۔

اس جگہ ایک چراگاہ تھی جہاں مہاراجہ اجمیر کے اونٹ چرائے جاتے
تھے اتفاقاً ایک ساربان ادھر آنکلا اور فقراء کی اس جماعت کو دیکھ کر معترض
ہوا کہ یہاں مہاراجہ کے اونٹ بیٹھتے ہیں تم لوگ یہاں سے اٹھ جاؤ! حضرت خواجہؒ
کو ساربان کی باتیں نہایت ناگوار گذریں اور آپ یہ فرماتے ہوئے اٹھ گئے
کہ لو تمھارے اونٹ ہی بیٹھے رہیں ہم جاتے ہیں۔ اس درخت سے تھوڑے
فاصلہ پر ایک تالاب آنا ساگر نامی نہایت ستھرا اور دلکش تھا۔ حضرت کو
وہ مقام بہت پسند آیا اور آپ وہیں عبادت میں مشغول رہے کہتے ہیں
کہ چراگاہ کے اونٹ جو بیٹھے ہوئے تھے پھر دوبارہ نہیں اٹھ سکے ساربانوں نے
بہت کوشش کی مگر معلوم ہوتا تھا کہ وہ زمین سے چپک گئے ہیں اس طرح
آپ کا فرمانا کہ "تمھارے اونٹ بیٹھے ہی رہیں" حرف بحرف صحیح ثابت ہوا
انا ساگر کے کنارے آپ مقیم ہی تھے کہ کسی نے عرض کی کہ یہ وہی مقام ہے
کہ جہاں میر سید حسینؒ جس زمانہ میں وہ اجمیر کو سخر کرنا چاہتے تھے قیام فرمایا تھا
اور یہ حوض بھی انھیں کا بنا کردہ ہے یہ سن کر حضرت نے فرمایا خدا کا شکر ہے
کہ میں اپنے بھائی کی ملکیت پر قابض اور متصرف ہوں تالاب مذکور کے کنارے
اس وقت بہت سے بتکدے اور صنم خانے بنے ہوئے تھے حضرت قطب المقربینؒ
نے انھیں دیکھ کر فرمایا کہ اگر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی توجہ بسطرف
رہی تو بہت جلد ان تمام صنم خانوں کو نیست و نابود کر کے سطح زمین کے برابر

کر دوں گا۔

ان بتکدوں کے درمیان راجہ اجمیر کا ایک خاص مندر تھا جس کا تمام کفار نہایت احترام کرتے تھے اور اس کی چراغ بتی اور پوجا پاٹ کے مصارف کے لئے کئی پرگنے اور مواضع وقف تھے جب حضرت خواجہؒ نے اس جگہ قیام فرمایا تو ہر روز آپ کے مرید ایک گائے خرید کر ذبح کرتے اور اس کا گوشت کھاتے تھے کافروں کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو ان کی آتش غضب بھڑک اٹھی۔ اور انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس معاملہ میں ڈھیل دینی مناسب نہیں، بہتر ہے کہ جلد اس کا انسداد کیا جائے چنانچہ سب اس زمانے کے ہتیاروں سے مسلح ہو کر حضرت خواجہ کے گرد جمع ہو گئے اور چاہا کہ کچھ تکلیف پہونچائیں حضرت خواجہؒ اس وقت نماز میں مشغول تھے خدام نے واقعہ کی اطلاع دی اور آپ نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک مٹھی مٹی زمین سے اُٹھائی اور اس پر آیتہ الکرسی پڑھ کر ان لوگوں کی طرف پھینکدی۔ مذکور ہے کہ جن جن لوگوں پر وہ مٹی پڑی وہ اسی وقت خشک ہو کر رہ گئے اور حرکت نہ کر سکے بقیہ کفار نے بھی مقہور و مغلوب ہو کر راہ فرار اختیار کی۔

جب کفار مغلوب ہوے اور انہوں نے دیکھا کہ ایسے بزرگ اور کامل حریف کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا تو انھوں نے مجبور ہو کر اس بتخانہ کو چھوڑ دیا کہتے ہیں کہ اس جگہ سے کچھ فاصلہ پر ایک دیو نہایت زبردست اور قوی رہتا تھا یہ لوگ اسی کے پاس فریاد لے کر گئے اور تمام ماجرا بیان کیا دیو نے تھوڑی دیر تو سکوت کیا اس کے بعد کہنے لگا کہ تمھارا حریف اپنے مذہب کا زبردست بزرگ اور صاحب کمال ہے ہم اس سے جنگ کرنے کی قوت نہیں رکھتے، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ سحر سے اس کا مقابلہ کریں دیو کی

اس رائے کو سب نے پسند کیا اور اس نے تمام کفار کو سحر کی تعلیم دی اور کہا کہ تم جس قدر افسوں اور منتر پڑھ سکو پڑھو جب تک کہ وہ فقرا یہاں سے بھاگ نہ جائیں اس قرار داد کے بعد دیوان کا پیشرو بنا اور تمام کفار اس کے پیچھے پیچھے ٹوٹے اور منتر پڑھتے ہوئے چلے یہاں تک کہ حضرت خواجہؒ کے قریب پہونچ گئے اور نہایت تیزی سے افسوں خوانی شروع کی خدام نے حضرت کو اس واقعہ سے آگاہ کر دیا اور عرض کیا کہ یہ لوگ جنگ کو بے سود سمجھ کر سحر وافسوں پر اتر آئے ہیں تاکہ ہم پر قابو پا سکیں ارشاد ہوا کہ ان کا سحر باطل ہے ہم پر اس کا کچھ اثر نہ ہوگا اور ان کا دیو راہ راست پر آجائے گا۔ یہ فرما کر آپ نماز میں مشغول ہو گئے جب ان کفار کی نظر آپؒ پر پڑی تو سب کے سب ساکت وصامت بے حس وحرکت گونگوں اور اور بہروں کی طرح کھڑے رہ گئے ہر چند چاہا کہ کچھ افسوں پڑھیں لیکن زبان ہل تک نہ سکی اور اس دیو کی نظر جیسے ہی چہرۂ انور پر پڑی مبہوت ہو کر رہ گیا اور بید کی طرح کانپنے لگا لاکھ چاہتا تھا کہ رام رام کہے لیکن منھ سے رحیم رحیم نکلتا تھا۔ کفار نے جب اپنے پیش رو کو اس حالت میں مبتلا دیکھا تو نصیحتیں کرنے اور شرم دلانے لگے دیوان کی نصیحتوں سے نہایت غضبناک ہوا اور لکڑی، پتھر، اینٹ غرض کہ جو چیز بھی اسے ملی اسی سے کفار کی سرکوبی کرنے لگا تا آنکہ ان میں سے اکثر جہنم رسید ہوئے اور بقیہ شکست کھا کر بھاگ گئے، حضرت خواجہؒ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو دیو پر آفریں کی اور اپنے دست مبارک سے ایک پیالہ میں پانی بھر کر کسی خادم کو دیا کہ دیو تک پہونچا دے دیو نے نہایت خوشی کے ساتھ اس پانی کو پیا پانی کا پینا ہی تھا کہ حالت دگرگوں ہو گئی دل سے کفر کی سیاہی دھل گئی اور وہ آنجناب کے

پائے مبارک پر گر پڑا اور عرض کی کہ حضور کے جمال جہاں آرا کو دیکھ کر مجھے نہایت خوشی ہوئی ارشاد ہوا کہ اس مناسبت سے میں تجھے شادی دیو کا لقب دیتا ہوں ادھر وہ کفار جو دیو کے ہاتھوں منہزم ہوئے تھے مہاراجہ کے دربار میں پہونچے اور تمام واقعات اس کے سامنے کہہ سنائے مہاراجہ نے کہا کہ تم لوگ اس بزرگ سے بے ادبی نہ کرو کیونکہ ایسے زبردست فقرائے کاملین کا یہاں سے دور کرنا آسان نہیں راجہ اور کفار میں جب یہ مکالمہ ہو رہا تھا اس وقت ساربان بھی وہاں موجود تھا چنانچہ اس نے اونٹوں کا ماجرا سنایا راجہ نے دریافت کیا کہ کیا اونٹ ابھی تک نہیں اٹھے؟ معلوم ہوا کہ اُٹھنا تو درکنار ہل بھی نہیں سکتے جواب دیا کہ اس کا علاج صرف یہ ہے کہ فوراً جا کر اس فقیر کے پاؤں پر گر پڑو اور نہایت عاجزی سے رحم کی درخواست کرو! چنانچہ حسب الحکم ساربان حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قدموں پر سر رکھکر گڑگڑانے لگا۔ جب اس کی عاجزی وزاری حد سے متجاوز ہو گئی تو جناب نے اپنی زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ جاؤ تمہارے اونٹ اُٹھ کھڑے ہوئے ساربان نے ارشاد کی تعمیل کی جب چراگاہ میں پہونچا تو دیکھتا کیا ہے کہ تمام اونٹ بھلے چنگے کھڑے ہیں یہ دیکھ کر فوراً اُس نے مہاراجہ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا جس سے راجہ کی حیرت بڑھ گئی اور اُسے سخت اندیشہ لاحق ہوا۔

معرکہ جیپال جوگی

کہتے ہیں نواح اجمیر میں ایک جوگی جیپال نامی رہتا تھا سحر طلسم میں اسے بے پناہ مہارت حاصل تھی اور اس کے ڈیڑھ ہزار شاگرد تھے جن میں سے

سات سو فن سحر میں یکتائے زمانہ تھے اور باقی بھی اپنے اپنے کام میں کافی ماہر تھے مہاراجہ اجمیر جیپال کا نہایت معتقد تھا۔ چنانچہ اُس نے تمام حالات سے اسے مطلع کیا اور حضرت خواجہ سے مقابلہ کرنے کی خواہش کی جیپال حسب طلب معہ اپنے شاگردوں کے اجمیر آیا اور مہاراجہ سے ملاقات کی مہاراجہ نے نہایت عزت و احترام کے ساتھ اس کی مدارت کی اور نہایت عاجزی سے حضرت خواجہ کے مقابلہ پر اسے آمادہ کیا جیپال نے بہت کچھ دلاسا دیا اور اپنے سحر کی طاقتوں کو اتنا بڑھ چڑھ کر سراہا کہ راجہ کو اس کا یقین آگیا۔ دوسرے دن مہاراجہ اور جیپال جوگی معہ اپنے شاگردوں کے اہالیان شہر اور لشکر و سپاہ کے ساتھ حضرت قطب المقربین کی طرف روانہ ہوئے۔

جیپال اپنے کمالات کا اظہار کرنے کے لئے ایک ہرن کی کھال پر بیٹھ کر اڑتا ہوا جا رہا تھا۔ شور وغل کی وجہ سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی راستہ میں جب کبھی مہاراجہ اجمیر حضرت خواجہؒ کے متعلق کوئی فاسد ارادہ کرتا تھا تو فوراً آنکھوں کی بینائی جاتی رہتی تھی لیکن جیپال اپنے سحر کے زور سے اصلاح کر دیتا تھا کہتے ہیں کہ تمام راستہ میں تقریباً سات مرتبہ یہی صورت پیش آئی۔

جب یہ گمراہ مجمع حضرت خواجہ کی قیام گاہ کے قریب پہونچا تو آپ نے ایک بڑا دائرہ بطور حصار کے کھینچ دیا اور اپنے ہمراہیوں کی بہت کچھ تسلی تشفی فرمائی تاکہ کوئی ہراساں نہو۔ دائرہ کے قریب پہونچ کر تمام کفار ٹھہر گئے اور ہر چند کوشش کی کہ اندر قدم رکھ سکیں لیکن کچھ نہ ہو سکا۔ دور سے اُنھوں نے شادی دیو کو دیکھا کہ وہ حضرت کے حضور میں مثل خدام کے باادب حاضر ہے

اس کی یہ حالت دیکھ کر عام برہمی لوگوں میں پیدا ہو گئی اور سب چلا چلا کر کہنے لگے کہ اے دیو ہم لوگوں نے اتنے دنوں تیری خدمت کی اور ہزار ہا روپیہ خرچ کیا کہ تو مصیبت میں ہمارے کام آئے گا اور آج تو ہم کو چھوڑ کر ایک مسلمان کی خدمت گذاری میں مصروف ہے مگر شادی دیو نے ان تمام باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی اختیار کی کفار نے عالم غیض و غضب میں اور بھی برا بھلا کہنا اور شور مچانا شروع کیا جیپال اور اس کے تمام چیلے بھی افسوں خوانی میں مصروف ہو گئے۔ حضرت غریب نواز نے جب ان لوگوں کے حد سے متجاوز شور و شر اور افسوں خوانی و سحر سازی کو ملاحظہ فرمایا تو ان کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمانے لگے کہ اے بدبختو! تمھارا کیا ارادہ ہے؟ اور کیوں ہمارے پیچھے پڑے ہو؟ کیا تمھارا منشا، یہ ہے کہ صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہو جاؤ جواب ملا کہ ہم لوگ صرف شادی دیو کو نصیحت کر رہے ہیں اور لعنت ملامت سے اسے اپنے گروہ میں پھر واپس بلانا چاہتے ہیں لیکن تم نے اپنے سحر سے اسے اتنا متاثر کر دیا ہے کہ وہ گونگا اور بہرا بنا کھڑا ہے مطلق کچھ جواب نہیں دیا ہماری دیرینہ محنت اور پرستش کا کیا یہی معاوضہ ہے جو اس نے دیا۔

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اسے ملائمت و نرمی کے ساتھ تسلی دیتے ہوئے سمجھاؤ اگر اس کے دل میں تمھاری ذرا بھی محبت ہو گی تو وہ بلاشبہ تمھارے پاس چلا جائے گا ملامت سے تو کوئی نتیجہ نہیں۔ یہ سن کر ان کفار نے پھر شادی دیو کو سمجھانا شروع کیا، اور نہایت منت و سماجت کے ساتھ اسے حضرت خواجہ کا ساتھ چھوڑ دینے پر آمادہ کرنے لگے بہت کچھ وعدے بھی کئے اور سبز باغ بھی دکھائے لیکن شادی دیو کے کانوں پر جوں تک

نہ رینگی اور اس نے سر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا کہ یہ لوگ کیا بکواس کر رہے ہیں
یہ دیکھ کر حضرت خواجہؒ نے شادی دیو کو ایک پیالہ دیکر حکم دیا کہ وہ آنا ساگر
سے اسے بھر لائے اور یہ سمجھا دیا کہ پیالے میں پانی بھرتے وقت یا بدوح کا
ورد کرے چنانچہ اس نے آنا ساگر پر جا کر یا بدوح کہہ کر پیالہ بھر لیا مشہور ہے
کہ اس عمل کے ساتھ ہی تالاب کا تمام پانی کھینچ کر پیالے میں آگیا گویا کہ اس میں
کبھی پانی تھا ہی نہیں۔ کافروں نے جب یہ زندہ کرامت دیکھی تو نہایت
غصہ ہوئے اور نہایت زوروں کے ساتھ منتر پڑھنے لگے کیونکہ ان کا
خیال تھا کہ اس جدوجہد سے حضرت خواجہؒ پر کوئی اثر ڈال سکیں گے انھیں
یہ معلوم نہ تھا کہ خاصان خدا پر جادو ٹونے نہیں چلا کرتے۔ ان لوگوں نے
جادو کے زور سے بزعم خود سب سے زبردست حربہ جو استعمال کیا وہ یہ
تھا کہ ہزارہا طلسماتی زہریلے سانپوں کو حضرت کی جانب بھیجا سانپ زہر
اگلتے کف ور دہان پھنکارتے ہوئے حدود حصار تک تو چلے جاتے تھے
لیکن اس سے آگے نہ بڑھ سکتے تھے کچھ دیر بعد حضرت خواجہؒ نے اپنے خدام
سے فرمایا کہ ان سانپوں کو بغیر کسی دہشت یا تردد کے پکڑ پکڑ کر پہاڑ کی طرف
پھینکو۔ خدام نے ارشاد کی تعمیل کی مشہور ہے کہ وہ سانپ جب پہاڑ
کی طرف پھینکے جاتے تھے تو جیتراول کے درختوں کی صورت میں نمودار ہوتے
اور آگ برساتے تھے لیکن آگ کی کوئی چنگاری حصار کے اندر نہ آتی تھی
کفار ہلاک ہوتے اور پھر پھر کر نئے نئے طلسمات کا اظہار کرتے تھے۔ لیکن
انجام کار خود ہی مبتلائے بلا ہوتے تھے درحقیقت یہ معرکۂ حق و باطل یا بالفاظ
صحیح کرامت و سحر سازی کی زبردست آویزش اور دونوں کا زبردست
مظاہرہ تھا۔

جیپال نے جب دیکھا کہ اس کے شاگردوں کی تمام سحرکاریاں اور شعبدے ہیچ اور حباب بر آب ثابت ہو رہے ہیں اور حضرت خواجہ ہیں کہ بقول شخصے "قطب از جا نمی جنبد" اپنی جگہ سے ہلنے کا نام ہی نہیں لیتے تو وہ نہایت تمکنت اور غرور کے ساتھ خود ہی اٹھا اور آنجناب کی طرف متوجہ ہو کر یوں گویا ہوا کہ اے صاحب کمال اس میں کوئی شک نہیں کہ تم نے اکثر جادوگروں سے مقابلہ کیا ہوگا اور لڑتے لڑتے زبردست لوگوں پر فتح پائی ہوگی لیکن تمھیں مجھ جیسے شخص سے سابقہ نہ پڑا ہوگا بہتر یہ ہے کہ تم یہاں سے چلے جاؤ اور مجھ سے جھگڑا مول نہ لو دیکھو! میرا نام جیپال ہے سحر و ساحری میں میرا کوئی مثل و نظیر نہیں اپنے فن میں میں نہایت طاق و مشاق بلکہ یکتائے زمانہ ہوں اگر مجھے غصہ آیا تو فضائے آسمان کو طے کرکے بلاؤں کی اتنی بارش کروں گا کہ تمھارا بچنا مشکل ہو جائے گا اور بعد میں تم بہت پچتاؤ گے۔

حضرت خواجہ نے جب اس کے یہ متکبرانہ کلمات اور ناشایستہ جملے سنے تو خدام سے فرمایا کہ اس کی حالت تو کتوں کی سی ہے کہ جس قدر وحشت زدہ اور خائف ہوتے ہیں اسی قدر بھونکتے اور عف عف کرتے ہیں جب جیپال نے پھر انھیں کلمات ناشایستہ کا اعادہ کرنا اور ڈرانا شروع کیا تو آپ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا کہ اے گمراہ تو فضائے آسمان میں اڑنے اور بلائیں برسانے کی بے معنی دھمکی کس لئے دیتا ہے ؎

تو کار زمیں را نکو ساختی

کہ با آسماں نیز پرداختی

یہ سن کر جیپال نہایت شرمندہ ہوا اور آتش غضب میں پیچ و تاب کھا کر

ایک ہرن کی کھال پر بیٹھ کر فضا میں پرواز کرنے لگا حتیٰ کہ لوگوں کی نظروں سے
غائب ہوگیا حضرت نے جب یہ دیکھا تو اپنی مبارک جوتیوں سے ارشاد
فرمایا کہ تم اس گمراہ کو طمانچے مارتے ہوئے زمین پر اتار لاؤ اور ساتھ ہی ایک
خادم کو حکم دیا کہ ان جوتیوں کو فضا کی طرف اچھال دو۔ خادم نے فوراً
تعمیل کی کہتے ہیں کہ جوتیاں فوراً پرواز میں آئیں اور آناً فاناً جیپال جوگی
کا منہ پیٹتے ہوئے کشاں کشاں خدمت بابرکت میں اتار لائیں۔ کفار
متحیر تھے اور ایک دوسرے کا منھ تک رہے تھے۔ خدمت اقدس میں
پہونچ کر جیپال آپ کے قدموں پر گر پڑا حضرت نے نہایت شفقت سے
اس کے سر پر دست مبارک رکھا اور ایک پیالہ پانی عنایت کیا جس کے
پیتے ہی حالت دگرگوں ہوگئی اور کفر و شرک کی نجاست دور ہوئی۔
جب جیپال نے بصدق دل مسلمان ہوکر حضرت کے دست حق پرست پر
بیعت کی اور نصیحت دینی سے سرفراز ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اے جیپال
تم جو چاہتے ہو طلب کرو عرض کی یا حضرت! میری یہ خواہش ہے کہ مجھے بھی
وہی کمال حاصل ہو جو آپ کو حاصل ہے ارشاد ہوا کہ اس مقام پر پہنچنے کے لئے
فقراء کی صحبت ریاضت اور مجاہدہ درکار ہے عرض کی کہ جو کچھ ارشاد
ہوگا اس کی تعمیل کی جائے گی لیکن میری آرزو ہے کہ کچھ عجائبات دیکھوں!
یہ سن کر آپ نے مراقبہ فرمایا اور تھوڑی دیر بعد آنکھ کھول کر توجہ مبذول
فرمائی توجہ کے ساتھ ہی جیپال کی نظر سے عالم ظاہر غائب ہوگیا۔ اور اس نے
خود کو عالم باطن میں حضرت کے ساتھ پایا۔ اور دیکھا کہ آپ پرواز فرماتے
ہوئے آسمان کی طرف جارہے ہیں اور اپنے پیچھے اس کو بھی لئے جاتے ہیں
چنانچہ اسی طرح کئی آسمانوں کو طے فرمایا۔ جیپال ہر آسمان پر حضرت سے

فریاد کرتا تھا کہ یا حضرت مجھے محافظین آپ کے ساتھ آنے نہیں دیتے حضرت خواجہؒ یہ سنکر توجہ فرماتے غیب سے آواز آتی تھی کہ اے فرشتو! معین الدین کی دوستی کی وجہ سے جیپال کو بھی چھوڑ دو۔ آخر کار اسی طرح آسمانوں کی سیر کرتے ہوئے ایک ایسے مقام پر پہونچے کہ جیپال کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی وہ مقام عجیب وغریب لطافت و نورانیت سے لبریز تھا اور اسکی تعریف الفاظ میں نہیں سما سکتی کچھ دیر بعد ملائکہ کا گروہ آیا اور نہایت احترام کے ساتھ کہنے لگا کہ کتنا خوش قسمت ہے وہ شخص جو معین الدین جیسے ولی اللہ کا شرف صحبت حاصل کرے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ اب اس سے آگے نہایت نازک راستہ ہے میں تو جا سکتا ہوں لیکن تم نہیں جا سکتے کیونکہ ابھی وہ استعداد و قابلیت تم میں نہیں پیدا ہوئی۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ یہاں سے لوٹ چلو عرض کی کہ یا حضرت جو کچھ ارشاد ہو بسر و چشم منظور ہے فرمایا آنکھیں بند کرو اس نے تعمیل کی پھر ارشاد ہوا کہ آنکھیں کھولو تعمیل کے ساتھ ہی خود کو حضرت کے سامنے اسی مقام پر پایا جہاں کہ تھا حضرت خواجہؒ نے ارشاد فرمایا کہ اب تو تمھاری خواہش پوری ہوئی؟ عرض کی کہ حضور کے طفیل میں اپنی خواہش سے زیادہ دیکھ لیا۔ فرمایا کہ اب کیا چاہتے ہو! خواہش کی کہ حیات جاوید اس پر حضرت نے قدرے تامل کیا اس کے بعد مراقبہ کیا تو فرمان ایزدی پہونچا کہ اے معین الدین! جیپال کے بارے میں جو دعا کروگے مستجاب ہوگی یہ بشارت سن کر آپ نے آنکھ کھولی۔ اور بعد ادائے دوگانہ و دعا جیپال کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے خوشخبری دی کہ جاؤ قیامت تک زندہ رہو گے لیکن تمھیں کوئی دیکھ نہ سکے گا۔ آپ کی دعا کی برکت سے جیپال اب تک زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہے گا

اجمیر کی پہاڑیوں پر اکثر لوگوں نے اسے دیکھا بھی ہے لیکن اس وقت پہچان نہیں سکے چنانچہ یہ قصہ بہت مشہور ہے کہ ایک لکڑ ہارے کو اس نے شیر برنج کھلایا تھا۔ الغرض حضرت قطب المقربین کے فیض صحبت سے جیپال مرتبہ اعلیٰ پر فائز اور تمام دنیا سے بے نیاز ہو گیا کہا جاتا ہے کہ آج تک ہر شب جمعہ کو مرقد اقدس پر حاضر ہوتا ہے اور ارباب عقیدت کے نزدیک یہ بات کوئی حیرت خیز نہیں

آمدم بر سر مطلب

جب راجہ اجمیر اور اس کے متبعین نے جیپال کی یہ حالت دیکھی تو شادی دیو کی طرح اس سے بھی مایوس ہو گئے اور نہایت غم و اندوہ کے ساتھ خستہ و خراب حیران و پریشان زرد رو ہو کر واپس ہوئے اور جنگ و جدل سے ہاتھ اُٹھا لیا کچھ دنوں بعد شادی دیو اور جیپال نے حضرت کی خدمت میں گذارش پیش کی کہ اب حضور شہر میں قیام فرمائیں تاکہ مخلوق قدوم میمنت لزوم سے مستفیض ہو سکے حضرت نے ان کی گذارش قبول فرمائی اور محمد یادگار نامی خادم کو حکم دیا کہ وہ جا کر کوئی اچھی جگہ فقراء کی بود باش کے قابل تلاش کرے محمد یادگار نے فرمان کی تعمیل کی اور شہر میں جا کر اسی جگہ کو انتخاب کیا جہاں آج مزار مبارک ہے اور جو درحقیقت شادی دیو کی ملکیت تھی حضرت قطب المقربین بھی اسے دیکھنے کے لئے گئے ملاحظہ فرمانے کے بعد آپ نے بھی اسے پسند فرمایا اور وہیں مقیم ہو گئے۔ کچھ دنوں بعد راجہ اجمیر کے پاس پیغام بھیجا کہ تمہارے دونوں پیشوا شادی دیو اور جیپال جیسا کہ تم جانتے ہو خدا کے حکم سے مسلمان ہو چکے تم بھی خدا کی وحدانیت کا اقرار کرو اس سے بیگانگی خوب نہیں اگر اس میں پس و پیش کرو گے تو نتیجہ بجز

پشیمانی کے کچھ نہ ہوگا قاصدوں نے آپ کا پیغام پہونچایا اور بہت کچھ نشیب و فراز سمجھانے کی کوشش کی لیکن اس کے کان پر جوں تک نہ رینگی اور کفر کی گھٹا جوں کی توں چھائی رہی۔ سچ ہے ؎

گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ
بآبِ کوثر و زمزم سفید نتواں کرد

قاصدوں نے جب یہ دیکھا کہ ان کا سمجھانا بے سود ہے تو انھوں نے واپس ہو کر سارا ماجرا حضرت کی خدمت اقدس میں کہہ سنایا حضرت نے حقیقت حال سے آگاہ ہونے کے بعد مراقبہ فرمایا جب آنکھ کھولی تو فرمایا کہ اگر یہ بدبخت ایمان نہیں لاتا تو میں اس کو زندہ لشکر اسلام کے سپرد کرتا ہوں تاکہ اس کو کافی سزا ملے تھوڑے دنوں کے بعد حضرت کا یہ ارشاد رنگ لایا اور صورت اس کی یوں ہوئی کہ سلطان شہاب الدین نے خراسان میں یہ خواب دیکھا کہ گویا وہ ہندوستان میں حضرت خواجہ کے روبرو حاضر ہے اور حضرت اس سے ارشاد فرما رہے ہیں کہ اے شہاب الدین خداوند تعالیٰ نے ہندوستان کی بادشاہت تجھے عنایت فرمائی ہے لہذا تو فوراً ہندوستان کا سفر اختیار کر اور راجہ اجمیر کو اس کے کفر کی سزا دے۔

سلطان شہاب الدین نے بیدار ہونے کے بعد علماء و فضلاء سے اس خواب کی تعبیر پوچھی ان لوگوں نے مراسم آداب شاہانہ بجا لا کر فتح و نصرت کی بشارت دی اور ہر طرح اس کی تشفی کی یہ تعبیر سن کر سلطان کے دل میں بھی جوش پیدا ہوا اور اس نے حضرت خواجہؒ سے استمداد کر کے ہندوستان کا قصد کیا اجمیر پہونچ کر وہاں کے راجہ سے کئی لڑائیاں ہوئیں جن کا نتیجہ راجہ کی شکست اور سلطان کی فتح تھی، مغلوب و مقہور راجہ بموجب ارشاد حضرت خواجہؒ

زندہ گرفتار ہو کر لشکر اسلام کے ہاتھ آیا اور اپنے کردار کی پاداش کو پہونچا غازیوں نے بہت کچھ غنیمت حاصل کی اور اکثر لڑنے والے کفار کو قید کیا سلطان شہاب الدین اجمیر کو فتح کر کے شاداں و فرحاں نصرت و فیروز مندی کے پرچم لہراتا ہوا عازم دہلی ہوا۔ اور نہایت شدید جنگ کے بعد رائے پتھورا کو بھی گرفتار کر لیا جس کے قید ہونے کے بعد تخت دہلی اس کے لئے خالی ہو گیا چنانچہ ۶۰۲ھ میں اس نے تخت دہلی پر جلوس فرمایا چار پانچ برس حکومت کرنے کے بعد عزیمت فرمائے خراسان ہوا۔

اجمیر کی وجہ تسمیہ

کہتے ہیں کہ آجا ایک ہندو راجہ کا نام تھا جو حدود غزنی تک تمام علاقوں پر قابض تھا۔ آجا کے معنی زبان ہندی میں سورج کے ہیں اور میر پہاڑ کو کہتے ہیں چونکہ اس راجہ نے اپنا قصر پہاڑ پر تعمیر کرایا تھا اس لئے وہ جگہ اجمیر کے نام سے موسوم ہوئی یہ بھی مشہور ہے کہ ہندوستان میں سب سے پہلے اجمیر ہی میں پہاڑ پر عمارتیں بنائی گئیں اور سب سے پہلا حوض جو ہندوستان میں تعمیر ہوا پُھکر ہے۔

حضرت قطب الدین بختیار اوشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ وہ مدتوں حضرت خواجہ کی خدمت بابرکت میں حاضر رہے لیکن کبھی آپ کو کسی پر غضبناک ہوتے اور بد دعا کرتے نہیں دیکھا بجز ایک مرتبہ کے جس کا قصہ یوں ہے کہ آپ کے ایک مرید شیخ علی نام آپ کی خدمت میں رہا کرتے تھے ایک مرتبہ ایک شخص آیا اور مرید موصوف کو پکڑ کر سخت سست اور برا بھلا کہنے لگا کیونکہ انہوں نے اس سے چند دراہم قرض لئے تھے اور بروقت اس کی ادائی نہ کر سکے یہ دیکھ کر حضرت خواجہ نے بہت کچھ سفارش کی اور مہلت

دینے کی بابتہ اصرار کیا لیکن اس شخص نے کچھ نہ سُنا اور برابر سب وشتم کرتا رہا
آخر کار آپ نے بحالت غضب ودش مبارک پر سے چادر اتار کر زمین پر
بچھادی اور وہ خدا وند تعالیٰ کی قدرت سے فوراً دراہم سے پُر ہوگئی آپ نے
ارشاد فرمایا کہ اپنے دراہم لے لے اس شخص کے دل میں لالچ پیدا ہوئی اور
بدنیتی سے اس نے زیادہ دراہم لینے کا ارادہ کیا۔ اس ارادہ کے ساتھ ہی
اس کا ہاتھ خشک ہوگیا۔ اس نے جب یہ زبردست کرامت دیکھی تو
فوراً تائب ہوکر حضرت کے قدموں پر گر پڑا۔ حضرت نے اس کی عاجزی سے
متاثر ہوکر دوگانہ ادا فرمایا، اور دعا فرمائی کہ اے خدا اس نے چونکہ صدق دل سے
توبہ کی ہے۔ لہٰذا اسے اپنے رحم وکرم سے شفا بخش چنانچہ آپ کی دعا قبول
ہوئی اور اس کا ہاتھ بالکل اچھا ہوگیا۔ اس واقعہ سے وہ شخص اتنا متاثر
ہوا کہ حضرت خواجہ کی خدمت اختیار کرلی اور بقیہ زندگی آپ کی جماعت
میں رہکر بسر کی۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ غریب نواز بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا
اور قدم بوس ہوکر کہنے لگا کہ مجھ کو ایک زمانہ سے آپ سے ملاقات کی بڑی
آرزو تھی الحمد للہ کہ وہ سعادت عظمیٰ نصیب ہوئی لیکن آپ خاموش رہے
مگر کہنے پر متوجہ ہوئے اور مسکرا کر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ تم جس نیت سے
آئے ہو اس پر عمل اور اپنے وعدہ کی تکمیل کرو! اس بات سے وہ لرزہ براندام
ہوگیا چہرہ پر زردی چھاگئی اپنے سر کو زمین سے ٹکرا کر نہایت عجز و انکسار کے
ساتھ عرض کرنے لگا حضرت! جس شخص نے مجھے آپ کی ہلاکت کے لئے بھیجا ہے
اُسے آپ جانتے ہیں اس میں شک نہیں کہ لالچ کی وجہ سے میں اس فعل شنیع پر
آمادہ ہوگیا تھا لیکن دل سے نہ چاہتا تھا۔ اس کے بعد اس نے ایک چھرا

نکال کر حاضرین کے سامنے ڈالدیا۔ ارشاد ہوا کہ اس راز کو بالکل پوشیدہ رکھو کہ کس نے تمہیں میرے قتل کے لئے بھیجا ہے کیونکہ راز فاش کرنا اچھا کام نہیں یہ سنکر وہ شخص پیرو مرشد پر گر پڑا اور عرض کی کہ مجھے اس کی سزا دیجائے بلکہ قتل کر دیا جائے فرمایا کہ ہمارا طرز عمل یہ ہے کہ اگر کوئی ہمارے ساتھ برائی کرے تو ہم معاوضہ میں حسن سلوک سے کام لیں اس کے علاوہ از خود تم نے ہمارے ساتھ کوئی برائی نہیں کی تو ہم تمہارے ساتھ کیسے برائی کر سکتے ہیں آپ نے اپنے ہاتھوں سے اس کا سر اٹھایا اور دعائے خیر کی کہ خدایا اس کو نیک توفیق عطا کر۔ اس دعا کے بعد ہی فوراً اسکا دل نرم پڑ گیا۔ اور اس نے آپ کی خدمت اختیار کی حتی کہ خادموں میں اس کا شمار ہونے لگا پینتالیس حج کئے اور کعبہ کے قریب مجاورین کعبہ کے قبرستان میں مدفون ہوا۔

ایک مرتبہ خواجہ غریب نوازؒ شیخ اوحدالدین کرمانیؒ و شیخ شہاب الدین سہروردیؒ ایک جگہ بیٹھے ہوئے خدائے عزوجل کا ذکر فرمارہے تھے اتفاقاً سلطان شمس الدین تیرو کمان لئے ہوئے ادھر سے گذرا غریب نوازؒ نے دیکھتے ہی فرمایا دوستو! دیکھو! یہ بچہ دہلی کا بادشاہ ہوگا میں نے لوح محفوظ میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ دہلی کا بادشاہ یہی ہے چنانچہ تھوڑے عرصہ کے بعد آپ کی پیشین گوئی کا ظہور ہوا اور سلطان شمس الدین دہلی کا بادشاہ ہوگیا۔

سلطان شمس الدین کے عہد سلطنت میں دو مرتبہ خواجہ صاحب دہلی تشریف لے گئے پہلی مرتبہ جب دہلی کے سفر سے اجمیر واپس ہوئے تو آپ کی شادی ہوئی قصہ یوں ہے کہ میر سید وجیہہ الدین مشہدی نامی ایک بزرگ اجمیر کے حاکم تھے ان کی ایک صاحبزادی تھیں نہایت پاک و پارسا جن کا نام بی بی عصمت تھا جب وہ بالغ ہوئیں تو سید موصوف کو ان کی کتخدائی کی فکر ہوئی لیکن ان کے

مناسب حال کوئی شخص نہیں ملتا تھا ہنوز اس فکر میں تھے کہ ایک رات حضرت امام جعفر صادق رضؓ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ارشاد فرمارہے ہیں اے وجیہہ الدین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے کہ اپنی صاحبزادی کا عقد حضرت قطب المشائخ سے کردو۔ بیدار ہونے کے بعد سیّد وجیہہ الدین صاحب حضرت خواجہ رضؓ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ آپ نے فرمایا اگرچہ میں ضعیف ہوچکا ہوں لیکن سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سرتابی نہیں کرسکتا۔ چنانچہ آپ نے عقد کرلیا۔ اور بی بی عصمت کو اپنے گھر لائے۔ شادی کے بعد صرف سات سال آپ بقید حیات رہے اور اس کے بعد ستیانوے سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

بعضوں کا خیال ہے کہ شادی کے بعد آپ سترہ سال زندہ رہے اس حساب سے سن شریف ایک سو سات سال قرار پاتا ہے۔

آپ کی دوسری شادی کا واقعہ یہ ہے کہ ایک رات آنجناب نے بالمشافہ آنحضرت صلعم کو دیکھا فرمایا کہ اے معین الدین! تو ہمارے دین کا معین ہے تیرے لئے یہ زیبا نہیں کہ ہماری سنت کو ترک کرے۔ اتفاقاً وہاں کا حاکم کسی راجہ کی لڑکی کو قید کرکے لایا تھا اسے اس نے آپ کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے قبول فرماکر بی بی امۃ اللہ ان کا نام رکھا انہیں کے بطن سے صاحبزادی بی بی حافظہ جمال متولد ہوئیں جن کی ریاضت وپارسائی مشہور ہے اور جو حضرت کے خلفائے کاملین سے تھیں ان کا مزار مبارک خواجہ صاحبؒ کے روضہ کے متصل ہے بعض عوام کا خیال ہے کہ بی بی حافظہ جمال آپ کی حقیقی صاحبزادی نہ تھیں مگر یہ قول قابل قبول نہیں

صاحبزادی موصوف کے شوہر کا نام شیخ رضی الدین تھا جن سے دو صاحبزادگان پیدا ہوئے۔ لیکن سن طفولیت ہی میں انتقال فرما گئے۔

حضرت خواجہ کی اولاد

مشہور ہے کہ حضرت غریب نوازؒ کی کوئی اولاد نہ تھی لیکن محققین کے نزدیک یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ آپ کے تین صاحبزادے تھے حضرت خواجہ ابو سعیدؒ حضرت خواجہ فخر الدینؒ حضرت خواجہ حسام الدینؒ البتہ اختلاف اس امر میں ہے کہ یہ ہر سہ فرزند حضرت بی بی عصمت رحمۃ اللہ علیہا کے بطن مبارک سے تھے یا حضرت بی بی امۃ اللہؒ سے حضرت سید محمد گیسو دراز اور درویشوں کی ایک جماعت اس بات پر متفق ہیں کہ یہ تینوں صاحبزادگان بی بی عصمت کے ہیں اور بعض فقرا کا خیال ہے کہ خواجہ ابو سعیدؒ بی بی عصمتؒ سے ہیں اور بقیہ دونوں بی بی امۃ اللہؒ سے ہیں اس کے علاوہ اور کوئی اختلاف نہیں حضرت شیخ فرید نبیرۂ حضرت شیخ حمید الدینؒ ناگوری نے اپنے جد بزرگوار سے نقل کیا ہے کہ ایک روز حضرت خواجہؒ نے ان سے فرمایا کہ اے حمید الدین! اس سے پہلے جب کہ میں جوان تھا جو کچھ خدا سے طلب کرتا تھا فوراً پاتا تھا اب جب کہ بڈھا ہو گیا اور لڑکے پیدا ہو گئے تو دعا کرتا ہوں لیکن قبولیت میں دیر ہوتی ہے موصوف نے عرض کیا کہ حضور کو معلوم ہے کہ جب تک حضرت عیسےٰ متولد نہ ہوئے تھے حضرت بی بی مریمؑ سرما کے میوے موسم گرما میں بے محنت و منت محراب میں پاتی تھیں۔ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے بعد وہ پھر اسی نعمت کا انتظار کرنے لگیں تو فرمان ایزدی ہوا کہ خرما کے درختوں کو ہلاؤ اور اس طرح روزی حاصل کرو چنانچہ ان کو اس پر عمل پیرا ہونا پڑا اور تردد کاوش کے بعد رزق ملنے لگا ماضی اور حال میں اتنا فرق ہے۔

لیکن اولیاء اللہ کے مراتب میں نقص واقع نہیں ہوتا اور نہ ان کے تصرف میں فرق آتا ہے حضرت خواجہ اس جواب سے مسرور ہوئے اور فرمایا کہ تم نے صحیح کہا بے شک یہی بات ہے۔ اس روایت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت غریب نواز صاحب اولاد تھے۔

کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ فخر الدین رضؓ نہایت بزرگ اور صاحب عظمت تھے اور حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے بعد بیس سال زندہ رہے اور قصبہ سرواڑ میں جو اجمیر سے سولہ کوس کے فاصلہ پر ہے انتقال فرمایا اور وہیں حوض کے قریب مدفون ہوئے چھوٹے صاحبزادے حضرت خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ غائب ہو گئے اور ابدالوں کی صحبت حاصل فرمائی۔ خواجہ فخر الدینؒ کے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام حسام الدین سوختہ تھا یہ اپنے زمانہ کے زبردست بزرگ تھے مرید ہونے سے پہلے ہی آپ کا مجاہدہ بہت بڑھا ہوا تھا۔ اور حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاؒ سے اکثر صحبت رکھتے تھے، آپ کا مزار مبارک قصبۂ سانبھر ہی میں ہے۔ آپ کے نبیرگان میں سے ایک حضرت شیخ بایزید بھی ہیں جو سلطان محمود خلجی کے زمانہ میں تھے خورد سالی میں آپ غائب ہو گئے اور ایک مدت کے بعد ظاہر ہوئے سلطان نے انہیں اجمیر کا صاحب سجادہ قرار دیا لیکن تھوڑے دنوں بعد حاسدوں نے ان کے غریب نوازؒ کے فرزند ہونے میں شک کیا اور بادشاہ وقت کو بھی اس سے مطلع کیا اس نے تفتیش کے لئے ملک کے اطراف واکناف کے بڑے بڑے مشائخ و علماء کو جمع کر کے استفسار کیا۔ آخر کار شیخ حسین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا رستمؒ نے جو اس زمانہ میں اکابرین علماء میں سے سمجھے جاتے تھے شہادت دی کہ یہی شیخ بایزید ابن شیخ قیام الدین

ابن خواجہ حسام الدین سوختہ ابن خواجہ فخر الدین ابن خواجہ غریب نواز معین الدین رحمتہ اللہ علیہم ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ ان کے نسب کے بارے میں شبہہ کرتے تھے وہ غلطی پر تھے شیخ بایزیدؒ کے علاوہ اور کسی فرزند کے بارے میں کوئی شبہہ نہیں کیا گیا۔ لیکن تمام سلاطین دہلی اور اکابرین ملت نے عوام کی غلطی کو تسلیم کر لیا اور اگر تسلیم نہ بھی کرتے تب بھی عوام کی بات کا کیا اعتبار؟ خداوند تعالیٰ آپ کی اولاد امجاد کو ابدالآباد تک قائم و دائم رکھے آمین۔

مشہور ہے کہ ایک شخص حضرت شیخ فرید الدین شکر گنجؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ایک مرتبہ خواب میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے مجھے چھ روٹیاں عنایت فرمائیں اس وقت سے آج تک کہ ساٹھ سال ہو گئے وہ روٹیاں برابر مجھے اسی طرح ملتی ہیں اور اہل و عیال کے لئے کافی ہوتی ہیں۔ فرمایا کہ وہ خواب نہ تھا بلکہ خدا کا کرم تھا کہ حضرت قطب الاقطاب تمھارے طرف متوجہ ہوئے تا کہ افلاس سے تمھیں نجات ملے۔

غریب نواز کے اقوال

اگر کوئی مرشد کامل کسی طالب صادق سے کچھ کہے تو اسے اس کی بات نہایت غور کے ساتھ گوش دل سے سننی چاہئے جہاں تک ہو سکے اس کے ارشاد کی تعمیل میں جد و جہد کرے سر مو فرق نہ ہونے پائے ریاضت و مجاہدہ کی پابندی اور پیر کی پیروی کا بہت لحاظ رکھے کہا جاتا ہے کہ اولیا کے لئے چودہ ۱۴ مقامات مقرر ہیں۔ وہی ان کے دستور العمل۔ مراتب اعلیٰ کی مفتاح، منصب ولایت کے مدار علیہ اور تقرب و کمال کے باعث ہیں۔

۱۔ مقام تائبان یعنی مقام آدم علیہ السلام
۲۔ " عابدان " " ادریس " "
۳۔ " زاہدان " " عیسیٰ " "
۴۔ " راضیاں " " ایوب " "
۵۔ " قانعان " " یعقوب " "
۶۔ " جاہدان " " یونس " "
۷۔ " صدیقان " " یوسف " "
۸۔ " متفکران " " شعیب " "
۹۔ " مسترشدان " " شیث " "
۱۰۔ " صالحان " " داؤد " "
۱۱ " مخلصان " " نوح " "
۱۲ " عارفان " " خضر " "
۱۳۔ " شاکران " " ابراہیم " "
۱۴ " محبان " " افضل الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ اہل طریقت کے لئے دس شرطیں ہیں

(۱) طلب حق۔ (۲) طلب مرشد کامل۔ (۳) ادب۔
(۴) رضا۔ (۵) محنت و ترک فضول۔ (۶) تقویٰ۔
(۷) استقامت بر شریعت (۸) کم کھانا اور کم سونا (۹) مخلوق سے علیحدگی اور عزلت نشینی۔ (۱۰) صوم و صلوٰۃ۔

علیٰ ہذا القیاس اہل حقیقت کے لئے بھی دس شرطیں ہیں۔

(۱) عرفان کامل و خدا رسیدگی (۲) بے آزار اور مرنجان مرنج ہونا اور خلق سے تعلق

محترز رہنا (۳) راہ مستقیم کی ہدایت کرنا اور مخلوق کو ایسی نصیحت کرنا جس میں دین و دنیا کا فائدہ مضمر ہو (۴) تواضع (۵) گوشہ نشینی (۶) انکسار (۷) رضا و تسلیم (۸) صبر (۹) سوز و گداز و عجز و نیاز (۱۰) قناعت و توکل۔

آپ کا ارشاد ہے کہ عاشق ہر وقت ہر حالت میں اٹھتے بیٹھتے محو دوست رہتا ہے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں سالہا سال اس درگاہ کا طالب رہا۔ مگر بجز حیرت و ہیبت کے کچھ نہ پایا۔ جب منزل قرب تک رسائی ہوئی تو معلوم ہوا دنیا والے دنیا میں مشغول ہیں آخرت والے محجوب مدعی اپنے دعووں میں ہیں اور ارباب تقویٰ تصوف میں ان میں سے کوئی بھی درخور اعتنا نہیں لہذا میں نے سب کو ٹھکرا دیا۔

اہل عشق کی علامت یہ ہے کہ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد دوسری فجر تک محو خیال دوست رہے۔ عاشق کا دل آتشکدہ ہے جو چیز اس میں ڈالی جائے جل جاتی ہے محبت کے مقابلہ میں گرمی آتش ہیچ ہے

آپ کے مندرجہ ذیل اقوال آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

(۱) درویش وہ ہے کہ حاجتمند کو محروم نہ کرے۔

(۲) عارف کونین سے برداشتہ خاطر رہتا اور صد ہزار تجلیات کا مشاہدہ کرتا ہے وہ وقت واحد میں مختلف کیفیات کا حامل رہتا ہے ۔ چشم زدن میں بیک قدم عرش معلی تک جاتا اور واپس آتا ہے اُسے وہ بصیرت حاصل ہوتی ہے کہ نوشتۂ تقدیر کو پڑھتا اور محرمان اسرار سے اظہار کرتا ہے

(۳) عارف کا کمترین درجہ یہ ہے کہ وہ نخوت کے قریب نہ جائے کیونکہ گناہ کی

تو یہ ایک اور نخوت کی ہزار۔

(۴) عارف وہی ہے کہ عالم سلوک میں سوائے حق تعالیٰ کے کسی دوسرے کی مدد نچاہے۔

(۵) معرفت کے تین ارکان ہیں ہیبتؔ تعظیمؔ حیاؔ

(۱) ہیبت کے معنی یہ ہیں کہ اپنے قصور پر منفعل ہو۔

(۲) تعظیم یہ ہے کہ ہمیشہ اطاعت و عبادت میں کوشاں رہے

(۳) حیا یہ ہے کہ بجز خدا کے کسی کی طرف آنکھ نہ اٹھائے۔

(۶) اہل سلوک اور ارباب عشق جو افعال و اعمال اور جو گفتگو کرتے ہیں وہ بیرون پردہ کی باتیں ہیں، درون پردہ باریاب ہونے اور حجاب مغائرت کے اٹھ جانے کے بعد گوہر آبدار کی طرح خاموش رہنا چاہیئے۔

(۷) عافیت اچھوں کی صحبت میں ہے اگر کوئی برا شخص اچھوں کی صحبت اختیار کرے تو اس کے فیض صحبت سے اس کی برائیاں جاتی رہیں گی اور اگر کوئی اچھا شخص بری صحبت میں بیٹھے گا تو ضرور اس سے متاثر ہو کر ایک دن خود بھی برا ہو جائے گا۔

صحبت صالح ترا صالح کند — صحبت طالح ترا طالح کند

صحبت عاقل ترا عاقل کند — صحبت جاہل ترا جاہل کند

(۸) سجادہ شخص ہے جس کی ملکیت میں کوئی چیز نہ ہو اور وہ معاملات دنیا میں کوئی دخل نہ دے۔

(۹) متوکل وہ شخص ہے جس کو نہ کسی سے محبت ہو نہ عداوت اور نہ کسی کی اعانت کی ضرورت۔

(۱۰) صاحب محبت وہ ہے جو آغاز عشق ہی میں اپنے کو ناچیز تصور کرے اور اپنی ہستی کو ہیچ بلکہ نیست سمجھے۔

(۱۱) تجدید کے معنی یہ ہیں کہ فقیر خدا سے اتصال اور ما سویٰ سے انقطاع اختیار کرے۔

(۱۲) جو شخص خدا کی عبادت میں مرگیا اس نے سعادت کا میدان جیت لیا وہ خود فانی ہے لیکن مشاہدۂ جمال دوست سے باقی ہے حق تعالیٰ اس کو منتخب و مختار کرتا ہے۔

حضرت خواجہؒ کے گیارہ خلفا تھے خواجہ قطب الدینؒ بختیار اوشی خواجہ فخر الدین ابن خواجہ معین الدینؒ قاضی حمید الدینؒ ناگوری شیخ وجیہ الدینؒ شیخ حمید الدینؒ صوفی شیخ برہان الدینؒ عرف بدو شیخ احمدؒ شیخ محسنؒ شیخ سلیمانؒ آری جیپال جوگی المعروف بہ عبداللہ۔ بی بی حافظہ جمالؒ۔

عام طور پر مشہور اور ملفوظات میں مذکور ہے کہ سید سالار مسعود غازی بھی آپ کے خلفا میں سے تھے، لیکن یہ ہرگز قرین قیاس نہیں کیونکہ وہ ایک ترک سپاہی تھے فقر سے انھیں کوئی تعلق نہ تھا محمود غزنوی کے بھانجے تھے بحالت خورد سالی ہندوستان تشریف لائے اور شہید ہوئے اس کے علاوہ حضرت خواجہؒ اور ان کے زمانہ میں بہت تفاوت تھا، حضرت خواجہؒ رائے پتھورا کے زمانے میں تشریف لائے اور سالار مسعود محمود غزنوی کے زمانہ میں ان کا سنہ شہادت ۴۲۴ھ اور حضرت خواجہ کا سنہ وصال ۶۳۳ھ واللہ اعلم بالصواب۔

کہا جاتا ہے کہ جس رات آپ نے دنیائے فانی کو خیرباد فرمایا عشاء کی نماز کے بعد حجرۂ خاص میں تشریف لے گئے اور دروازہ بند کر لیا، خدام ان

خاص رات بھر باہر سے یہ محسوس کرتے رہے کہ گویا حضرت خواجہؒ پر وجد طاری ہے۔ لیکن رات کے آخری حصہ میں سکون ہو گیا حتیٰ کہ صبح نمودار ہوئی لوگوں نے ہر چند آوازیں دیں مگر صدائے برنخواست مجبوراً دروازہ کھولا گیا اور معلوم ہوا کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ جس رات آپ کا وصال ہوا لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "خدا کے دوست آنے والے ہیں میں ان کے استقبال کے لئے آیا ہوں"۔

یہ بھی مشہور ہے کہ انتقال کے بعد پیشانی مبارک پر یہ غیبی تحریر نمودار ہو گئی تھی حبیب اللہ مات فی حب اللہ ۔

تاریخ وصال ۶ رجب المرجب ۶۳۳ھ ہے مادہ تاریخ "آفتاب ملک ہند" ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پہلے آپ کی قبر کی تعمیر اینٹوں سے ہوئی تھی اس کے بعد پتھر سے بنائی گئی۔ سب سے پہلے جس شخص نے روضہ تعمیر کرایا وہ خواجہ حسنؒ ناگوری ہیں اس کے بعد اکثر سلاطین نے حصہ لیا۔ اور شاہجہاں بادشاہ نے مزار مبارک کے قریب ایک سنگ مرمر کی مسجد بھی بنوا دی۔

(۱۸)

پیشوائے اہل تمکین، مقتدائے راہ دین، عمدۃ الاولیاء، قدوۃ الاتقیا، مقرب بارگاہ ربوبیت، سزاوار مقام محبوبیت، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس اللہ سرہ العزیز

پہلے آپ کا نام بختیار تھا اس کے بعد خدا کی جانب سے قطب الدین کا لقب عطا ہوا اور اسی نام سے مشہور ہوئے باون سال کی عمر پائی اور بعضوں کے نزدیک عمر کی صرف بتیس بہاریں دیکھنے کے بعد وصال ہو گیا۔ اُوش کے رہنے والے تھے جو ماوراء النہر کا ایک قصبہ ہے صحیح النسب سید تھے سلسلۂ نسب حسب ذیل ہے۔

قطب الدینؒ بختیار اوشی ابن سید موسیٰؒ ابن سید احمدؒ اوشی ابن سید احمد چشتیؒ ابن سید رضی الدینؒ ابن سید حسام الدینؒ ابن سید رشید الدینؒ ابن سید جعفرؒ ابن امام محمد تقیؒ ابن امام علی الرضاؒ ابن امام موسیٰ کاظمؒ ابن امام جعفر صادقؒ ابن امام محمد باقرؒ ابن امام زین العابدینؒ ابن امیر المومنین امام حسین شہیدؒ ابن امیر المومنین اسد اللہ الغالبؓ۔

خرقۂ فقر و ارادت آپ نے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے حاصل فرمایا اپنے زمانہ میں اکابرین اولیاء میں سے تھے اس عہد کے بڑے بڑے مشائخ آپ کے حلقہ بگوش تھے آپ اس پائے کے مستجاب الدعوات اور عظیم المرتبت بزرگ تھے کہ جو کچھ زبان سے نکلتا فوراً پورا ہوتا تھا جو آپ کی فیض سے فیضیاب ہوا منصب ولایت پر پہونچا جس پر آپ کی نظر کیمیا اثر پڑی عرش سے فرش تک تمام کائنات اس پر روشن ہو گئی۔

آپ مادر زاد ولی تھے بوقت نصف شب قدوم میمنت لزوم سے دنیا کو منور کیا پیدائش کے وقت غیبی روشنی سے سارا مکان چمک اٹھا حتیٰ کہ آپ کی والدۂ ماجدہ کو گمان ہوا کہ شاید آفتاب نکل آیا غور سے دیکھا تو آپ کو بحالت سجود اللہ کا ذکر کرتے ہوئے پایا۔ دہشت طاری ہو گئی حیران رہ گئیں اور ڈریں اتنے میں حضرت خواجہ نے سر اُٹھایا اور وہ روشنی بتدریج

گھٹتے گھٹتے بالکل کم ہو گئی غیب سے آواز آئی کہ یہ روشنی جو تم نے دیکھی ایک سرغیبی ہے جس سے ہم نے تمھارے فرزند کے دل کو منور کر دیا۔

آپ کی والدۂ ماجدہ کا بیان ہے کہ دوران حمل میں جب میں نماز تہجد کے لئے اٹھتی تو برابر جنیں (خواجہ قطب الدینؒ) کے ذکر کی آواز کانوں میں آتی تھی۔

ہنوز آپ ڈیڑھ ہی سال کے تھے کہ والد بزرگوار سید موسیٰؒ نے وفات پائی آپ کی والدہ نے آپ کی بہت اچھی طرح پرورش کی ساڑھے چار سال کی عمر میں آپ بسم اللہ کے لئے حضرت خواجہ معین الدین حسنؒ سنجری کے پاس بھیجے گئے آپ تختی ہاتھ میں لے کر کچھ لکھنا چاہتے تھے کہ غیب سے آواز آئی کہ اے معین الدین ٹھیرو! حمید الدین ناگوری آرہا ہے وہی اس بچہ کو علم سکھائے گا اور تم سے تو یہ کسب کمال کرے گا اور مدارج تصوف طے کرے گا۔ آواز سن کر خواجہ حسنؒ سنجری نے تختی رکھدی اسی اثناء میں قاضی حمید الدینؒ ناگوری کو بشارت ہوئی کہ جلد جاؤ قطب الدین کو علم سکھاؤ! وہ حیران ہو گئے اور کہا الہیٰ قطب الدین کہاں ہے؟ آواز آئی کہ اوشؔ میں ہے۔ آپ نے آنکھیں بند کر لیں اور فوراً اسی مجلس میں پہونچ گئے ہاتھ میں تختی لے کر دریافت کیا کہ اے قطب الدین کیا لکھوں؟ فرمایا لکھو! سُبحان الذی اسری بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الی آخرہٖ قاضی موصوف نے فرمایا کہ یہ تو سولھویں پارہ میں ہے خواجہ نے فرمایا کہ نہیں میری والدہ کو صرف پندرہ پارے یاد ہیں۔ میں جب پیٹ میں تھا تو میری والدہ رات میں قرآن پڑھا کرتی تھیں اور میں سیکھتا جاتا تھا۔ قاضی موصوف نے کہا پڑھو!

آپ نے اسی وقت زبانی سنا دیا۔ قاضی حمید الدین رحؒ نے سبحان الذی الخ تک لکھا۔ اور آپ کو پڑھایا اور اسی طرح صرف چار روز میں پورا قرآن ختم ہو گیا۔ اس کے بعد قاضی موصوف نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ تمھارا دوست ہے اسی نے تمھیں تعلیم دی ہے اور وہی آیندہ بھی تعلیم دے گا۔ لہذا اب میں جاتا ہوں۔ قاضی حمید الدین رحؒ کے جانے کے بعد حضرت خواجہ معین الدین رحؒ نے فرمان الٰہی کے مطابق آپ کی ظاہری و باطنی تربیت فرمائی۔ آپ نے علوم دینی کی تحصیل میں کوشش بلیغ فرمائی۔ اور تھوڑے عرصہ میں تحصیل علم سے فارغ ہوئے اور اسی زمانہ سے ولولہ محبت وجذبۂ عشق پیدا ہو چلا تھا فراغت کے بعد آپ بغداد تشریف لے گئے اور امام ابو اللیث سمرقندی کی مسجد میں حضرت قطب المقربین خواجہ معین الدین حسن سنجری رحؒ سے ملاقات کی آپ کی صحبت میں اس وقت شیخ شہاب الدین سہروردی رحؒ شیخ اوحد الدین رحؒ کرمانی شیخ برہان الدین رحؒ چشتی شیخ محمدؒ اصفہانی وغیرہ جیسے اولیائے کرام موجود تھے چنانچہ ان سب صاحبوں سے آپ نے فیض حاصل فرمایا اور تھوڑے دنوں کے بعد فائز المرام ہوئے۔ جب آپ منصب ولایت پر فائز اور خرقہ سے مشرف ہوئے تو سن شریف صرف سترہ سال کا تھا۔ قصہ یوں ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ چالیس دن تک متواتر عالم معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنتے رہے کہ اے معین الدین! قطب الدین خدا کا دوست ہے لہذا اسے اپنا خرقہ دیدو! چنانچہ آپ حسب فرمان مصطفوی خرقہ سے مشرف ہوئے اور حسب ایمائے خداوندی ولایت دہلی پر مامور کئے گئے اسی لئے حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری رحؒ کے بعد ہی وارد ہندوستان ہوئے اور دہلی کو قدوم میمنت لزوم سے

مشرف فرمایا۔

اس جگہ چونکہ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری کا ذکر آگیا اس لئے نامناسب نہ ہوگا اگر کچھ حالات ان کے بھی درج کردئے جائیں۔ بالخصوص وہ وہ واقعات و مناقشات جو سماع کے بارے میں رونما ہوئے۔

کہتے ہیں کہ جب سلطان التارکین حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ حضرت خواجہ قطب الدینؒ کی تعلیم کے بعد عازم دہلی ہوئے تو اثنار راہ میں آپ نے ایک چڑیا کو مصروف نغمہ دیکھا جسے عرف عام میں ققنسؔ کہتے ہیں اور مشہور ہے کہ اس کی چونچ میں ہزاروں سوراخ ہوتے ہیں اور وہ جب مست ہوتی ہے تو اُس سے صدہا پر کیف آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔

حضرت قاضی موصوف اگرچہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور خرقہ یافتہ تھے لیکن اولیائے چشت سے بھی آپ نے فیض حاصل فرمایا تھا اور حضرت خواجہ حسنؒ سنجری کی آپ پر خاص نظر عنایت تھی اس لئے فوراً اس مرغ نوا سنج کے ترانے سے متاثر ہوگئے اور وجدانی کیفیت طاری ہوگئی۔ تھوڑی دیر تک یہی حالت رہی جب افاقہ ہوا تو حضرت خواجہ خضر علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ اے حمید الدین اگلے بزرگوں نے بھی گانا سنا ہے اور سماع سے متاثر ہوئے ہیں لیکن حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ نے بسبب اخوان کے مہیا ہونے کے اسے ترک کر دیا تھا عرض کیا کہ اے خواجہ میں تو سماع پر شیفتہ ہو چکا ہوں اگر کہیں سے قوال میسر آسکیں تو مجلس سماع آراستہ کروں۔ ارشاد ہوا کہ جب سے جنید بغدادیؒ نے اُسے ترک فرمایا تب سے گانا سننے والے دار و سولی کے مستحق قرار پائے۔

خلیفۂ وقت کے حکم سے قوالوں کا روزینہ بیت المال سے مقرر

ہو گیا ہے تاکہ وہ کسی کو گانا نہ سنائیں لیکن ان تمام سختیوں کے باوجود خواجہ ناصرالدین ابو یوسف حسینی خواجہ حاجی شریف زندنی وغیرہ اولیائے عظام اپنے اپنے زمانے میں برابر مجلس سماع قائم کرتے رہے اور اس عہد میں خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک سماع ہوتے ہیں۔ خلیفہ وقت نے انھیں منع کیا اور علما سے سخت بحثیں ہوئیں مگر آپ نے ان کی ایک نہ سنی بلکہ الٹا انھیں کو ملزم قرار دیا۔ ان کے سوا کسی کو مجال نہیں کہ سماع کو مباح قرار دے سکے۔

حضرت خضر علیہ السلام کی گفتگو سن کر قاضی حمید الدین ناگوریؒ خاموش ہو کر شہر تشریف لے گئے اور بازار سے سات غلاموں کو خرید کر ہر ایک کو ترنم و غزلخوانی کی تعلیم دلوائی۔ جب وہ سب اس فن میں ماہر ہو گئے تو آپ بلا کسی اندیشہ کے مصروف سماع ہوئے اور آہستہ آہستہ یہ خبر تمام شہر میں پھیل گئی چنانچہ اس وقت کے بڑے بڑے علماء و فقہا مثلاً قاضی سعدالدینؒ قاضی منہاجؒ سراج قاضی عمادؒ سید مبارک غزنویؒ اور مولانا امجدالدین وغیرہ نے آپ کے اس فعل کی سخت مخالفت کی اور کہنے لگے کہ دیکھو قاضی حمید الدین اپنے بزرگوں اور پیروں کے خلاف گانا سنتے ہیں۔

حضرت قاضی نے جب یہ باتیں سنیں تو ارشاد فرمایا کہ میں پیران چشت کے سایۂ عاطفت میں آچکا ہوں اور ان کے طفیل میں اتنی دینی برکتیں اور نعمتیں حاصل ہوئی ہیں کہ احاطہ تقریر و تحریر میں نہیں آسکتی لہٰذا ان کا ہر فعل میرے لئے حجت ہے اور شیخ جنید بغدادی کا ترک سماع مجھے اس سے باز نہیں رکھ سکتا۔

کچھ دنوں بعد اتفاقاً آپ بغداد پھر تشریف لے گئے اور اپنے ایک

مرید کے یہاں اقامت گزیں ہوئے جو خود بھی ایک صاحب مرتبہ بزرگ تھے اور دنیاوی حیثیت سے بہت کچھ فارغ البال تھے۔ چالیس کمرے قابل اقامت ان کی ملکیت میں تھے چنانچہ انھوں نے ایک کے سوا تمام کمروں کی کنجیاں حضرت کی خدمت میں پیش کردیں اور عرض کیا کہ حضرت جس گھر میں چاہیں اقامت پذیر ہوں۔ ارشاد ہوا کہ تمام کمروں کی کنجیاں تو تم نے پیش کردیں ایک کو کیوں محفوظ رکھا۔ عرض کیا کہ یا حضرت اس میں ایک نے نواز بند ہے خلیفہ وقت کی سخت گیریوں کی وجہ سے میں نے اسے یہاں محفوظ رکھا ہے آج کل تو یہ حالت ہے کہ جہاں کہیں محفل سماع منعقد ہوتی ہے شاہی سپاہی فوراً پہونچ کر لوگوں کو قید کرلیتے ہیں اور سب کو سولی دیدی جاتی ہے

حضرت نے فرمایا کہ برادرم میں تو سماع کا دلدادہ ہوں تم بلا کسی اندیشہ کے اس نے نواز کو بلاؤ تاکہ مجھے تسکین ہو۔ مرید نے یہ سن کر ارشاد کی تعمیل کی اور فوراً کمرہ کھول کر اس نے نواز کو بلا لائے چنانچہ حضرت نے اُسے نے نوازی کا حکم دیا اور خود اس کے نغموں سے متاثر ہوکر بحالت وجد مضطرب و بیقرار ہوتے رہے۔ چنانچہ یہ خبر رشدہ شدہ قاضی شہر کے کانوں تک پہونچی اور تمام مفتیان عصر اس سے آگاہ ہوئے۔ قاضی شہر نے فوراً ایک آدمی کو حضرت کی خدمت بابرکت میں بھیج کر کہلوایا کہ آپ بے قیل و قال عدالت اسلام میں حاضر ہوکر جواب دہی کیجئے اگر آپ سماع کی اباحت ثابت کرسکے تو فبہا ورنہ آپ کو دوسرے لوگوں کی طرح سولی دیدی جائے گی۔

جب وہ آدمی آپ کی محفل شریف میں پہونچا تو آپ وجد و کیف کی حالت میں تھے چنانچہ وہ آپ کا وجد دیکھ کر ششدر رہ گیا اور رعب

کی وجہ سے ایک حرف بھی زبان سے نہ نکال سکا جب آپ کو فراغت ہوئی تو اس نے قاضی وقت کا پیغام پہونچایا جسے سن کر آپ نے فرمایا کہ سماع ہر شخص پر حرام نہیں ہے جو لوگ اس کی اہلیت رکھتے ہیں ان کے لئے حلال ہے

شعر

حرام تجھ پر ہے بادہ خواری حلال لیکن ہے میرے لیے ہے یہ اپنا اپنا ہے ظرف زاہد حرام بھی ہے حلال بھی ہے

یہ فرما کر آپ چند قدم آگے بڑھے اور پھر رک کر فرمایا کہ جاؤ! اور قاضی صاحب سے کہدو کہ وہ تمام علماء و مفتیان شرع کو بلائیں میں بھی حاضر ہونگا اگر میں سماع کو مباح کر سکا تو خیر ورنہ جہاں انھوں نے اتنے بزرگوں کو سولی دلوادی ہے وہاں مجھے بھی مروا ڈالیں۔ دوسرے دن حضرت نے اپنے مرید سے فرمایا کہ تم تمام علما، و اکابرین کو جمع کرو! اور قوال تو دستیاب ہوتے نہیں البتہ مزامیر جس قدر جمع ہو سکیں اکٹھا کر لو! چونکہ وہ مرید دولتمند تھے اس لئے انہوں نے تمام اکابرین و علما کو دعوت دی اور تقریبًا بہتر مزامیر بھی مہیا کر لئے صحن خانہ میں نشست کا انتظام ہوا۔ اور تمام مزامیر کو کپڑوں سے چھپادیا گیا جب تمام علمائے کرام معہ قاضی شہر کے آئے تو کہنے لگے کہ قاضی حمیدالدین کہاں ہیں جنہوں نے سماع کو جائز کر کے فتنہ برپا کر رکھا ہے۔ حضرت قاضی موجود تھے فرمایا کہ میں حمیدالدین ہوں اور سماع کو اپنے لئے جائز اور مباح تصور کرتا ہوں۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے کہ اگر کسی پیاسے کو پانی نہ ملے اور جان کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو تو شراب پینی اس کے لئے جائز و درست ہے نیز امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ اگر کوئی مغموم ازالہ غم کے لئے گانا سنے تو اس کے لئے مباح ہے میں مریض عشق ہوں غم محبت میرے دل میں جاگزیں ہے

اور تشنگی شراب وصال مجھے ہلاک کر رہی ہے ایسی صورت میں کون ایسا شخص ہے جو میرے لئے سماع کو جائز نہ قرار دے گا۔ اس کے بعد جناب نے عقلاً ونقلاً ایسے ایسے براہین ساطعہ ودلائل قاطعہ پیش فرمائے کہ سب نے سر تسلیم خم کر کے عرض کیا کہ حضرت جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں بجا و درست ہے اور کتب شرع میں اسی طرح مذکور ہے لیکن چونکہ آپ مرتبۂ ولایت پر فائز اور صاحب کشف وکرامات مشہور ہیں اس لئے ہماری خواہش ہے کہ آپ کسی ایسی کرامت کا اظہار فرمائے کہ ہمیں تسکین ہو جائے اور ہم سماع کے قائل ہو جائیں یہ سن کر آپ نے مزامیر کی طرف اشارہ فرمایا۔ کہتے ہیں کہ مزامیر سے خود بخود نغمے پیدا ہونے لگے اور حضرت پر کیفیت طاری ہو گئی اور حالت وجد میں آپ نے فرمایا کہ اے نادانو اب کیا دیکھتے ہو شریک سماع ہو جاؤ۔ آپ کا یہ فرمانا تھا کہ تمام حاضرین پر کیفیت طاری ہو گئی اور سب کے سب مست ہو کر جھومنے لگے کچھ دیر تک تو یہی حالت رہی اس کے بعد افاقہ ہوا اور سب اپنے اپنے ہوش میں آئے اور قاضی صاحب نے علماء کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اب تو تم لوگوں کو تسلی ہوئی۔ اور چشتیوں کی کرامت دیکھ چکے یا نہیں یہ سن کر سب کے سب محجوب وشرمندہ ہو کر آپ کے پیروں پر گر پڑے اور اپنی خطا کی معافی چاہی اس کے بعد کچھ دنوں ٹھہر کر آپ واپس دہلی تشریف لائے۔

آمدم برسر مطلب

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشیؒ کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے انتہائے مشغولیت کی وجہ سے ترک خواب کر دیا تھا آپ کبھی اپنا بستر درست نہیں کرتے تھے ابتداء میں جب نیند سے مجبور ہو جاتے تھے تو کچھ سو لیتے تھے

لیکن آخیر میں بیداری زیادہ بڑھ گئی تھی مشغولیت کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت استغراق میں رہتے تھے حتیٰ کہ اگر کوئی پابوسی کے لئے خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تو تھوڑی دیر کے بعد قدم بوسی نصیب ہو سکتی۔

آپ کا ایک لڑکا عالم خورد سالی میں انتقال کر گیا تجہیز و تکفین کے بعد جب آپ واپس ہوئے تو اس بچہ کی ماں کی گریہ وزاری سن کر افسوس کرنے لگے شیخ بدر الدین غزنویؒ نے جو خاص خلفا میں سے تھے دریافت کیا کہ تاثر کا کیا سبب ہے فرمایا کہ اس لڑکے کی موت کے متعلق مجھے کوئی خبر نہ تھی اگر میں جانتا تو خداوند تعالیٰ سے دعا کر کے اس کی موت کو رکوا دیتا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر استغراق کا اس قدر غلبہ تھا کہ آپ کسی کی حیات وممات سے بھی آگاہ نہوتے تھے۔

جب حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری خراسان سے ہندوستان تشریف لائے تو آپ بھی ان کے بعد ہی ہندوستان چلے آئے اور آپ کے ساتھ ہی شیخ جلال الدین تبریزیؒ بھی تشریف لائے جو آپ کے گہرے دوست تھے آپ دونوں صاحبان جب ملتان پہونچے اور اس کی خبر شیخ الاسلام حضرت بہاء الدین زکریاؒ نے پائی تو وہ استقبال کے لئے نکلے اور نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ اپنے مکان لے گئے اور کئی روز تک ٹھیرایا ایک دن کا ذکر ہے کہ یہ تینوں بزرگوار بیٹھے ہوئے تھے کہ قباچہ ایبک نامی ایک سردار آیا اور خواستگار دعا ہوا کہ مغلوں کا لشکر جو ہمیشہ پریشان کرتا رہتا ہے بھاگ جائے چنانچہ سب نے دعا کی اور حضرت قطب الدین بختیار اوشیؒ نے ایک تیر دیکر ارشاد فرمایا کہ اس تیر کو مغلوں کے لشکر میں پھینکدو اور اطمینان سے بیٹھ رہو اس نے ارشاد کی تعمیل کی کہتے ہیں کہ اس عمل سے مغلوں کے لشکر میں خود بخود بھاگڑ پڑ گئی

اور ہیبت طاری ہوگئی اور سب فرار ہوگئے اس کے بعد حضرت دہلی تشریف لائے اور اپنے پیر کو اس مضمون کا خط لکھا کہ " یہ بندۂ درگاہ اشتیاق قدم بوسی کی وجہ سے مسافت بعید طے کر کے دہلی پہنچ چکا ہے اگر حضور کا حکم ہو تو آستانہ بوسی سے مشرف ہو۔"

حضرت خواجہ نے جواباً تحریر فرمایا کہ " تم دہلی ہی میں مقیم رہو کیونکہ وہاں کی ولایت بحکم ایزدی تم کو تفویض کی جا چکی ہے اور روحانی طور پر میرا تقرب تمھیں ہر وقت حاصل ہے چند روز کے بعد میں خود دہلی آؤں گا اس وقت ملاقات ظاہری بھی ہو جائے گی۔"

آنجناب اپنے پیر کے حکم کے مطابق دہلی میں اقامت پذیر ہو گئے اور وہاں کے تمام لوگ آپ کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ روز بروز لوگوں کا ہجوم بڑھتا جاتا تھا اور قدم بوسی کے لئے اتنے لوگ حاضر ہوتے تھے کہ بسا اوقات آپ تنگ آ کر عزلت نشینی کا تہیہ فرما لیتے تھے لیکن پیر کے حکم سے وہاں قیام کرنے پر مجبور تھے۔

کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ بختیار اوشیؒ کے دہلی پہونچنے سے پیشتر قاضی حمید الدین ناگوریؒ نے عالم معاملہ میں دیکھا کہ گویا آفتاب عالم تاب دہلی اور اس کے قرب و جوار کو منور کر رہا ہے۔ اور آپ کے مکان میں اتر کر کہتا ہے کہ " تمھارے گھر میں رہوں گا " آپ اس کی تعبیر کے بارے میں متحیر ہوئے کہ دیکھیں اس عجیب و غریب خواب کا کیا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے؟ لیکن اتنا تو سمجھتے تھے کہ آفتاب سے مراد ولی کامل ہے اس خواب کو دیکھتے ہوئے دو روز بھی نہ گذرے تھے کہ حضرت قطب الدین بختیار اوشیؒ دہلی تشریف لائے اور ایک نان بائی کے گھر میں جو آپ کا معتقد تھا اترے

قاضی صاحب موصوف نے بنظر ظاہری ملاحظہ فرمایا کہ ان کے دوست قطب الدین دہلی آئے ہوئے ہیں اور فلاں نان بائی کے ہاں ٹھہرے ہیں چنانچہ اسی مشاہدہ کے بعد آپ فوراً پیادہ پا قطب الشاہدین کے پاس تشریف لے گئے اور نہایت عزت و احترام کے ساتھ اپنے مکان لائے اس وقت آپ کی عمر صرف سترہ سال کی تھی تاہم آپ کی ذات والاصفات ان کرامات و برکات کی حامل تھی جن کو تحریر سے نہیں ادا کیا جاسکتا۔ باوجودیکہ قاضی صاف موصوف آپ کے اُستاد تھے لیکن اس قدر آپ کا احترام کرتے تھے کہ لوگوں کو تعجب ہوتا تھا آپ کا قول ہے کہ قطب الدین قطب المشائخ اور حمیدالدین سے ہزار درجہ بہتر ہے میں اس کے خاک پا کے برابر بھی نہیں۔ آخر الامر قاضی صاحب کو آپ سے خلافت بھی حاصل ہوئی حالانکہ وہ آپ کے پیر سے بھی خلافت حاصل کر چکے تھے۔

مشہور ہے کہ جب حضرت کے قدوم مبارک سے دہلی مشرف ہوئی اور آفتاب ولایت کی شعائیں اطراف و اکناف کو منور کرنے لگیں تو آستانہ مبارک پر معتقدوں اور حلقہ بگوشوں کا ہجوم رہنے لگا اور یہ ہجوم یوماً فیوماً بڑھتا ہی جاتا تھا۔ اکثر امرا نذرانہ پیش کرتے تھے لیکن آپ قبول نہ کرتے تھے آپ کے پڑوس میں ایک بقال تھا آپ اس سے تین تین ہزار درہم تک قرض لے لیا کرتے تھے اور جب کہیں سے کوئی غیر مشکوک اور حلال نذرانہ مل جاتا تو ادا کر دیا کرتے۔ ایک مرتبہ آپ کو خیال پیدا ہوا کہ نہ تو کسی سے قرض لینا چاہیئے نہ نذر چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اس دن سے ہر روز آپ کے مصلے کے نیچے سے ایک گرم روٹی نکلتی جو گھر کے تمام آدمیوں کے لئے کافی ہوتی کچھ دنوں کے بعد بقال کو خیال پیدا ہوا کہ شاید

حضرت خواجہ ناراض ہیں کہ قرض نہیں لیتے چنانچہ اس نے اپنی بیوی کو دریافت کرنے کے لئے بھیجا بعد دریافت اصلی وجہ معلوم ہوئی اور عوام الناس نے اسی وجہ سے آپ کو "بختیار کاکی" کہنا شروع ہو گیا (کاک کے معنی روغنی روٹی کے ہیں)

جب حضرت قطب المشاہدین حضرت قاضی حمید الدین کے مکان میں اقامت پذیر ہوے تو انھوں نے محفل سماع آراستہ کی جس میں اس کثرت سے لوگ شریک ہوئے کہ تل رکھنے کو جگہ نہ رہی جب ہر دو بزرگوار کیف و وجد سے فارغ ہوئے اور مجلس برخاست ہوئی تو کچھ لوگوں نے حضرت قاضیؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس مجلس میں ہر طبقہ کے لوگ کثرت سے شریک ہوئے ہیں اور سب موجود ہیں ان کی دعوت لازمی ہے یہ سن کر موصوف حضرت قطب المشاہدین کی خدمت میں تشریف لے گئے اور صورت حال کا اظہار فرمایا ارشاد ہوا کہ لوگوں کو صف بصف بٹھایا جائے چنانچہ جب سب بیٹھ گئے تو حضرت نے اپنی دونوں آستینوں کو جھاڑا اور اس عمل کے ساتھ ہی ہر شخص کے سامنے دو دو روغنی روٹیاں معہ حلوائے گرم جا موجود ہوئیں اور سب نے آسودہ ہو کر کھایا فارغ ہونیکے بعد حضرت مولانا مجدالدینؒ نے حضرت قاضیؒ سے عرض کیا کہ کھانے کے بعد پینے کے لئے کچھ شربت بھی چاہئے اتفاقاً کسی نے حضرت قاضی کی خدمت میں ایک سیر شکر بطور نذر پیش کی تھی چنانچہ آپنے اس شکر کو لوٹے میں ڈال کر سات پیالے پانی میں گھولا اور حکم دیا کہ سب کو پلایا جائے۔ کہتے ہیں کہ تمام حاضرین نے سیر ہو کر پیا اور لوٹے میں اتنا ہی شربت بچ رہا جتنا تھا۔ اس تبرک دعوت سے فراغت پاکر تمام لوگ رخصت

ہوئے اس کے بعد ہر دو بزرگوار اکثر محفل سماع آراستہ کرتے تھے اور بکثرت لوگ اطراف و اکناف سے آکر اس میں شریک ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ ایسی زبردست قحط سالی رونما ہوئی کہ لوگ بھوکوں مرنے لگے اور اشیاء خوردنی کی گرانی کا یہ عالم ہوگیا کہ چالیس جیتل کو ایک سموسہ ملتا تھا۔ انھیں ایام میں ایک دن شہزادہ سعدالدین کی سرکار سے کئی من مائدہ نانبائی کے یہاں روغنی ٹکیاں تیار کرنے کے لئے بھیجا گیا اتفاقاً نان بائی تنور میں ٹکیوں کو چھوڑ کر سوگیا جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ تمام ٹکیاں تنور میں جل کر کوئلہ ہو چکی ہیں یہ دیکھ کر ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے مگر کیا ہو سکتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد شاہی سپاہی آئے اور برہم ہو کر اس کو قید کرلیا سپاہی اسے لے ہی جارہے تھے کہ اتفاقاً حضرت قطب الدین کا گذر اس طرف سے ہوا آپ نے استفسار فرمایا تو واقعہ معلوم ہوا۔ آپ کو اس وقت اس نانبائی کی حالت پر رحم آگیا۔ چنانچہ سپاہیوں سے ارشاد ہوا کہ اس نانبائی پر سختی نہ کرو! لیکن ان لوگوں نے انکار کیا تو آپ نے مکرر فرمایا کہ اگر تمھاری ٹکیاں درست ہو جائیں تو کیا تم اسے چھوڑ دوگے وہ لوگ آپس میں کہنے لگے کہ ایک دیوانہ سے سابقہ پڑا ہی تھا یہ دوسرا دیوانہ بھی آگیا کہ مردے کو زندہ کرنا چاہتا ہے فرمایا کہ اے نادانو! خداوند تعالیٰ مردے کو زندہ کرنے پر قادر ہے اور علیٰ ہذا القیاس اگر وہ چاہے تو تمھاری ٹکیوں کو بھی درست کرسکتا ہے یہ سن کر سپاہیوں پر دہشت طاری ہوی اور وہ سختی سے باز رہے اور عرض کی کہ یا حضرت! ہم نے آپ کے کہنے پر عمل کیا اب اگر ممکن ہو تو ان جلی ٹکیوں کو بھی درست کردیجئے آپ نے تمام ٹکیوں کو سامنے رکھ کر دست مبارک سے مس

فرمایا۔ اور پھر سب کو تنور میں ڈال دیا تھوڑی دیر کے بعد جب وہ نکالی گئیں تو نہایت بہتر سفید اور خوشرنگ تھیں یہ دیکھ کر تمام سپاہی حیران رہ گئے اور ان پر بےخودی طاری ہوگئی جب قدرے حواس درست ہوئے تو آپ کے پاؤں پر گر معافی کے خواستگار ہوئے اور کہا اے حضرت! ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہماری خطاؤں کو معاف کیجئے اس کے بعد وہ سب روغنی ٹکیاں شہزادے کے پاس لاکر تمام ماجرا بیاں کیا۔ شہزادہ نے جب واقعہ سُنا تو آپ کا معتقد اور عاشق ہوگیا اور اسی وقت پا برہنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر قدم بوسی حاصل کی ارشاد ہوا کہ اے شہزادے کس غرض سے تم فقیر کے پاس آئے ہو عرض کی کہ محض خلوص کی بنا، پر فرمایا کہ اگر تمھیں مجھسے خلوص ہے تو میں بھی خدا سے دُعا کرچکاہوں کہ تمھارا دل دنیا کی محبت سے سرد ہوجائے اور تم فقرو فاقہ اختیار کرو اس کلام کا شہزادے پر بہت اثر ہوا اور وہ وہاں سے رخصت ہوکر گھر گیا۔ اور جو کچھ اس کے تصرف و ملکیت میں تھا سب کا سب فقرا، پر تقسیم کردیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر سارا ماجرا کہہ سنایا آنجناب نے شفقت فرمائی اور اپنی گدڑی سے سرفراز فرمایا جس کی برکت سے اسی وقت عرش سے تحت الثریٰ تک کے اسرار منکشف ہوگئے اور تھوڑے ہی دنوں بعد وہ کامل ولی ہوگیا۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت قطب المشاہدینؒ قاضی حمیدالدینؒ کے پاس تشریف لائے اور وہاں متواتر مجلس سماع منعقد کرتے رہے۔ جب سلطان شہاب الدین کو اس کی خبر پہونچی تو وہ درپئے انسداد ہوا جب آپ کو معلوم ہوا تو کہلا بھیجا کہ اے سنگ دل سیاہ قلب تو سماع کی قدر کیا جانے؟

سماع ہمارے لئے مباح ہے اور تیرے لئے حرام ہر شخص اس نعمت عظمیٰ کے
لائق نہیں یہ خاص پروردگار کی عنایت ہے اور خاص لوگوں کا حصہ ہے
جسے عنایت ہو وہی جانے بادشاہ یہ سن کر غصہ میں آیا اور اس نے قسم
کھائی کہ اگر اب کوئی گانا سنے گا تو دار پر چڑھوا دیا جائے گا۔ یا عین القضاۃ
کی طرح جلوا دیا جائے گا۔ بادشاہ کے یہ احکام حضرت خواجہ تک پہونچائے
گئے آپ نے اس کا جواب دیا کہ تو اپنی خیر منا اگر سلامت رہا تو ضرور دار پر
چڑھوا دینا یا جلوا دینا۔

کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ اسی ماہ میں بادشاہ وہاں سے خراسان
چلا گیا اس کے بعد سلطان شمس الدین اولیا بادشاہ ہوئے اور خلوص و
اعتقاد کے ساتھ حضرت کی پا بوسی حاصل کی ارشاد ہوا کہ خداوند تعالیٰ نے
تمھیں دہلی کی بادشاہت عنایت کی ہے تمھیں چاہئے کہ اس سلطنت کے
کام کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دو فقراء اور مساکین کے ساتھ اچھا
سلوک کرو تاکہ خدا تمھیں اس کا اچھا معاوضہ عنایت فرمائے بادشاہ نے
نہایت ادب کے ساتھ آپ کی باتوں پر آمنا کہا اور رخصت حاصل
کرکے چلے گئے اس کے بعد قاضی صادق اور قاضی عماد جو دہلی کے اکابرین
علماء میں سے تھے حضرت خواجہؒ کے مخالف ہو گئے اور بادشاہ سے کہا کہ
خواجہ قطب الدین کے ابھی داڑھی بھی نہیں نکلی یہ کیسے روا ہو سکتا ہے کہ
وہ گانا سنیں جس طرح ممکن ہو انھیں اس بات سے منع کیا جائے۔ بادشاہ نے
کہا کہ میں انھیں منع نہیں کر سکتا تم جو چاہو کر سکتے ہو چنانچہ قاضی صادق اور
قاضی عماد دونوں آپ کے پاس آئے وہاں اتفاق سے مجلس سماع منعقد تھی
اور قاضی حمید الدینؒ عین حالت وجد میں تھے اور حضرت خواجہ دست بستہ

کھڑے تھے قاضی عماد نے حضرت خواجہ کی طرف اشارہ کیا کہ امرد کو مجلس سماع میں شریک نہونا چاہیئے حضرت قطب الشاہدین نے فوراً اپنے دونوں ہاتھ روئے مبارک پر پھیرکر "بسم اللہ الرحمان الرحیم" پڑھی اور فرمایا کہ داڑھی نکل آئے چنانچہ آپ کی دعا کے ساتھ ہی فوراً داڑھی نکل آئی۔ اور ارشاد ہوا کہ ہاں ہاں بیشک امرد کو مجلس سماع میں نہ حاضر ہونا چاہیئے ہم اہل سماع ہیں اور سماع ہمارے لئے مباح ہے حاضرین جلسہ نے جب یہ کرامت دیکھی تو نہایت متحیر اور زیادہ معتقد ہوگئے قاضی عماد وغیرہ پر بھی دہشت چھاگئی اور سامنے نہ آسکے بلکہ فوراً واپس ہوکر آپس میں مشورہ کیا کہ ان دونوں شیوخ نے سماع کی بناڈالی ہے اگر فوراً انسداد نہ کیا گیا تو شاید تا قیامت جاری رہے گا پھر وہ دونوں بادشاہ کے پاس حاضر ہوئے اور ریش کی کرامت کا واقعہ بیان کیا۔ بادشاہ کا اعتقاد اس واقعہ کو سن کر اور زیادہ ہوگیا اور کہا کہ یہ دونوں صاحب حال و صاحب سماع ہیں ان کے معاملہ میں کوئی دخل اندازی نہ کرنی چاہیئے کیونکہ اس کا نتیجہ اچھا نہوگا۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم صاحب شرع ہیں اس لئے سماع کو جائز نہیں سمجھتے اور جب تک ہم ان کو سماع سے باز نہ رکھیں گے چین سے نہ بیٹھیں گے بادشاہ نے کہا کہ مجھ سے کیا کہتے ہو! اگر تم ان لوگوں کو سماع سے باز رکھ سکتے ہو تو کوشش کرو پھر ان لوگوں نے کہا کہ اگر ہم اُنھیں روکنے کے لئے جائیں تو وہ کہہ سکتے ہیں کہ کیا تم شہر کے قاضی یا مفتی ہو جو اس میں دخل انداز ہو رہے ہو۔

بادشاہ نے کہا کہ آخر تم لوگوں کی اس تمہید کا مطلب کیا ہے اور چاہتے کیا ہو عرض کیا کہ ہمارا مطلب یہ ہے کہ ہم کو قضا اور صدارت کا منصب عطا کیا جائے (اس زمانہ میں قاضی عماد سلاح دار تھے) چنانچہ بادشاہ نے ان کی

حسب خواہش قاضی صادق کو منصب قضا اور قاضی عماد کو منصب صدر جہانی عطا فرمایا۔ ان مناصب جلیلہ سے سرفراز ہونے کے بعد یہ دونوں ناحق شناس گھر آئے اور قاضی حمید الدینؒ کے پاس کہلا بھیجا کہ اب ہم لوگ قضا وصدارت پر فائز ہو چکے ہیں تم لوگوں کو چاہیئے کہ دار العدالت میں حاضر ہو کر اپنے اپنے دلائل سماع کے متعلق پیش کرو یا تائب ہو جاؤ یہ خبر سنتے ہی حضرت خواجہ کی زبان معجز نشان سے یہ کلمات نکلے کہ اے بیوقوفو دنیا میں رہنا چاہتے ہو کہ زیر زمین دفن ہونے کی خواہش ہے اس بد دعا کو سنتے ہی قاضی حمید الدین نے فوراً حضرت کا دہن مبارک پکڑ لیا۔ ارشاد ہوا کہ اب کیا ہوتا ہے تیر نشانہ پر پہونچ چکا اس کے بعد جواب کہلا بھیجا کہ کل ہمارے پیر کا عرس ہے ہم کو مہلت دو تاکہ ہم محفل سماع میں شریک ہو سکیں پرسوں تمام علماء کو جمع کرو اگر ہم سماع کی اباحت ثابت کر سکے تو سنیں گے ورنہ تائب ہو جائیں گے قاضیوں اور مفتیوں نے اس عذر کو قبول کر لیا اور ایک دن کی مہلت دیدی لیکن اس شرط کے ساتھ کہ بجز خواجہ قطب الدین اور قاضی حمید الدین کے کوئی محفل سماع میں شرکت نکرے۔

اس زمانے میں قلعہ دہلی کے دو دروازے تھے ایک جانب مشرق دوسرا جانب جنوب اور دونوں بزرگوں کی خانقاہ قلعہ کے اندر تھی۔ قاضی صادق اور قاضی عماد نے دونوں دروازوں پر سینکڑوں سپاہی بٹھوا دئے۔ تاکہ کسی شخص کو داخل ہونے دیں حضرت کے ایک خادم نے جس کا نام مبارک تھا خدمت اقدس میں عرض کیا کہ قاضی اور مفتی نے لوگوں کو شرکت محفل سے روکنے کے لئے شہر کے ہر دروازہ پر سپاہی بٹھا دئے ہیں ایسی صورت میں لوگوں کی شرکت کی کم توقع ہے لہذا کتنے آدمیوں کا کھانا تیار کیا جائے کہ

خراب نہ ہو قاضی حمیدالدین اس وقت موجود تھے فرمایا کہ پہلے سے دوچند کھانا تیار کرو کس کی جرأت و مجال ہے کہ مخلوق کو ہماری مجلس کی شرکت سے باز رکھ سکے اس پر حضرت خواجہؒ نے ارشاد فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ قاضی عماد و قاضی صادق اپنی زندگی سے سیر ہو چکے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جلد اس دنیا سے سفر کریں۔

یہ سن کر مبارک خادم کھانے کی تیاری میں مصروف ہو گیا ادھر حضرت خواجہ حمیدالدینؒ نے دوگانہ ادا فرمایا اور کہنے لگے برادرم شیخ بہاء الدین زکریا صالح ملتان سے تشریف لا رہے ہیں آپ کا ارشاد ختم ہی ہوا تھا کہ موصوف شرقی دروازہ سے داخل ہوئے اور تمام دربان اندھے ہو گئے اس کے بعد فرمایا کہ برادرم جلال الدین تبریزی تشریف لا رہے ہیں ارشاد کے ساتھ ہی موصوف جنوبی دروازہ سے داخل ہوئے اور کوئی دربان دیکھ نہ سکا۔ اسی طرح لوگ جوق جوق دونوں دروازوں سے آنے لگے اور کسی کو خبر نہ ہوئی جب سب جمع ہو گئے تو محفل سماع آراستہ ہو گئی اور اس بلند آہنگی اور جوش خروش کے ساتھ قوالیاں ہوئیں کہ قاضی صادق اور قاضی عماد کے کانوں تک آواز پہونچی چنانچہ دونوں حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ خواجہ قطب الدین کی خانقاہ میں اکثر قوالیاں ہوتی ہیں مگر اس بلند آہنگی کے ساتھ تو کبھی نہیں ہوئیں اس کے بعد ان لوگوں نے ایک شخص کو خبر لانے کے لئے بھیجا اس نے واپس آکر بتایا اتنے آدمی جمع ہیں کہ سانس لینا مشکل ہے اور تل دھرنے کی جگہ نہیں اتنا زبردست اجتماع کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ قاضی عماد وغیرہ نے سوچا کہ ان بزرگوں کی گرفت کا موقع اس سے بہتر کوئی نہیں ملسکتا کہ ان کو عین محفل سماع میں سماع سے باز رکھا جائے۔ چنانچہ وہ دونوں بہت سے

آدمیوں کو ساتھ لے کر محفل مبارک میں آئے یہاں یہ کیفیت تھی کہ حضرت
خواجہ پر وجد طاری تھا اور تمام مخلوق رو رہی تھی حضرت قاضی کی نظر
جب ان لوگوں پر پڑی تو فرمایا کہ اے سنگ دلو وہیں ٹھیرو اس ارشاد
کے ساتھ ہی ان لوگوں کے پاؤں وہیں جم گئے اور ہر چند انھوں نے
قدم اٹھانے کی کوشش کی مگر حرکت بھی نہ کرسکے حضرت خواجہ کو جب
کیفیت سے افاقہ ہوا اور ان لوگوں پر نظر پڑی تو فرمایا کہ اے دوستو
آؤ اور رخصتی کے وقت ہمارے سماع کی لذت سے واقف ہوجاؤ تاکہ
تمہارے دلوں میں حسرت وافسوس باقی نہ رہے اس بات کا دونوں پر
بہت اثر ہوا اور وجدانی کیفیت طاری ہوئی جب ہوش آیا تو حضرت
خواجہ کے پاؤں پر گر پڑے اور بطور معذرت کہنے لگے کہ بخدا ہم اس سماع
کی کیفیت سے واقف نہ تھے کون ایسا نااہل ہے کہ جو اسے حرام کہے گا
ارشاد ہوا کہ اب اس اقرار سے کیا فائدہ ہے کمان سے نکلا ہوا تیر
واپس نہیں ہوسکتا اور اب بھی سماع کے اسرار تم کیا جانو اگر میں بیان
کروں تو شاید ساری دنیا سماع کی شیفتہ ہوجائے۔ الغرض وہ دونوں
کف افسوس ملتے ہوئے خائب وخاسر واپس ہوئے اور بادشاہ کی خدمت
میں حاضر ہوکر تمام قصہ کہہ سنایا بادشاہ نے دونوں کو بہت ملامت کی
اور سخت سست کہہ کر نکالدیا اور حکم دیا کہ آیندہ کبھی حضور میں نہ آنے
پائیں چنانچہ وہ دونوں نہایت شرمندہ ہوئے۔

ازیں سو راندہ، وازاں سو درماندہ

اپنے اپنے گھر جاکر اسی دن مرگئے بادشاہ نے جب موت کی خبر سنی تو کہا کہ
حضرت خواجہؒ نے سچ فرمایا تھا کہ یہ لوگ اپنی زندگی سے سیر ہوچکے ہیں،

آخرکار ان کی پیشین گوئی ظاہر ہو کر رہی۔

کہتے ہیں ایک شخص نے جس کا نام رئیس تھا ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک قبہ ہے اور اس کے گرد بے شمار لوگ مجتمع ہیں اور ایک پستہ قد آدمی بار بار قبہ کے اندر جاتا ہے اور باہر نکل کر لوگوں کو پیغام پہونچاتا ہے۔ رئیس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ قبہ کس کا ہے؟ اور وہ آدمی بار بار جو اندر جاتا ہے کون ہے معلوم ہوا کہ قبہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرور عالم پیغمبر خدا ہیں۔ اور یہ صاحب جو بار بار اندر جاتے ہیں عبداللہ ابن مسعود خادم رسول اللہ ہیں رئیس نے جلدی سے عرض کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر اطلاع کرو کہ یہ غلام حضور کے جمال جہاں آرا کا بہت مشتاق ہے اس کے متعلق کیا ارشاد ہے یہ سن کر عبداللہ ابن مسعودؓ اندر تشریف لے گئے اور باہر آکر فرمایا کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ ابھی تجھ میں اس کی اہلیت نہیں کہ مجھ کو دیکھ سکے بہتر ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی خدمت میں جا اور ان سے یہ کہہ کہ ہر شب تمھارا تحفہ درود مجھ تک پہنچتا تھا لیکن تین روز سے وہ سلسلہ منقطع ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد رئیس بیدار ہو گیا اور فوراً خواجہ قطب الدینؒ کی خدمت میں جاکر تمام ماجرا کہہ سنایا اس واقعہ کو سنتے ہی حضرت خواجہ نے کھڑے ہو کر درود پڑھنا شروع کیا اور پھر بیٹھ کر تھوڑی دیر کچھ سوچتے رہے۔ وجہ یہ تھی کہ حضرت نے ان ایام میں شادی کی تھی اور لوازم عروسی کی وجہ سے تحفۂ مقررہ کے ایصال میں غفلت و تاخیر ہو گئی چنانچہ آپ نے اسی وقت مہر ادا کر کے اس بیوی کو طلاق دیدی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاءؒ قدس اللہ سرہ العزیز اکثر اوقات غیاث پور سے حضرت خواجہ کے روضہ متبرکہ کی

زیارت کے لیئے تشریف لے جایا کرتے تھے ایک روز آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ نہیں معلوم میری حاضری کی خبر حضرت کو ہوتی ہے کہ نہیں اس روز جب روضۂ مبارک پر تشریف لے گئے تو عیاناً دیکھا کہ حضرت قبر شریف پر موجود ہیں اور یہ شعر پڑھ رہے ہیں ؎

مرا زندہ پندار چون خویشتن
من آیم بجان گر تو آئی بتن

جب حضرت خواجہ معین الدینؒ اجمیری قدس اللہ سرہ العزیز اجمیر سے دہلی تشریف لے گئے تو حضرت خواجہ قطب الدینؒ استقبال کے لئے نکلے اور حصول پابوسی کے بعد اپنے گھر تشریف لائے ایک عرصہ تک آپ کی خدمت میں حاضر اور اپنے مریدین کو باریاب فرماتے رہے چنانچہ حضرت خواجہ کے دربار سے جو شخص جس نعمت کے قابل تھا اس سے سرفراز ہوا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ معین الدینؒ نے واپسی کا ارادہ فرمایا چنانچہ دہلی کے تمام مشائخ واکابرین آپ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ بجز شیخ نجم سفری کے کہ وہ خدمت بابرکت میں نہیں آئے چنانچہ حضرت خواجہؒ خود ان کے مکان تشریف لے گئے اور فرمایا کہ آپ کس سبب سے میری ملاقات کے لئے نہ آسکے انہوں نے کہا کہ جب سے تم نے اپنا خلیفہ بھیدیا ہے اس وقت سے دہلی کے لوگ مجھے پوچھتے ہی نہیں حضرت خواجہؒ اس گفتگو سے ناخوش ہو کر واپس ہوئے۔ جب مکان پر پہونچے تو خواجہ قطب الدین دروازہ پر استادہ تھے ان سے فرمایا کہ بابا! قطب الدین تم ہمارے ساتھ چلو کیونکہ یہاں کے بعض اشخاص تم سے ناراض ہیں یہ حکم پاکر وہ آپ کے ہمراہ ہو گئے اور دہلی کو ترک کرنے کا ارادہ کیا۔

کہتے ہیں کہ دہلی کے تمام چھوٹے بڑے آپ کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے

اور جہاں آپ کا قدم پڑتا تھا وہاں کی مٹی اٹھا لیتے اور بے اختیار
گریہ وزاری کرتے یہ حال دیکھ کر ارشاد ہوا کہ قطب الدین تم دہلی ہی میں
رہو کیونکہ یہاں کے لوگ تمھیں نہیں چھوڑیں گے یہ سن کر آپ دوبارہ دہلی آئے
اور اقامت پذیر ہو گئے۔

ایک مدت دراز کے بعد حضرت قطب العابدین کو پیر کی قدم بوسی
کا شوق غالب ہوا چنانچہ آپ نے اسی مضمون کا ایک عریضہ حضرت خواجہ
کی خدمت میں ارسال کیا وہاں سے جواب آیا کہ میں خود تمھیں طلب کرنیوالا
تھا کہ تمھارا مراسلہ آیا تم بہت جلد اجمیر آ کر مجھ سے ملاقات کرو کیونکہ یہی ملاقات
دنیا کی آخری ملاقات ہوگی۔ اس جواب کے ملتے ہی حضرت قطب الدینؒ
عازم اجمیر ہوئے وہاں پہونچ کر قدم بوسی سے سرفراز ہوئے ایک روز حضرت
نے ارشاد فرمایا کہ اولیاء کے لئے تین صفتیں لازم ہیں خوفؔ رضاؔ محبتؔ

(۱) خوف سے مراد ترک گناہ ہے تاکہ آتش دوزخ سے نجات ملے۔

(۲) رضا محبت ہی کے ضمن میں ہے۔

(۳) محبت و رضا کے معنے یہ ہیں کہ بجز خداوند تعالیٰ کے اور کسی چیز کا خیال
دل میں نہ پیدا ہو کیونکہ دنیا کی کوئی شے باقی رہنے والی نہیں اور نقاش
صورت نے صحیفہ موجودات پر فرمان کل شیٔ ہالکٌ الا وجہ ثبت فرما دیا ہے
اسی لئے ہر شخص کو دیر وزود سفر آخرت لازم ہے چنانچہ اس دوران میں عنقریب
میں بھی رخت سفر باندھنے والا ہوں اور بہت جلد دوستوں کی مفارقت
برداشت کرنی ہوگی اور یہی اجمیر میرا مدفن ہوگا۔ ایک مرتبہ آپ نے
شیخ علی سنجری سے فرمایا کہ میں نے خلافت حضرت قطب الدین کو بخشی ان سے
لکھو کہ میرے سامنے آئیں موصوف کو جب اطلاع ملی تو حاضر ہو کر قدم بوس

ہوئے اور حسب الحکم مؤدب بیٹھ گئے چنانچہ حضرت نے اپنے دست مبارک سے کلاہ و دستار آپ کے سر پر رکھی اور حضرت خواجہ عثمان ہارونی کا عصا نیز مصحف و مصلا اور خرقہ بھی عنایت کیا اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ کی امانت تھی جو ہمارے پیروں کے توسط سے ہم تک پہونچی ہم نے ان کے حقوق کی بجا آوری میں کوتاہی نہیں کی تم پر بھی واجب ہے کہ ان حقوق کو پورا کرو تاکہ شیوخ و خواجگان کے روبرو شرمندگی نہ ہو۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ اے فرزند! عارفین آفتاب کی طرح ہیں جن کے نور معرفت سے تمام دنیا منور ہے اور اہل محبت کو وہ درجہ حاصل ہے جو فرشتوں کو بھی حاصل نہیں چار چیزیں آدمی کو نفس کی قید سے رہائی بخشتی ہیں۔

۱۔ باوجود فقر کے اظہار تونگری کرنا۔
۲۔ بھوک میں بھی آسودگی کا اظہار۔
۳۔ غم و اندوہ کی حالت میں خرم و شاداں رہنا۔
۴۔ بدی کا بدلہ نیکی سے دینا۔

یہ سب نصیحتیں سن چکنے کے بعد حضرت قطب الدینؒ آپ کے پاؤں پر گر پڑے آپ نے محبت سے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ بابا میں نے تمھیں خدا کے سپرد کیا۔ جہاں جاؤ خوش رہو اور تجرد اختیار کرو اور ہر حالت میں سلوک سے غافل نہ رہو اس کے بعد آپ نے سر اٹھایا دعا کی اور فاتحہ پڑھی اور باچشم پر آب رخصت کیا چنانچہ حضرت قطب الدین پھر دہلی تشریف لے گئے۔ چند دنوں کے بعد اجمیر سے ایک شخص آیا اور اطلاع دی کہ آپ کے رخصت ہونے کے بیس دن بعد خواجۂ خواجگان نے رحلت فرمائی اس اطلاع سے

حضرت بہت غمگین ہوئے اور وفور اشک سے رخسار مبارک تر ہو گئے اس کے بعد آپ نے فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ مقربین خدا کو موت نہیں آتی البتہ وہ ہماری نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں اور ان کا تصرف قیامت تک باقی رہتا ہے۔

حضرت قطب الدینؒ کے بائیس خلفاء تھے جو ذیل میں مذکور ہیں۔

(۱) شیخ فریدالدینؒ شکر گنج — (۲) شیخ بدرالدین غزنویؒ
(۳) شیخ برہان الدینؒ بلخی — (۴) شیخ ضیاء رومیؒ
(۵) سلطان شمس الدین اولیاؒ — (۶) بابا سنجریؒ بحر دریا
(۷) مولانا فخرالدینؒ حلوائی — (۸) خواجہ میرؒ
(۹) شیخ سعدالدینؒ — (۱۰) شیخ محمود بہاریؒ
(۱۱) مولانا محمد حاجریؒ — (۱۲) سلطان نصیرالدینؒ
(۱۳) قاضی حمیدالدین ناگوریؒ — (۱۴) شیخ محمدؒ
(۱۵) مولانا برہان الدین حلوائیؒ — (۱۶) شیخ محمد تیماجیؒ
(۱۷) شیخ احمدؒ دینی — (۱۸) شیخ حسینؒ
(۱۹) شیخ فیروزؒ — (۲۰) شیخ بدرالدین موی تابؒ
(۲۱) شاہ جعفری قلندرؒ — (۲۲) شیخ نجم الدین قلندریؒ

ایک مرتبہ عید کے دن عیدگاہ کی واپسی کے وقت آپ اس مقام سے گذرے جہاں روضۂ مقدسہ ہے سواری مبارک روک لی اور تامل فرمایا لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت کس فکر میں ہیں ارشاد ہوا کہ مجھ کو اس زمین سے دوں کی بو آتی ہے اس زمین کے مالک کو بلاؤ آپ کے ارشاد کے مطابق مالک زمین حاضر کیا گیا چنانچہ آپ نے اس زمین کی قیمت مشخص فرما کر جیب خاص سے

ادا فرمائی اور اس مقام کو اپنے مدفن شریف کے لئے متعین فرمایا۔
ایک مرتبہ آپ محفل سماع میں تشریف رکھتے تھے قوالوں نے یہ شعر گایا۔ عاشق رویت کجا بیند بکس بستۂ زلفت کجا یابد خلاص
حضرت خواجہ نے اس شعر کو سن کر قوالوں کو اپنے سامنے بلایا اور خود گریہ وزاری فرمانے لگے اتنے میں صلاح الدین غزلخوان اور اس کے دونوں بیٹے کریم الدین اور نصیر الدین نے یہ شعر شروع کیا ؎

کشتگان خنجر تسلیم را ہر دم از غیب جان دیگر است

اس کے سنتے ہی آپ پر وجد طاری ہو گیا اور اس حالت میں آپ اتنا زور شور سے تڑپتے تھے کہ دس دس ہاتھ اوپر جاتے اور پھر نیچے گرتے تین دن تک یہی کیف طاری رہا نماز کے وقت نماز ادا کر لیتے اور پھر وہی حالت عود کر آتی تین دن کے بعد جسم کے بال بال سے اللہ کا لفظ سنائی دیتا اور ہر بن مو سے خون کے قطرے ٹپکتے اور جو قطرہ زمین پر گرتا اللہ کا نقش پیدا کرتا اور ہر نقش سے اللہ اللہ کی صدا بلند ہوتی اس کے بعد یہ کیفیت ہو گئی کہ ہر بن مو سے سبحان اللہ کی آواز آتی اور خون کے جو قطرے ٹپکتے تھے وہ سبحان اللہ کا لفظ بناتے اور ان نقوش سے کلمۂ سبحان اللہ سنائی دیتا لیکن اس جذب کے باوجود کوئی نماز فوت نہ ہوئی پہلے مصرع پر آپ جی سے گذر جاتے تھے اور دوسرے مصرع پر آپ زندہ ہو جاتے تھے آخر کار چودہ ربیع الاول ۶۳۵ھ بوقت چاشت آپ نے قوالوں کو دوسرے مصرع کے پڑھنے سے روک دیا اور خود شربت وصال دوست نوش فرمایا انتقال کے بعد تجہیز و تکفین کی تیاری ہوئی حضرت شمس الدین اولیا جو حضرت خواجہ کے مرید خاص اور خلیفہ تھے اور دوسرے فقراء و خلفاء مشائخ و خوانین اور عوام الناس

دہلی سے آئے، اتنے میں مولانا سعید نے فرمایا کہ حضرت خواجہ نے نصیحت فرمائی ہے کہ میرے جنازہ کی نماز وہ شخص پڑھائے، جو عمر بھر زنا سے محفوظ رہا ہو۔ نیز اس نے کبھی عصر کی سنتیں اور پہلی تکبیر نہ فوت کی ہو سلطان شمس الدین تھوڑی دیر خاموش دائیں بائیں دیکھتے رہے کہ شاید کوئی شخص ان صفات سے متصف ظاہر ہو، لیکن کوئی نہ نکلا، مجبوراً وہ خود امامت کے لئے بڑھے اور فرمایا کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ کوئی میرے حال سے مطلع ہو، لیکن حضرت کی نصیحت سے مجبور ہوں، چنانچہ آپ نے نماز جنازہ ادا فرمائی۔

اور جنازہ کا ایک سرا خود اپنے دوش مبارک پر اٹھایا۔ اور دوسرے تینوں گوشوں کو تین اکابرین اولیائے اٹھایا، حتی کہ اس مقام پر پہونچے جس کو حضرت نے حیات مبارک ہی میں مرقد مقدس کے لئے تجویز فرمایا تھا، چنانچہ وہیں تدفین عمل میں آئی۔

شیخ بدر الدین غزنوی فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ کی رحلت سے کچھ دیر پہلے مجھ پر قدرے غنودگی طاری ہوی، خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر تبسم کرتے ہوئے آسمان کی طرف جارہے ہیں، اور مجھ سے فرماتے ہیں، کہ بدر الدین اولیا، اللہ مرتے نہیں، وہ جہاں چاہتے ہیں رہتے ہیں۔ اور جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں، جب مجھے ہوش آیا تو دیکھا کہ حضرت خواجہؒ رحلت فرماچکے ہیں۔

(۱۹)

سرورِ ارباب توحید، سرِ دفترِ اصحاب تجرید، چراغ دین و ملت صاحب کشف و کرامت، ملجای فقراء و مساکین، حضرت قطب الموحدین، فرید الملتہ والدین، شکر گنج مسعود اجودھنی قدس اللہ سرہٗ العزیز

آپ اپنے عہد میں تمام اولیاء و ارباب معرفت کے پیشوا تھے ساری عمر عشق خداوندی میں تارک الدنیا رہے، اور صدہا بندگان خدا آپ کے طفیل میں مطلوب حقیقی تک پہونچے خرقۂ فقر و ارادت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی سے ملا، صائم الدہر و قائم اللیل تھے، آپ کے مطبخ مبارک میں جو کچھ موجود ہوتا، فقراء و مساکین پر تقسیم فرما دیتے، اور خود وقت افطار ایک لقمہ تناول فرماتے۔ علوم باطنی کی طرح، علوم ظاہری کے بھی زبردست فاضل تھے کسی نے ایک قصیدہ بزبان عربی آپ کی مدح میں بہت خوب کہا ہے۔

البدر یطلع من فرید جبینہ (۱) والشمس تغرب فی شقایق جذبہٖ

تلک الجمال باسرہٖ فکانما (۲) حسن البریۃ کلہا من عندہٖ

لہ (۱) چاند اپنے محبوب فرید سے طلوع ہوتا ہے، اور سورج اس کے جذبے لالہ زار وں میں غروب ہوتا ہے

(۲) مکمل جمال ان ہی پایا جاتا ہے گویا کہ تمام مخلوق کا حسن انہیں سے ہے۔

آپ نے پچانوے سال کی عمر پائی پہلے مسعود نام تھا، پھر فریدالدین لقب ہوا اس کے بعد شکر گنج کہلائے، اور ان ناموں کے علاوہ آپ کے اور بہت سے نام ہیں، مشہور ہے کہ ان تمام ناموں کا ورد حاجت برآری کے لئے مجرب ہے۔

آپ فرخ شاہ کابلی کے خاندان سے تھے اور شاہ موصوف کا سلسلۂ نسب امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضؓ سے ملتا ہے۔

شجرۂ نسب

حضرت شیخ فریدالدینؒ شکر گنج اجودھنی، ابن شیخ سلیمانؒ ابن شیخ شعیبؒ ابن شیخ احمدؒ ابن شیخ یوسفؒ ابن شیخ محمدؒ ابن شیخ شہاب الدینؒ ابن احمدؒ المعروف بہ فرخ شاہ کابلی ابن نصیرالدینؒ ابن محمودؒ المعروف بہ شیما شاہ ابن سلیمانؒ ابن مسعودؒ ابن واعظ الاصغرؒ ابن واعظ الاکبرؒ ابن ابوالفتحؒ ابن اسحاقؒ ابن حضرت سلطان ابراہیمؒ ابن ادھمؒ ابن سلیمانؒ ابن منصورؒ ابن ناصرؒ ابن عبداللہ ابن امیرالمومنینؓ حضرت عمر فاروق اعظمؓ

فرخ شاہ کابلی کے عہد میں سلطنت سلاطین غزنویہ کے ہاتھوں میں چلی گئی لیکن فرخ شاہ کی اولاد کابل ہی میں آباد رہی، جب چنگیز خاں کا زمانہ آیا تو اس نے ایران و توران کو فتح کرلیا۔ اور ایک لشکر غزنی بھیجا جس نے ملک کابل پر بھی قبضہ کرلیا۔ آپ کے پڑ دادا تاتاریوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور آپ کے دادا قاضی شعیب معہ اپنے تینوں بیٹوں اور خادم وحشم کے عازم لاہور ہوئے اور بحکم بادشاہ ہندوستان مقام کہتی وال میں

سکونت پذیر ہوئے جو مضافات ملتان کا ایک قصبہ تھا۔ ۵۹۵ھ میں اسی خاندان میں حضرت قطب الموحدینؒ پیدا ہوئے، اور ساری دنیا کو اپنی نور معرفت سے روشن کردیا۔

آپ کے پدر بزرگوار سلطان غزنوی کے بھانجے تھے، اور آپ کی والدۂ محترمہ نہایت عابدہ وزاہدہ تھیں حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیا فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کی والدہ ماجدہ کے مکان میں چور گھسا تو گھر میں قدم رکھتے ہی اندھا ہوگیا، یہ کرامت دیکھتے ہی اس نے خدا سے عہد کیا کہ اگر میں بینا ہوجاؤں گا تو پھر چوری نہ کروں گا اور مسلمان ہوجاؤں گا ان صاحب کرامات بی بی کو کشف باطنی سے جب اس کا ارادہ معلوم ہوا تو دعا فرمائی چنانچہ اسی وقت اس کی بینائی واپس ہوگئی صبح کو وہ چور معہ اپنے زن و فرزند کے خدمت اقدس میں حاضر ہوکر مسلمان اور تائب ہوگیا، حضرت بی بی نے اس کا نام عبداللہ رکھا اور اس کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور آپ کی برکت دعا سے وہ ولی ہوگیا۔

جب حضرت مکتب کی تعلیم سے فارغ ہوئے اور اکثر علوم دینیات کی تعلیم حاصل کرچکے تو خاص خاص علوم کی تحصیل کے لئے عازم ملتان ہوئے آپ تحصیل علوم میں مصروف تھے کہ اس زمانہ میں حضرت خواجہ قطب الدینؒ اوشی جو ولایت سے ہندوستان تشریف لے جارہے تھے، ملتان تشریف لائے اور اتفاقاً ان کا گذر اسی مدرسہ کی طرف ہوا جہاں حضرت تشریف رکھتے تھے حضرت قطب الدینؒ کی نظر فیض اثر آپ پر پڑی دریافت فرمایا کہ کونسی کتاب پڑھتے ہو عرض کیا کہ علم فقہ کی کتاب نافع، فرمایا کہ تمھیں نافع سے نفع پہونچے یہ کلام فصاحت التیام سنتے ہی آپ کا دل بیقرار ہوا۔ اور بجن

اعتقاد ان کی خدمت اختیار کی حضرت خواجہؒ نے ارشاد فرمایا کہ بابا فرید ابھی چند دنوں ملتان میں تحصیل علم کرو! اس کے بعد میرے پاس دہلی چلے آؤ۔ حضرت نے اس فرمان کی تعمیل کی اور رخصت حاصل فرما کر پانچ سال تک تحصیل علوم فرماتے رہے جب ہر علم میں ماہر و کامل ہو گئے تو دہلی تشریف لائے اور حضرت قطب الدینؒ کی پابوسی سے مشرف ہوئے انہوں نے اپنے آستانہ کے قریب ان کے لئے جگہ مقرر کر دی اور ریاضت و مجاہدہ کا حکم دیا۔ ہر ہفتہ وہ خود تشریف لاتے اور حالات پوچھتے تھے چند سال کے بعد حکم ہوا کہ روزے رکھو! آپ نے تعمیل فرمائی افطار کے وقت ایک آدمی چند روٹیاں لایا چنانچہ آپ نے اس سے افطار فرمایا افطار سے فارغ ہونے کے بعد ایک کوے کو دیکھا جو سامنے کے درخت پر کسی مردار کی آنتیں لئے بیٹھا تھا۔ جیسے ہی آپ کی نظر اس پر پڑی قے ہو گئی آپ نے پیر کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعات عرض کئے۔ ارشاد ہوا کہ اے مسعود تم نے تین روز کے بعد مے فروش کے کھانے سے افطار کیا تھا چونکہ خداوند تعالیٰ کا فضل تمہارے شامل حال تھا۔ اس لئے وہ مکروہ کھانا تمہارے معدے میں نہ ٹھیر سکا جاؤ پھر سے مسلسل تین روزے رکھو اور جو کچھ غیب سے ملے اس سے افطار کرو! آپ نے ارشاد کی تعمیل کی لیکن چھ روز تک مسلسل افطار کے لئے کچھ نہ ملا۔ آخر کار شدت ضعف کی وجہ سے چند سنگ ریزے اٹھا کر منھ میں ڈال لئے دست مبارک کی برکت سے وہ سنگ ریزے فوراً شکر ہو گئے آپ نے فوراً تھوک دئیے، آدھی رات کے وقت پھر سنگ ریزے منہ میں ڈالے اور وہ پھر شکر ہو گئے آپ نے اگل دئیے تیسری مرتبہ آخر شب میں آپ نے پھر چند سنگ ریزے

منھ میں ڈال لیئے اور حسب سابق پھر شکر ہو گئے کئی بار اس کرامت کے ظہور سے آپ کو یقین کامل ہو گیا کہ نعمت الہٰی ہے اس لئے افطار فرمالیا اور صبح کو پیر کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعہ بیان کیا۔ ارشاد ہوا کہ اے مسعود وہ شکر غیب سے ملی! اچھا ہوا کہ تم نے افطار کر لیا کیونکہ غیب کی چیز پاک و بے عیب ہوتی ہے جاؤ! خدا تمھیں شکر کی سی شیرینی عطا فرمائے۔ اس واقعہ کی بنا پر جناب کو شکر گنج و شکر بار کہا جاتا ہے۔

جب حضرت خواجہ غریب نوازؒ اجمیر سے دہلی تشریف لے گئے تو حضرت قطب الدینؒ بختیار اوشی نے اپنے تمام خلفاء کو خدمت اقدس میں پیش کیا اور حضرت نے جس کو جس نعمت کے قابل سمجھا سرفراز فرمایا اس موقع پر حضرت مسعود شکر گنجؒ پیش نہ ہوئے حضرت غریب نوازؒ نے دریافت فرمایا کہ تمھارے مریدوں میں سے اور کوئی باقی ہے یا نہیں؟ عرض کیا کہ ایک درویش مسعود نامی چلہ میں بیٹھے ہیں اس لئے حاضر نہ ہو سکے۔ حضرت خواجہؒ نے ارشاد فرمایا کہ آؤ ہم خود چل کر انھیں دیکھیں، چنانچہ ہر دو بزرگوار اس حجرے میں تشریف لے گئے۔ حضرت گنج شکر مجاہدے کے سبب اتنے ناتواں ہو رہے تھے کہ تعظیم کے لئے کھڑے نہ ہو سکے مجبوراً آبدیدہ ہو کر زمین پر سر رکھدیا۔ حضرت خواجہ نے جب یہ حالت دیکھی تو آپ کو رحم آیا فرمانے لگے کہ قطب الدین اس بیچارہ کو کب تک آتش مجاہدہ میں جلاؤ گے! آؤ ہم اور تم دونوں بخشش کریں۔ چنانچہ داہنا بازو حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے اور بایاں بازو حضرت قطب الدینؒ نے پکڑ کر انھیں اٹھایا اس کے بعد حضرت خواجہؒ نے آسمان کی طرف دیکھ کر عرض کیا کہ خداوندا تو فرید کو قبول کر! اور مرتبہ فقر پر فائز فرما! آواز آئی کہ ہم نے فرید کو قبول کیا۔ فرید، فرید وھر اور وحید عصر ہے

اِس غیبی آواز کے سنتے ہی حضرت کی کیفیت دگرگوں ہوگئی یہ دیکھ کر حضرت خواجہؒ نے اسی وقت اسم اعظم کی تعلیم فرمائی جس سے آپ کو طرفۃ العین میں علم لدنی حاصل ہوگیا مطلوب حقیقی اوران کے درمیان سے پردہ مغائرت اُٹھ گیا۔

اس مرتبہ پر پہونچنے کے بعد خلعت خاص عنایت کی اور حضرت قطب الدینؒ بختیار اوشی کی دستار مثال اور تمام وہ چیزیں جو لوازمات خلافت تھیں عنایت فرمائیں اس مجلس میں قاضی حمید الدینؒ ناگوری مولانا علیؒ کرمانی سید نور الدینؒ غزنوی مولانا مبارکؒ شیخ نظام الدین ابو المویدؒ مولانا شمس الدینؒ ترک اور خواجہ محمودؒ موئینہ دوز جیسی ہستیاں جن پر عرش سے فرش تک تمام کائنات روشن تھی موجود تھیں۔ آپ کے اِس اعزاز کو دیکھ کر ایک شاعر نے اسی وقت حسب موقعہ کہا تھا ؎

بخشش کونین از شیخین شد　　　　بادشاہی یافت از بادشاہانِ جہاں

اس کے بعد حضرت خواجہؒ نے حضرت قطب الدینؒ سے فرمایا کہ بابا قطب الدین تمھارے حلقۂ ارادت میں ایک ایسا شہباز داخل ہوا ہے جس کا آشیانہ صدرۃ المنتہیٰ سے ادھر نہیں معلوم ہوتا۔

ایک مرتبہ حضرت کو کچھ چوٹ آگئی جس سے چلنے پھرنے میں کچھ تکلیف محسوس ہوتی تھی ایک دن عصائے مبارک ہاتھ میں لے کر ارادہ فرمایا کہ چند قدم چلیں تھوڑی دور چلے تھے کہ اچانک عصا کو پھینک دیا اور پشیمانی کے آثار چہرۂ مبارک پر نمایاں ہوئے حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیا اس موقعہ پر موجود تھے عرض کیا کہ حضرت مخدوم کی حیرت کا سبب کیا ہے ارشاد ہوا کہ میں نے عصا پر تکیہ کیا تھا اس لئے عتاب ہوا کہ غیر پر بھروسہ کیوں

کیا گیا؛ لہذا میں نے عصا کو پھینک دیا۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ نے اپنے پیر یعنی حضرت قطب الدین رضؔ بختیار اوشی کی خدمت میں حاضر ہو کر سفر کی اجازت چاہی۔ انھوں نے آبدیدہ ہو کر ارشاد فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ تم آخر وقت میں مجھے نہ دیکھ سکوگے۔ بلکہ دو تین روز بعد پہونچو گے۔ اس کے بعد فاتحہ پڑھکر رخصت کیا۔ اور فرمایا کہ تمھاری امانت قاضی حمید الدین کے پاس موجود رہیگی آنے کے بعد ان سے لے لینا۔ رخصت حاصل فرمانے کے بعد شہر ہانسی تشریف لے گئے اور ایک مدت تک وہاں اقامت پذیر رہے جس رات حضرت قطب الشاہدین نے رحلت فرمائی، اسی رات حضرت نے معاملہ میں انھیں دیکھا کہ جلد از جلد دہلی پہونچنے کا حکم دے رہے ہیں۔ چنانچہ آپ حسب الحکم روانہ ہوئے اور سیوم کے دن دہلی پہونچے زیارت روضہ مبارک سے فارغ ہو کر قاضی حمید الدینؒ ناگوری سے خرقہ وغیرہ حاصل فرمایا جو بطور امانت ان کو تفویض کیا گیا تھا۔ ادائے امانت کے بعد قاضی موصوف نے ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہؒ نے یہ جگہ آپ کو عنایت فرمائی ہے تین روز دہلی میں اقامت پذیر رہ کر چوتھے روز آپ عازم ہانسی ہوے۔ ہر چند لوگوں نے روکنے کی کوشش کی لیکن آپ یہی فرماتے رہے کہ جو کچھ حضرت خواجہؒ نے مجھے عنایت فرمایا۔ وہ میرے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی میں رہوں مستفید ہوتا رہوں گا۔ چنانچہ آپ ہانسی چلے گئے جب لوگ کثرت سے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے تو پریشان ہو کر اس مقام کو بھی خیر باد کہنا چاہا لیکن حضرت کی جانب سے بشارت ہوی کہ یہیں مقیم رہو اس لئے وہیں بس گئے ایک مرتبہ سلطان غیاث الدین پابوسی کے لئے خدمت اقدس

میں حاضر ہوا اور کثرت سے لوگوں کا ہجوم ہوا۔ یہ بات آپ کو پسند نہ آئی
اور رنجیدہ ہوئے۔ آواز آئی کہ ای شیخ فرید! تنگ دل مت ہو! اور
دامن تحمل کو ہاتھ سے نہ چھوڑو! اس کے بعد پھر آپ نے کسی کو زیارت سے
منع نہیں فرمایا۔

جب حضرت اجودھن تشریف لائے تو چند فقراء ہمراہ تھے
وہاں ایک جنگل نہایت ہی وحشت خیز تھا اسے پسند کر کے آپ عبادت
و ریاضت میں مصروف ہوئے۔ ایک دن آپ بیٹھے ہوئے تھے کہ
اچانک ایک عورت دودھ کا کوزہ سر پر رکھے ہوئے ادھر سے گذری،
جب آپ کی نظر اس پر پڑی تو فرمایا کہ تم کہاں سے آئی ہو؟ کہاں کا قصد ہے
اور تمہارے سر پر کیا ہے؟ یہ کلمات سن کر وہ اور نزدیک آئی اور قریب
آکر رونے لگی اس کے بعد یہ کہنا شروع کیا کہ ایک جوگی اس قصبہ میں
رہتا ہے، اس نے ہم غریبوں پر ایسے ستم توڑے ہیں جو بیان سے باہر
ہیں حضرت نے دریافت فرمایا کہ وہ کیا مصیبتیں ہیں کچھ تو بیان کرو اعرض کی
کہ یا حضرت کس کس مصیبت کو رووں وہ کونسی بلا ہے جو اس کی بدولت
ہم پر نہیں نازل ہوئی۔ ادنی سی بات یہ ہے کہ جب وہ کسی کو کسی چیز کے لئے
شہر بھیجتا ہے اور وہ چیز حسب طلب نہیں ملتی تو کوئی نہ کوئی بلا نازل ہوتی
ہے۔ چنانچہ یہ دودھ میں اس کے لئے لے جارہی ہوں اگر اس میں تاخیر کروں
تو میرے گھر کا تمام دودھ خون ہوجائے علیٰ ہذالقیاس جن چیزوں کی اسے
ضرورت ہوتی ہے ڈر کے مارے اس کی خدمت میں قبل از قبل پہونچا دیتے
ہیں ورنہ خدا جانے وہ کس مصیبت میں ہمیں مبتلا کردے اور مجھے تو یہ ڈر ہے
کہ یہ تھوڑی سی تاخیر جو آپ سے گفتگو کرنے کی وجہ سے ہوگئی ہے بہت ممکن ہے کہ

کسی آفت کا سبب ہو جائے۔

اس عورت کی دردناک حالت پر آپ کو رحم آگیا تسلی وتشفی کے بعد آپ نے فرمایا۔ یہ دودھ ان سب فقراء کو دیدو اس نے ارشاد کی تعمیل کی ایک گھڑی بعد اس جوگی کا چیلہ آیا اور اس عورت کو فقرا کے پاس بیٹھی ہوئی دیکھکر غضبناک ہوا اور تہدید آمیز گفتگو شروع کی حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے احمق خاموش بیٹھ یہ فرمانا تھا کہ اُس کی زبان بند ہوگئی اور اُسی جگہ پر خاموش کھڑا ہو گیا تھوڑی دیر بعد دوسرا چیلہ پہونچا اس کی بھی یہی حالت ہو گئی قصہ مختصر اس جوگی کے تمام چیلے یکے بعد دیگر آتے رہے، آخرکار خود جوگی آیا اور اپنے شاگردوں کی زباں بستہ دیکھ کر متحیر اور غضبناک ہو گیا لیکن ہرچند اس نے سحر افسوں سے کام لینا چاہا مگر کچھ فائدہ نہوا بلکہ جو کچھ یاد تھا بھول گیا آخر اس نے سمجھ لیا کہ حضرت خواجہ کے سامنے دال نہیں گل سکتی اور میرے تمام افسوں ان کے نزدیک پرکاہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے چنانچہ اس نے نہایت عاجزی وزاری کے ساتھ اپنی اور اپنے شاگردوں کی رہائی کی خواہش کی ارشاد ہوا کہ اس شرط پر تجھے چھوڑا جا سکتا ہے کہ تو یہاں یا اطراف میں قیام نہ کرے اس نے اس شرط کو ضرورتاً منظور کیا اور عرض کی کہ میرا مال واسباب گھر میں ہے اگر حکم ہو تو وہاں جا کر لے لوں فرمایا کہ تیرا گھر جانا بھی مناسب نہیں اپنے شاگردوں سے منگوا لے اس نے حسب الحکم دو شاگردوں کو بھیج کر سامان منگوایا اور وہاں سے دفع ہوا۔ کچھ دنوں بعد حضرت قطب الموحدین نے اس جوگی کی جائے قیام پر اقامت اختیار فرمائی۔

ایک مرتبہ حضرت زکواۃ کے متعلق کچھ بیان کر رہے تھے فرمایا کہ زکوٰۃ کی تین قسمیں ہیں (۱) زکوٰۃ شریعت (۲) زکواۃ طریقت (۳) زکوٰۃ حقیقت۔

زکوٰۃ شریعت یہ ہے کہ دو سو روپیوں میں سے پانچ روپیہ خدا کی راہ میں دے جائیں۔
زکوٰۃ طریقت یہ ہے کہ دو سو روپیوں میں سے پانچ روپیہ رکھ لئے جائیں اور بقیہ خدا کی راہ میں خرچ کر دئے جائیں۔
زکوٰۃ حقیقت یہ ہے کہ کل دو سو روپیہ خدا کی راہ میں خرچ کر دئے جائیں تاکہ سوائے خدا اور رسول کے کچھ نہ رہے کیونکہ درویشی خود فروشی کا نام ہے۔
میں نے خود شیخ شہاب الدینؒ سہروردی کو دیکھا ہے کہ انھیں روزآنہ تقریباً دس ہزار درہم بطور نذر پیش کئے جاتے تھے لیکن آپ سب خدا کی راہ میں صرف کر دیتے اور شام تک آپ کے پاس ایک پیسہ بھی نہ رہتا تھا۔
ارشاد فرماتے تھے کہ میں نے کتب میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ ایک درویش کے پاس گئے کھانے کے وقت درویش نے دو جو کی روٹیاں بلا نمک کی ان کے سامنے رکھیں آپ نے فرمایا کہ اگر نمک ہوتا تو کیا اچھا ہوتا! درویش کی صاحبزادی سنتے ہی گھر کا ایک پیالہ بقال کے پاس لے گئیں اور اسے رہن رکھ کر نمک خریدا اور آپ کے سامنے لاکر رکھا آپ نے فرمایا کہ اسے قناعت کہتے ہیں صاحب زادی نے فوراً جواب دیا کہ یا شیخ اگر قناعت ہوتی تو ہمارا پیالہ رہن نہ ہوتا۔ آپ قناعت فرماتے ہیں ہیں تو بلا نمک کے آج کئی سال گذر گئے ذائقہ تو درکنار رنگ بھی یاد نہ تھا۔
اس وقت شیخ بدرالدینؒ اسحاق جو آپ کے داماد اور خلیفہ خاص تھے موجود تھے انھوں نے دریافت کیا کہ اسراف کسے کہتے ہیں؟ فرمایا کہ جو کچھ بھی کوئی بلا نیت خیر کے دے اور خدا کے لئے نہ دے وہ اسراف ہے اس طرح اگر تمام دنیا دیدی جائے اور خدا کا خیال نہ آئے تو اسراف ہی ہوگا۔

ایک مرتبہ حضرت قطب الموحدینؒ کے پاس درویشی کا مسئلہ پیش ہوا آپنے فرمایا کہ درویش کو پردہ پوش رہنا چاہیئے نیز درویش کے لئے چار چیزیں لازمی ہیں اول یہ کہ اندھا بنجائے تاکہ لوگوں کے عیوب نظر نہ آئیں. دوسرے کانوں سے بہرا بنجائے تاکہ کوئی برائی نہ سُننے پائے تیسرے زبان کو بند کرے تاکہ کوئی نہ کہنے والی بات نہ کہے چوتھے لنگڑا بنجائے تاکہ خواہش پر کہیں نہ جاسکے جس میں یہ چار خصلتیں نہ پائی جائیں وہ درویشی کے قابل نہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اصل الاصول درویشی حضوری قلب ہے اور حضوری قلب اسی وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ اکل حرام اور ارباب دنیا سے مکمل پرہیز کیا جائے۔

ایک مرتبہ شیخ الاسلام شیخ بہاء الدینؒ زکریا نے شیخ جمال ہانسویؒ کو حضرت قطب الموحدین سے طلب کیا اور فرمایا کہ تھوڑے دن انھیں میرے پاس رہنے کی اجازت دیجئے۔ ارشاد ہوا کہ بھائی! اپنا جمال بھی کسی کو کوئی دے سکتا ہے؟ شیخ بہاء الدین یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر انہوں نے وہی خواہش ظاہر کی لیکن نفی میں جواب ملا۔ اس کے بعد شیخ الاسلام نے شیخ جمالؒ کا قلب باطنی طور سے اپنی طرف مائل کر لیا۔ تاکہ وہ ازخود حضرت قطب الموحدین سے اس بارے میں التماس کریں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور انہوں نے اپنے پیر سے عرض کیا کہ اگر مجھے تھوڑے دنوں کیلئے شیخ بہاء الدین زکریاؒ کی خدمت میں رہنے کی اجازت عطا فرمائی جائے تو نوازش ہوگی آپ سنکر خاموش ہو گئے۔ مکرر اجازت چاہی پھر کوئی جواب نہ ملا۔ سہ بارہ اجازت چاہی تو آپ کو بہت ناگوار گذرا اور نہایت غیض و غضب سے فرمایا جاؤ! اپنا منھ کالا کرو! یہ کہنا ہی تھا کہ تمام نعمتیں سلب ہوگئیں جس سے وہ نہایت پریشان و متوحش ہو کر جنگل کی طرف چلے گئے اور صحرا نوردی میں مشغول

ہوئے مگر کہیں قرار نہ نصیب ہوا۔ حالت یہ تھی کہ بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے ننگے پاؤں ننگے سر، سروپا کا ہوش نہیں ہر وقت وحشت چھائی رہتی تھی اور پہچانے بھی مشکل سے جاتے تھے۔ ادھر لوگوں کو پیر کا یہ حکم تھا کہ شیخ جمال الدین کا کوئی تذکرہ نہ آنے پائے اس لئے کسی کی مجال وطاقت نہ تھی کہ آپ کی سفارش کرتا عرصہ دراز تک ان کی حالت بدستور کس مپرسی کی رہی۔ اتفاقاً ایک تاجر عالم نامی کا گذر اس جنگل سے ہوا۔ جو قطب الموحدینؒ کا مرید تھا اس نے جمال الدین کو وہاں دیکھا بہت مشکل سے پہچانا اور حالت دریافت کی آپ رونے لگے اور سارا ماجرا کہہ سنایا عالم کو ان کی حالت پر بہت رحم آگیا۔ اس نے وعدہ کیا کہ جب میں پیرو مرشد کی خدمت میں حاضر ہوں گا تو تمھاری حالت ضرور بیان کروں گا قصہ مختصر جب عالم پیرومرشد کی خدمت میں پہونچے تو اس وقت آپ وضو کر رہے تھے عالم کو دیکھتے ہی آپنے بہت شفقت ومہربانی سے مزاج پرسی کی اور فرمایا کہاں تھے؟ مزاج کیسا ہے؟ عالم نے اپنی تمام سرگزشت سنائی اور اس کے بعد اثناء گفتگو میں شیخ جمال الدین ہانسوی کی پریشانیوں کا بھی ذکر کیا آپ تمام واقعات سنکر مہربان ہوگئے اور فرمایا کہ شیخ جمال نے بہت تکلیفیں اٹھائیں اور اپنے کئے کی سزا بھگت چکے خیر فوراً قلم دوات اور کاغذ طلب کیا گیا اور حکم ہوا کہ دو کلمے انھیں لکھدو! جو نہیں کاغذ وقلم حاضر کئے گئے آپ نے ایک رباعی پڑھی اور فرمایا کہ یہ رباعی لکھ کر بھیجدو

رباعی

رو گرد جہاں بگرد و پا آبلہ کن — گر ہمچو منی یابی مارا یلہ کن
یک صبح باخلاص بیا بر در ما — گر کار تو بر نیاید آنگہ گلہ کن

رقعہ ایک درویش کے ذریعہ بھجوا دیا گیا شیخ سرفراز نامہ کو دیکھتے ہی فوراً پیر کی خدمت میں پہونچے اور زمین بوس ہو کر بہت دیر تک روتے رہے حضرت قطب الموحدینؒ نے توجہ خاص فرمائی اور ان کی قدر و منزلت میں اضافہ کر کے فرمایا کہ ہمارا جمال قطب عالم ہے ان روح افزا کلمات کو سنتے ہی ان کا چہرہ جو شدت تکالیف کی وجہ سے سیاہ ہو گیا تھا فی الفور نکھر کر اپنی ہئیت اصلی حالت پر آگیا اس کے بعد پیر نے انھیں اپنی آغوش میں لے لیا جس سے تمام سلب شدہ نعمتیں عود کر آئیں اور وہ اپنے اقران و امثال میں ممتاز و سربلند ہو گئے۔

ایک مرتبہ محمد شاہ نے آپ کی خدمت میں آکر قدم بوسی کی سعادت حاصل کی حضرت نے بیٹھنے کا حکم دیا اس وقت وہ بہت پریشان تھے کیونکہ اپنے بھائی کو حالت نزع میں چھوڑ آئے تھے حضرت نے پریشانی خاطر کا سبب دریافت کیا انہوں نے تمام ماجرا کہہ سنایا ارشاد ہوا کہ جاؤ تمھارے بھائی تندرست ہیں۔ چنانچہ محمد شاہ جب گھر آئے تو اپنے بھائی کو تندرستی کی حالت میں دسترخوان پر مصروف طعام پایا۔ گویا کہ کوئی بیماری ہی نہ تھی۔

ایک مرتبہ فقرا کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں آئی اور عرض کیا کہ ہم لوگ مسافر ہیں اور ہمارے پاس سفرخرچ بالکل نہیں آپ نے اپنے دستِ مبارک سے چند ٹوٹے ہوئے خرمے عنایت فرمائے۔ رخصت ہونیکے بعد راستہ میں ان لوگوں نے ان خرموں کو بیکار سمجھ کر پھینکدینے کا ارادہ کیا لیکن جب دیکھا تو وہ سب سونے کے تھے۔

مشہور ہے کہ ایک قطعہ اراضی کے متعلق جو آپ کی ملکیت خاص تھی کسی دغاباز شخص نے حاکم شہر کے یہاں اپنی ملکیت ہونے کی بابت نالش کی

حاکم نے آپ کی خدمت میں پیغام بھیجا۔ آپنے جواب دیا کہ شہر کے آدمیوں میں سے جس سے چاہو تحقیق کرلو کہ اراضی مذکور میری ہے۔ حاکم نے اس جواب کی کوئی پرواہ نہ کی اور کہلا بھیجا کہ آپ کا توکل عدالتی معاملہ میں کام نہیں آئیگا لہذا خود یا وکیل کے ذریعہ معہ گواہان کے استحقاق ثابت کیجیئے۔ ارشاد ہوا کہ اس گردن شکستہ سے جاکر کہو کہ تجھ کو تشفی نہیں ہوئی تو جاکر خود اس زمین سے دریافت کرلے، حاکم یہ سن کر بہت متحیر ہوا۔ اور تصدیق کے لئے مدعی اور ایک جم غفیر کو ساتھ لے کر اراضی مذکور پر پہونچا۔ مدعی نے کئی بار دریافت کیا کہ "اے زمین تو کس کی ملک میں ہے" مگر کوئی آواز نہ آئی اتنے میں حضرت کا ایک مرید جو وہیں موجود تھا بیقرار ہو کر بول اٹھا کہ "اے زمین! ہمارے حضرت کا حکم ہے کہ تو شہادت دے" زمین سے فوراً آواز آئی کہ "درحقیقت مجھ کو حضرت قطب الموحدین کی ملکیت کا شرف حاصل ہے بلکہ اگر سچ پوچھو تو مجھ پر کیا موقوف ساری دنیا حضرت کی ملکیت ہے یہ سن کر لوگوں کو حیرت ہوئی اور حاکم بھی تعجب کرتا ہوا واپس ہوا لیکن گھر پہونچ کر جب اس نے گھوڑے سے اترنے کا ارادہ کیا تو رکاب میں الجھ کر گر پڑا، اور حسب ارشاد عالی اس کی گردن ٹوٹ گئی۔

ایک مرتبہ حضرت سیوستان میں سفر کر رہے تھے اثناء سفر میں حضرت شیخ اوحد الدین سے ملاقات ہوئی انہوں نے نہایت تعظیم و تکریم کی اور آغوش میں لے کر فرمایا کہ آج کا دن بہت مبارک ہے کہ آپ تشریف لائے، اسی اثناء میں دس صاحب کرامات فقراء اور آگئے اور کرامتوں کا تذکرہ چھڑا سب نے یہ طے کیا کہ ہم میں سے ہر ایک صاحب کرامات ہے لہذا ہر ایک کو کوئی کرامت ظاہر کرنی چاہیئے یہ کہکر سب شیخ اوحد الدین کی طرف متوجہ ہو گئے اور کہا کہ پہلے

آپ ہی اظہار کرامت فرمائیے انھوں نے فرمایا کہ اس شہر کا حاکم مجھسے بدعقیدہ
ہے اور ہمیشہ مجھ کو تکلیف پہونچاتا رہتا ہے۔ آج اگر وہ میدان سے سلامت
نکل جائے تو حیرت کی بات ہے ؟ ایک گھڑی نہ گذری تھی کہ ایک شخص
پیغام لایا کہ اس شہر کا حاکم چوگاں بازی کے میدان میں گھوڑے سے گر کر مرگیا۔
اس کے بعد سب حضرت قطب الموحدین کی طرف متوجہ ہوئے کہ
آپ کوئی کرامت دکھائیے حضرت نے مراقبہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد آنکھیں
کھول کر حاضرین سے فرمایا کہ آپ سب حضرات آنکھیں بند کر لیجئے سب نے
تعمیل کی، کیا دیکھتے ہیں کہ سب خانہ کعبہ میں کھڑے ہیں تھوڑی دیر کے بعد
وہاں سے واپس ہوئے۔ سب نے بہ اتفاق کہا کہ اس کا نام فقیری ہے اس کے
بعد حضرت اور شیخ اوحدالدین دونوں صاحبوں نے ان فقراء سے کہا کہ آپ
لوگ بھی کچھ دکھائیے۔ یہ سن کر ان سب نے اپنے اپنے خرقوں میں سروں کو چھپا لیا
اور غائب ہوگئے دیکھا تو خرقے پڑے تھے مگر صاحبان خرقہ کا پتہ نہ تھا۔
ایک مرتبہ ایک فقیر چند دوسرے صوف پوش فقراء کے ساتھ بیت المقدس
سے آیا اور حضرت سے ملاقات کی حضرت نے اس کو دیکھ کر فرمایا بیٹھئے بیٹھئے!
فقیر بیٹھ گیا لیکن باربار حضرت کی طرف گھور کر دیکھتا تھا۔ آپ سر نیچا کر لیتے تھے
آخر کار اس سے نہ رہا گیا۔ اُٹھ کر پاؤں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ یا حضرت! میں نے
آپ کو بیت المقدس میں دیکھا تھا اور وہیں آپ سے پوچھا تھا کہ آپ کون
ہیں؟ تو آپ نے فرمایا تھا کہ میرا نام شیخ فرید اجودھنی ہے حضرت نے ارشاد
فرمایا کہ ہاں صحیح کہتے ہو مگر تم نے یہ عہد کیا تھا کہ کسی سے اس کا اظہار نہ کروگے
فقیر کو اپنا معاہدہ یاد آگیا اور وہ شرمندہ ہو کر کہنے لگا اس وقت میں دہشت
کی وجہ سے بھول گیا تھا فرمایا کہ اے عزیزو! مردان خدا جہاں ہوں وہیں

بیت المقدس وکعبہ اور وہیں عرش وکرسی ہیں۔ تمام موجودات عالم ان کی پیش نظر رہتی ہیں۔ فقیر خاموش رہا حضرت نے فرمایا اگر چاہو تو آنکھ بند کرو! اس نے تعمیل کی ارشاد ہوا کہ آنکھیں کھولدو! آنکھیں کھلیں تو بیت المقدس خانہ کعبہ عرش کرسی غرض کہ تمام ان چیزوں کو مشاہدہ کیا جو حضرت کی زبان مبارک سے نکلی تھیں۔ فقیر نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوگیا۔ جب ہوش آیا تو حضرت کے پاؤں پر گر پڑا۔ اور مرید ہوکر خدمت بابرکت میں رہنے لگا اور تھوڑی ہی مدت میں خلافت حاصل کرکے سیوستان جاکر قیام پذیر ہوا۔

ایک مرتبہ شیخ یوسف ہانسوی جو حضرت کے دوستوں میں سے تھے مکہ معظمہ کو گئے جب وہاں سے واپس آئے تو قطب الموحدین نے پوچھا کہ بھائی تم نے ملک خدا کی سیاحت میں کسی صاحب دل کو بھی پایا؟ عرض کیا کہ اوچہ میں اکثر عباد وزہاد کو دیکھنے کا اتفاق ہوا یہ سن کر آپ کو بھی رغبت ہوئی کہ خود بھی وہاں کے لوگوں کو دیکھیں چنانچہ آپ وضو کے بہانے سے باہر تشریف لے گئے لوگوں نے ادھر اُدھر آپ کو دیکھا مگر نہ پاسکے تھوڑی دیر کے بعد آپ برآمد ہوئے اس وقت مجلس میں شیخ نظام الدین اولیا بھی تشریف فرماتھے پوچھا کہ آپ کہاں تشریف لے گئے تھے؟ شیخ یوسف ہانسوی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ انھوں نے اوچہ کے لوگوں کی بہت تعریف کی تھی اس شوق میں میں وہاں گیا تھا، وہاں جاکر ایک ایک پر نظر ڈالی مگر معلوم ہوا کہ سب تجار ہیں اور دکانیں سجائے ہوے کسب زر کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت قطب الموحدین مالوہ کے جنگلوں میں سفر کررہے تھے۔ ایک دن ایک بڑ کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے جو قصبۂ

بڑودہ پرگنہ منجھوری میں ایک تالاب کے کنارہ واقع تھا۔ اچانک بڑے زوروں کی آندھی آئی اور بہت سے درختوں کو جڑسے اکھاڑ پھینکا۔ جس درخت کے نیچے آپ قیام فرماتے اس کی بھی ایک شاخ ٹوٹ گئی جو بالکل سر اقدس کے مقابل تھی۔ شاخ کے ٹوٹنے کی آواز سن کر آپ نے اس طرف نظر اٹھائی نظر کا اٹھنا تھا کہ شاخ جوں کی توں معلق رہ گئی اگرچہ وہ درخت سے الگ ہو چکی تھی۔

مشہور ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص بہ نیت مریدی دہلی سے روانہ ہوا۔ اتفاقاً راستہ میں ایک مطربہ سے ملاقات ہوی جو حسن صورت میں ملائک فریب لیکن فاحشہ اور بے حیا تھی۔ شخص مذکور اگرچہ صادق النیّۃ تھا مگر اس کی دلربائیوں کے سامنے بے قابو ہو گیا۔ دست درازی کرنی ہی چاہتا تھا کہ غیب سے ایک شخص نے ظاہر ہو کر منھ پر طمانچہ رسید کیا اور کہنے لگا کہ تو ایک بزرگ کی ملاقات کے لئے جا رہا ہے اور ایسی بد ترین حرکت کا ارتکاب کرنا چاہتا ہے یہ سن کر وہ شخص فوراً متنبہ ہوا اور مطربہ سے پیچھا چھڑا کر خدمت بابرکت میں حاضر ہوا دیکھتے ہی ارشاد فرمایا تم نے دیکھا کہ فلاں روز خداوند تعالیٰ نے تمھیں کیونکر محفوظ رکھا یہ سن کر فوراً وہ پائے مقدس پر گر پڑا اور خلوص کے ساتھ مرید ہو کر تھوڑی ہی مدت میں خاصان خدا میں سے ہو گیا۔

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت کی خدمت میں آیا، آپ نے اُسے کھانا عنایت فرمایا۔ لیکن اس نے کھانے کی طرف توجہ نہیں کی اور کہنے لگا کہ میں ایک گاؤں میں رہتا تھا شاہی فوج نے اسے آکر لوٹ لیا اور میری بیوی کو قید کر لے گئی وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ چند سپاہی ایک عامل کو قید کر کے لے جاتے

ہوئے ادھر سے گذرے عامل نے حضرت کو دیکھ کر دعا کی التجا کی آپ نے دعا کے بعد ارشاد فرمایا کہ بادشاہ کی حضوری میں پہونچنے کے بعد بجائے قید کے تمہارے اعزاز میں اضافہ کیا جائے گا۔ اور خاطر خواہ خدمت پر فائز ہو گئے اور منجملہ انعام و اکرام کے تم کو ایک لونڈی بھی عطا کی جائے گی وہ لونڈی اس شخص کو دے دینا کیونکہ یہی اس کا مستحق ہے۔

کہتے ہیں کہ وہ شخص جب شاہی دربار میں پہونچا تو حسب ارشاد عالی بادشاہ نے اس کی نہایت عزت کی اور انعام و اکرام کے ساتھ ایک برقعہ پوش کنیز بھی مرحمت فرمائی اس نے حسب الحکم اسے لے کر شخص مذکور کو دے دیا جب اس نے برقعہ اٹھایا تو اپنی بیوی کو پہچان کر بہت خوش ہوا۔

ایک دن حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ کو عالم غیب سے بشارت ہوئی کہ آج جو شخص تمہارا چہرہ دیکھے گا اسپر آتش دوزخ حرام ہوگی شیخ موصوف نے سوچا کہ تمام شہر کے آدمی میرے چھوٹے سے گھر میں نہیں آسکتے اس لئے پالکی میں سوار ہو کر بازار میں نکلے تا کہ تمام شہر کے لوگوں کی نظر آپ پر پڑ جائے اتفاقاً شکر گنج کا ایک خادم مسمی میاں بھورا راستہ میں کھڑا تھا شور سُن کر اس نے کسی سے وجہ دریافت کی۔ معلوم ہوا کہ حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ کو بشارت ہوئی ہے کہ آج جو شخص انہیں دیکھے گا دوزخ میں نہ جائے گا۔ اس لئے وہ پالکی میں سوار ہو کر نکلے ہیں تا کہ مخلوق ان کے دیدار سے مستفید ہو۔ میاں بھورا نے یہ سن کر منھ پھیر لیا اور یہ کہا کہ اگر شکر گنج کی جوتیاں اُٹھانے سے آتش دوزخ مجھ پر حرام نہ ہوئی تو شیخ بہاء الدین کا چہرہ دیکھ کر دوزخ کو حرام نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ جب میاں بھورا حضرت کی خدمت میں واپس ہوئے تو ارشاد ہوا کہ کہاں تھے؟ اور کیا دیکھا؟ اس نے تمام

واقعہ عرض کیا ارشاد ہوا کہ پھر تم نے کیا کہا؟ عرض کیا کہ حضور پر روشن ہے
فرمایا نہیں جو کچھ کہا تھا پھر کہو! چنانچہ اس نے اعادہ کیا ان کلمات کو سن کر
آپ بیہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو فرمایا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا
ہے کہ میرے مرید اور میرے مرید کے مرید وعلیٰ ہذا القیاس (ایک سانس میں انہیں
الفاظ کو پے در پے دہراتے رہے حتیٰ کہ آپ کا سانس پھولنے لگا) قیامت
تک جتنے مریدین اور مریدین کے مرید ہوں گے ان سب پر آتش دوزخ
حرام ہو گی۔

مشہور ہے کہ حضرت اور حضرت شیخ بہاء الدین رضؓ زکریا میں بہت
محبت تھی بلکہ مشہور ہے کہ آپ دونوں حضرات ایک دوسرے کے خالہ زاد
بھائی تھے جب شیخ موصوف نے وفات پائی تو حضرت مراقبہ میں تھے،
اسی وقت ذکر کرنا شروع کر دیا۔ اور اتنی دیر تک ذکر کرتے رہے کہ بیہوش
ہو گئے لوگوں نے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحؒ کا خرقہ لا کر پہنایا،
تھوڑی دیر کے بعد آپ ہوش میں آئے اس وقت شیخ عبداللہ لمجی رضؒ موجود تھے
ان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ برادرم شیخ بہاء الدین رضؒ نے انتقال فرمایا میں نے ابھی
دیکھا ہے کہ ہزار فرشتے آئے جن کے آگے آگے شیخ شہاب الدین رضؒ سہروردی
تھے یہ سب لوگ آپ کو ہمراہ لے کر آسمان کی طرف روانہ ہوئے اٹھو تاکہ نماز
جنازہ ادا کریں! چنانچہ سبھوں نے اٹھ کر نماز جنازہ ادا کی اس کے بعد متواتر
شیخ موصوف کے انتقال کی خبریں آئیں۔

حضرت کے بے شمار خلفاء تھے جن کا شمار کرنا طوالت سے خالی نہیں
یہاں پر خاص خاص خلفاء کے نام درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) شیخ علاء الدین علی احمد صابرؒ (۲) شیخ نظام الدین اولیاء

(۳) شیخ شمس الدین ترک پانی پتی (۴) شیخ جمال ہانسوی،
(۵) شیخ بدرالدین سلیمان ابن شکر گنج (۶) شیخ شہاب الدین ابن شکر گنج
(۷) شیخ نصیرالدین ابن شکر گنج (۸) شیخ یعقوب ابن شکر گنج
(۹) شیخ نظام الدین ابن شکر گنج (۱۰) شیخ بدرالدین اسحاق
(۱۱) شیخ دھارو (۱۲) شیخ زین الدین دمشقی
(۱۳) شیخ علی شکر ریز (۱۴) شیخ علی شکربار
(۱۵) شیخ محمد سراج (۱۶) شیخ جمال عاشقان کامل
(۱۷) شیخ حجۃ الدین متوکل (جو حضرت کے برادر حقیقی تھے)
(۱۸) شیخ عارف سیوستانی (۱۹) شیخ صابر
(۲۰) مولانا داؤد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

کہا جاتا ہے کہ آخر عمر میں حضرت زیادہ تر عالم استغراق میں رہتے تھے اور یہ کیفیت روز بروز بڑھتی جاتی تھی، نوبت بانیجا رسید کہ آپ باوجود نماز ادا کر چکنے کے لوگوں سے دریافت فرمایا کرتے تھے کہ میں نے نماز پڑھی یا نہیں؟ جب عرض کیا جاتا کہ آپ نماز ادا کر چکے ہیں تو پھر آپ نماز میں مصروف ہو جاتے اور فرماتے کہ خدا جانے پھر نماز نصیب ہو یا نہیں آخرکار بتاریخ ۵ محرم روز دوشنبہ سنہ ۶۹۰ھ میں آپ نے رحلت فرمائی لفظ مخدوم سے آپ کی تاریخ نکلتی ہے

(۲۰)

از ہدز ہاد و اعید عباد، عارف کامل و قطب مکمل، مقتدا، اہل طریقت و رہنمائے اہل حقیقت محرم اسرار خفی وجلی وجانشین نبی و علی، حضرت شیخ الاسلام خواجہ علاء الدین علی احمد صابر قدس اللہ سرہ العزیز

آپ حضرت خواجہ فرید الدین کے خواہر زادہ اور داماد ہیں اپنے زمانہ میں عدیم النظیر صاحب کشف و کرامات برگزیدہ بارگاہ صمدیت علوم ظاہری و باطنی دونوں سے آراستہ و پیراستہ مستجاب الدعوات، تارک دنیا عزلت گزیں اور صاحب سماع بزرگ تھے ذوق سماع اس قدر تھا کہ وصال بھی بحالت سماع ہوا۔
آپ کو خرقۂ نقر وارادت حضرت فریدالدین مسعود بن سلیمان اجودھنی سے حاصل ہوا۔ اور آپ ان کے خلفاء خاص میں سے تھے۔ شیخ موصوف آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میرے تمام علوم ظاہری و باطنی، شیخ نظام الدین کو ملے اور میرے پیر کے تمام علوم شیخ علاء الدین علی احمد صابر کو ملے کبھی اس طرح فرماتے کہ میرے سینہ کے علوم شیخ نظام الدین کو اوروں کے علوم شیخ علاء الدین کو ملے۔

آپ ہمیشہ ذکر و فکر میں مصروف رہا کرتے تھے جو زبان مبارک سے نکلتا فوراً ظہور پذیر ہوتا، اکثر جذب کی کیفیت طاری رہتی اور ما سوی اللہ کی طرف ذرا بھی متوجہ نہ ہوتے تھے۔

کہتے ہیں کہ ابتدائی زمانہ میں جب آپ پیر کی خدمت میں رہتے تھے اسوقت
لنگر کا انتظام اور تقسیم طعام کی خدمت آپکے سپرد تھی چنانچہ آپنے بارہ سال اس
خدمت کو انجام دیا لیکن اس طویل مدت میں آپ نے کبھی لنگر سے ایک دانہ
نہیں لیا، ایک دن خود پیر دستگیر نے بہ نفس نفیس دریافت فرمایا کہ بابا علاء الدین
اس قدر کھانا تم فقراء کو تقسیم کرتے ہو کبھی اس میں سے خود بھی لیتے ہو یا نہیں عرض
کیا کہ بغیر حضور کے حکم کے میری کیا مجال کہ ایک دانہ بھی لے سکوں ارشاد
ہوا کہ علاء الدین صابر ہے اسی روز سے صابر کے لقب سے مشہور ہوگئے
آپ ہر وقت ریاضت میں مصروف اور مشاہدہ جمال آلٰہی میں مصروف رہتے
اور دنیا کی طرف کبھی متوجہ نہ ہوتے تھے یہاں تک کہ فقرا کے انتہائی مدارج
پر فائز ہوگئے

آپ کے پیر نے آپ کو مثال خلافت و خرقہ خاص سے سرفراز فرما کر
اسم اعظم سکھایا اور دہلی میں قیام کرنے کا حکم دے کر ارشاد فرمایا کہ پہلے ہانسی جاؤ!
(حضرت شیخ فریدالدینؒ کا دستور تھا کہ جب کسی کو مثال خلافت عطا فرماتے
تو شیخ جمالؒ ہانسوی کی دستخط لے لینے کا حکم فرماتے تھے) وہاں شیخ جمال ہانسوی سے
مثال پر دستخط کرا لو! اس کے بعد دہلی کا قصد کرو چنانچہ حسب الحکم آپ
مثال لے کر ہانسی تشریف لے گئے اور بسواری چوڈول لوگوں کے ہجوم کیساتھ
شیخ موصوف کی خانقاہ کا ارادہ فرمایا شیخ دروازہ تک استقبال کے لئے آئے مگر
چونکہ آپ چوڈول سے نہ اترے اس لئے پلٹ گئے جب حضرت خانقاہ میں
پہونچ کر بر سر فرش سواری سے اترے تو انہوں نے نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ
صدر میں بٹھایا لیکن انہیں حضرت کی یہ ادا پسند نہ آئی الغرض تشریف رکھنے کے بعد
اپنے پیر کی خیریت دریافت کی اور باتوں میں مصروف ہوے اتنے میں شام

ہو گئی، اور نماز کا وقت آگیا ادائے نماز کے بعد دونوں بزرگوار ہم کلام ہوئے حضرت نے مثال خلافت شیخ موصوف کو دکھائی اور دہلی تشریف لے جانے کا قصد ظاہر فرمایا شیخ نے چراغ منگوا کر مثال کو ملاحظہ فرمانا شروع کیا، اچانک ہوا کے جھونکے سے چراغ گل ہو گیا، حضرت صابر نے ایک پھونک مار کر چراغ کو روشن کر دیا یہ دیکھ کر شیخ نے مثال فوراً چاک کر دی اور فرمایا کہ جب تمہارے دم میں یہ تاثیر اور سوزش ہے کہ چراغ کو روشن کر دیتے ہو تو دہلی کا خدا ہی حافظ ہے تم تو ایک پھونک سے دہلی کو خاکستر کر ڈالو گے حضرت نے غصہ ہو کر جواب دیا کہ آپ نے میری مثال خلافت چاک کر ڈالی میں آپ کے سلسلہ ہی کو منقطع کرتا ہوں شیخ نے دریافت کیا کہ شروع سے یا آخر سے فرمایا شروع سے یہ کہہ کر آپ وہاں سے چلے آئے اور اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا کہہ سنایا ارشاد ہوا کہ "پارہ کردۂ جمال را فرید نتواند دوخت" لیکن خاطر جمع رکھو! مشیئت ایزدی نے تمہارے واسطے کلیر کو منتخب کیا ہے، اس کے بعد خاص دست مبارک سے مثال تحریر فرما کر عنایت فرمائی اور آپ کلیر شریف روانہ ہو گئے روانگی کے وقت آپ نے عرض کیا کہ شیخ جمال سے چونکہ رنجش پیدا ہو چکی ہے اس لئے ان سے دوبارہ نہیں ملنا چاہتا، ارشاد ہوا کہ تمھیں اختیار ہے پیر دستگیر نے یہ بھی دریافت فرمایا کہ جب شیخ جمال نے تمھاری مثال چاک کر ڈالی تھی تو تم نے کیا کہا تھا فرمایا اس وقت انتہائے غصہ میں میری زبان سے یہ نکلا کہ جس طرح آپ نے میری مثال پھاڑ ڈالی اسی طرح میں بھی آپ کے سلسلہ کو توڑتا ہوں انہوں نے پوچھا کہ شروع سے یا اخیر سے؟ میں نے جواب دیا کہ شروع سے ارشاد ہوا کہ مردان خدا کی زبان سے جو نکلتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے، خوب ہوا کہ تم نے ان کا سلسلہ شروع سے توڑا آخری حصہ باقی رکھا، اب تمھارے ایک مرید کا مرید جو

مستجاب الدعوات ہوگا دعا کرے گا اور اس کی دعا کی برکت سے ان کا سلسلہ پھر جاری ہوگا۔

مرید کے مرید سے اشارہ حضرت مخدوم العالمین شیخ جلالؒ پانی پتی کی طرف تھا جو حضرت شیخ مخدوم پانی پتی کے مرید اور خلیفہ خاص تھے اور وہ حضرت مخدوم شیخ علاء الدینؒ علی احمد صابر کے مرید تھے چنانچہ اس قصہ کو مکمل طور پر ہم شیخ جلالؒ پانی پتی کے تذکرہ میں لکھیں گے۔

حضرت شیخ فریدالدینؒ شکر گنج کے تذکرہ میں حضرت علاء الدینؒ صابر کا ذکر بہت کم آیا ہے اس کی وجہ یہ مشہور ہے، کہ ملفوظات مذکور حضرت شیخ جمالؒ کے زیر اہتمام مرتب ہوئے اور ظاہر ہے کہ ان دونوں بزرگوں میں نااتفاقی پیدا ہو چکی تھی۔

کہتے ہیں جس زمانہ میں کلیر تشریف لے جاکر سکونت پذیر ہوئے اس وقت وہاں علماء و مشائخ بکثرت تھے یہاں تک کہ نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد میں تقریبًا چار سَو چو ڈول آتے تھے اور حضرت کو نماز کے لئے مسجد میں جگہ تک نہ ملتی تھی اس لئے مسجد کے باہر آخری صفوں میں نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ ان حالات سے متاثر ہو کر آپ نے پیر کی خدمت میں ایک عریضہ ارسال فرمایا جس میں یہ تحریر تھا کہ حضور والا نے مجھے ایک ایسے شہر میں متعین فرمایا ہے کہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جگہ تک میسر نہیں آتی اور کوئی یہ بھی نہیں جانتا کہ میں کون ہوں اور کہاں ہوں؟ میں بغیر جناب کے حکم کے کچھ کر سکتا نہیں جیسا ارشاد فرمائیں ویسا کروں، جواب آیا کہ وہ شہر تمہارے سپرد ہے تمھیں اختیار ہے جو مناسب سمجھو کرو میرا خیال ہے کہ وہاں کی صدارت کے قابل آں فرزند عزیز سے بڑھ کر کوئی دوسرا نہ ہوگا،

اِس اجازت کے حصول کے بعد جب جمعہ کے دن آپ نماز کے لئے تشریف لے گئے تو پہلے سے بھی زیادہ دور آخر میں مسجد کے باہر بیٹھے خدام نے عرض کیا کہ آج اتنی دور بیٹھنے کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ آج دور ہی بیٹھنا قرین مصلحت ہے تھوڑی دیر بعد آپ نے مسجد کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ اے مسجد! تو نے تا این دم ان لوگوں کو باقی رکھا اس ارشاد کے ساتھ ہی مسجد بیخ و بن سے اکھڑ کر گر پڑی اور وہ تمام لوگ جو اس کے اندر یا قریب تھے ہلاک ہو گئے، یہ کرامت دیکھ کر اکثر لوگ آپ کے حلقہ بگوش ہو گئے جنھوں نے اس کے بعد بھی سرکشی کو نہ چھوڑا۔ وہ وبا میں مبتلا ہو کر نیست و نابود ہو گئے اور تقریباً سارا شہر ویران ہو گیا اِس کے بعد حضرت فراغت کے ساتھ ریاضت میں مصروف ہوئے جملہ وحوش و طیور اور چرند و پرند، آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اور جنگلی شیر اپنی دم سے در اقدس پر جاروب کشی کرتا تھا مشہور ہے کہ آج تک ہر شب جمعہ کو حضرت کے مزار مقدس پر شیر جاروب کشی کرتا ہے، چنانچہ اکثر زائرین نے مشاہدہ کیا ہے۔

جب کلیر کی بربادی اور حضرت کے اظہار کرامت کی خبر حضرت شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے گوش مبارک تک پہونچی تو آپنے فرمایا میں کیا کروں کہ میرے بھانجے کو آبادی پسند نہیں ہے بہرحال وہ وہاں کا مختار ہے جو چاہے کرے۔

حضرت کی رحلت کے بعد بھی کلیر ویران رہا حتیٰ کہ مجاورین مزار مقدس بھی اس مقام پر اقامت کی تاب نہ لا سکے اور کچھ دور پر سکونت پذیر ہوئے۔ اس ویرانی سے کفار نے فائدہ اٹھایا اور اپنا ایک مندر اس مقام پر تعمیر کر دیا مگر وہ مندر وہاں قائم نہ رہ سکا اور بہت جلد نیست و نابود ہو گیا۔ اور کفار کی آمد و رفت کا سلسلہ موقوف ہو گیا۔ ایک مرتبہ اتفاقاً ایک سنیاسی اس مقدس مقام

کی طرف سے گذرا کیا دیکھتا ہے کہ ایک نورانی مزار کے گرد وحوش وطیور کا مجمع ہے اور شیر جاروب کشی کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر سخت متحیر و متعجب ہوا اور کہنے لگا کہ پیشتر اس مقام پر ہم لوگوں کا مندر تھا یہ مزار کہاں سے آگیا؟ تحقیق کرنی چاہیئے یہ سوچ کر اس نے ایک پھاوڑا ہاتھ میں لے کر مزار مبارک کا قصد کیا وحوش وطیور الگ ہٹ گئے اور اس نے اپنے ناپاک ہاتھوں سے مزار کو منہدم کرنا شروع کیا، اچانک مزار پر ایک روزن نمودار ہوا۔ شامت زدہ سنیاسی کی ہلاکت سر پر پہونچ چکی تھی اس لئے اس نے روزن کے اندر سر ڈال کر اندر دیکھنے کا ارادہ کیا سر کے ڈالتے ہی روزن مل کر برابر ہوگیا اور سنیاسی اسی میں مر کر رہ گیا شب میں مجاوروں نے خواب میں دیکھا کہ گویا حضرت تشریف لاکر ارشاد فرماتے ہیں کہ تم لوگ جلد پہونچ کر اس ناپاک کتے کو دفع کرو جو میرے مزار پر پڑا ہوا ہے، چنانچہ علی الصباح مجاورین وہاں پہونچے تو دیکھا کہ ایک آدمی مزار پر پڑا ہوا ہے اور اس کا سر مرقد مقدس میں دھنسا ہوا ہے، نکال کر دیکھا تو صورت کتے کی ہوگئی تھی، الغرض اس نجس العین کو وہاں سے دور کیا اور پھر حسب فرمان حضرت روضۂ مقدسہ کے قریب آکر سکونت پذیر ہوئے اور از سر نو مزار مبارک کو آراستہ کیا۔

آپ نے ۱۳ ربیع الاول ۶۶۴ھ میں بحالت سماع رحلت فرمائی

مادۂ تاریخ وفات

"جان شکر گنج بودہ" ہے

(۲۱)

صاحب ولایت و خورشید سپہر ہدایت خزانۂ علم و گنجینۂ حلم، خداوند عز و تمکین و زبدہ آل طٰہٰ و یٰسین، مخدوم العٰلمین بندہ نواز حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی قدس سرہ العزیز

آپ تمام اوصاف فقر و درویشی سے متصف اور صاحب ریاضت و مجاہدہ بزرگ تھے آپ کے تمام محامد و محاسن کا احاطہ اس مختصر سی کتاب میں ممکن نہیں۔ البتہ تبرکاً و تیمناً، مشتے نمونہ از خروارے چند محامد و کمالات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

برتر از مدح و ثنائی من و تو ہست بلی ۔۔۔ آن نہ بحرے است کہ پایان و کنارے دارد

آپ نے حضرت مخدوم خواجہ علاء الدین علی احمد صابرؒ و حضرت قطب الموحد خواجہ فریدالدین شکر گنجؒ ہر دو حضرات سے خلافت حاصل فرمائی اور خرقہ فقر حضرت خواجہ علاء الدین سے پہنا، ترکستان کے صحیح النسب سادات میں سے تھے، شجرہ نسب حسب ذیل ہے۔

شمس الدینؒ پانی پتی، بن سید احمد ترک، بن سید عبدالمومن، بن سید عبدالملک بن سید سیف الدین، بن خواجہ قرعناد، اس کے بعد سلسلہ نسب ولایت ترکستان کے بزرگوں میں مشہور و معروف ہے۔

محبت الٰہی کے جوش میں گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور رہبر کامل کی تلاش میں

پھرتے پھراتے حوالی ملتان تک پہونچے جہاں حضرت فرید الدین شکر گنجؒ کی ملاقات سے مشرف ہوئے اور چند دنوں ان کی صحبت کیمیا اثر میں رہ کر خلافت سے سرفراز ہوئے مگر چونکہ قسام ازل نے ان کی عقدہ کشائی دوسرے پیر کے ذریعہ سے لکھی تھی اس لئے بالہام ربانی و برخصت و اجازت حضرت خواجہ شکر گنج کلیر شریف میں حاضر ہو کر حضرت خواجہ علی احمد صابرؒ کی قدم بوسی حاصل کی حضرت مخدوم نے آپ کے حال پر بڑی عنایت فرمائی اور مخصوص توجہ آپ کی طرف مبذول فرماتے ہوئے شفقت بے اندازہ کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ "شمس الدین! تم میرے فرزند ہو، میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ تمھارے ذریعہ سے میرا سلسلہ قیامت تک جاری رہے اس کے بعد کلاہ چہار ترکی پہنا کر مرید کیا اور حسب دستور قینچی سے بال تراش کر فقراء میں شریک فرمایا" گیارہ سال تک آپ سخت ترین مجاہدات میں مشغول اور فقر و فاقہ کے ساتھ بسر فرماتے رہے حتیٰ کہ منصب خلافت و تعلیم اسم اعظم سے سرفراز ہوے۔

منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد پیر نے پانی پت بھیجنے کا ارادہ فرمایا مگر آپ نے عرض کی ہنوز اپنے کو اس منصب اہم کے قابل نہیں پاتا اگر حکم ہو تو چند دنوں مزدوری کروں چنانچہ یہ آپ کی استدعا منظور ہوئی اور آپ نے سلطان محمود غیاث الدین بلبن کی نوکری کرلی، اس ملازمت سے آپ کو بہت کچھ دولت ملی لیکن آپ نے بذات خود اس دولت سے کوئی سروکار نہیں رکھا بلکہ ہمیشہ عبادت و ریاضت اور مشاہدہ جمال آلہی میں مصروف رہتے تھے۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سلطان غیاث الدین بلبن نے کسی قلعہ کا محاصرہ کیا تھا عرصہ دراز تک محاصرہ جاری رہا مگر قلعہ کے فتح ہونے کی کوئی صورت

پیدا نہ ہوئی، اتفاقاً ایک رات زوروں کی آندھی آئی، حتیٰ کہ فوج کے خیمہ بھی اکھڑ اکھڑ کر گر پڑے۔ اس کے بعد شدت کی بارش ہوئی اور سخت سردی پڑی تمام لشکر میں کہیں آگ کا نام نشان باقی نہ رہا بادشاہ کے خواب گاہ کی شمعیں گل ہو چکیں تھیں اور ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ آبدار خانہ شاہی کا بہشتی حیران و پریشان پھر رہا تھا کہ کہیں سے آگ ملے تو سلطان کے وضو کے لئے پانی گرم کیا جائے۔ مگر آگ کہیں دستیاب نہوی، ناگاہ اس نے دور سے چراغ کی روشنی دیکھی جو کسی خیمہ میں روشن تھا۔ قریب گیا تو دیکھا کہ ایک باخدا درویش تلاوت کلام مجید میں محو ہیں۔ ہیبت کے مارے اسے جرأت نہ ہوئی کہ آگ طلب کر سکے اس لئے خوف زدہ ہو کر کھڑا ہو گیا تھوڑی دیر بعد اس درویش باخدا نے جو درحقیقت حضرت خواجہ شمس الدین ترک تھے سر اٹھا کر بہشتی کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا کہ بھائی! قریب آ کر آگ لے لو بہشتی نے حسب الحکم ایک لکڑی کے ٹکڑے کو جلا کر آگ حاصل کی اور اسے آبدار خانہ شاہی میں پہونچایا۔ لیکن اس واقعہ عجیب کی وجہ سے اس کے دل کو سکون نہ ہوا۔ اور صبح ہوتے ہی وہ اپنی مشک لے کر اسی خیمہ کی طرف روانہ ہوا۔ مگر وہاں حضرت کو نہ پایا، مایوس ہو کر قریب کے تالاب پر گیا وہاں دیکھا کہ وہی بزرگ مسلح وضو فرما رہے ہیں، اس نے مکرر غور سے دیکھا، مگر سر مو فرق نہ پایا، اچھی طرح پہچان لینے کے بعد ایک کنارہ پر چھپ کر کھڑا ہو گیا حضور نے وضو کر کے نماز صبح ادا فرمائی اور پھر اپنے خیمہ کی طرف واپس ہو گئے۔ آپ کی واپسی کے بعد بہشتی نے اسی جگہ سے اپنی مشک بھری جہاں حضرت نے وضو فرمایا تھا سردی کی وجہ سے تمام تالاب کا پانی برف ہو گیا تھا۔ مگر اس جگہ کا پانی اتنا گرم تھا کہ گویا آگ سے گرم کیا گیا ہے۔ بہشتی اگرچہ سمجھ گیا کہ یہ سب

حضرت کی برکت کا نتیجہ ہے مگر خاموش رہا اور کسی پر راز کا اظہار نہ کیا دوسری شب کچھ رات رہے اسی تالاب کی طرف روانہ ہوا۔ اور حضرت کے وضو کرنے کی جگہ پہونچکر خوب دیکھ لیا کہ تمام پانی منجمد ہے اس کے بعد وہ قریب کے درخت کے نیچے جاکر چھپ گیا تھوڑی دیر کے بعد حضرت قطب المعظمین تشریف لائے بہشتی نے دیکھا آپ کی تشریف آوری کے ساتھ ہی پانی یکایک ابلنے لگا چنانچہ حضرت نے وضو کیا اور نماز صبح سے فارغ ہو کر اپنے خیمہ کی طرف واپس ہوئے بہشتی نے وہاں پہونچ کر دیکھا تو پانی کو گرم پایا حسب سابق پھر اس نے اپنی مشک کو پُر کیا اور چلا آیا اس بار اس نے ارادہ کرلیا کہ بادشاہ کے کانوں تک اس واقعہ کو پہونچائے چنانچہ اس دن جب سلطان دربار عام میں جلوہ افروز ہوئے تو وہ بھی پہونچا اور فریاد کرنے لگا سلطان نے استفسار کیا تو عرض کی کہ اگر حضور خلوت میں میرے حالات سنیں تو عرض کر سکتا ہوں۔ سلطان نے اسی وقت تخلیہ کا حکم دیا جب تخلیہ ہو گیا اور تمام درباری الگ ہو گئے تو اس نے تمام واقعات من وعن بیان کئے سلطان تمام ماجرا سُن کر سخت متحیر ہوا اور اس نے بہشتی کو وہیں ٹھیرنے کا حکم دیا، جب رات ہوئی تو خود محل میں چلا گیا اور اجازت دی کہ پچھلے پہر اُسے بیدار کروادے چنانچہ حسب الحکم بہشتی منتظر رہا جب تھوڑی رات باقی رہی تو اس نے سلطان کو بیدار کروایا سلطان اسی وقت مسلح ہو کر باہر نکلا اور دونوں تالاب کی طرف روانہ ہوئے وہاں پہونچنے کے بعد بادشاہ نے تمام واقعات کی تصدیق کی اور وہ سب واقعات بچشم خود دیکھے جو بہشتی نے بیان کئے تھے جب حضرت نماز سے فارغ ہو کر اپنے خیمہ کی طرف تشریف لے گئے تو سلطان بھی معہ بہشتی کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا خیمہ میں پہونچکر دیکھا کہ آپ تلاوت قرآن میں مصروف ہیں

سلطان دیر تک مؤدب دست بستہ کھڑا رہا جب آپ تلاوت سے فارغ ہوئے تو سلطان کو دیکھا اور دیکھتے ہی کھڑے ہو کر تعظیم کے ساتھ سلام کیا سلطان نے بنایت ادب سے عرض کیا کہ زہے میرے نصیب کہ آپ جیسا ولی کامل میرے لشکر میں موجود ہے لیکن افسوس ہے ابھی تک قلعہ فتح نہیں ہوا حضرت نے ہرچند اسے سمجھایا اور راز کو چھپانے کی کوشش فرمائی لیکن واقعات ظاہر ہو چکے تھے اس لئے سلطان برابر دعا کے لئے اصرار کرتا رہا آخر کار مجبور ہو کر حضرت نے دُعا کے لئے ہاتھ اٹھایا اور فرمایا کہ اسی وقت حملہ کا حکم دیجئے انشاء اللہ قلعہ فتح ہو جائے گا۔ یہ بشارت حاصل کر کے سلطان واپس ہوا اور اسی وقت حملہ کا حکم دیا اور حسب ارشاد فتح مند ہوا۔ فتح کے بعد سلطان کو بہت مسرت ہوئی اور اس نے ارادہ کیا کہ برہنہ پا و برہنہ سر حضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو لیکن اس کے اس ارادہ کی خبر کشف کے ذریعہ حضرت کو ہوگئی آپ نے فوراً اپنے گھوڑے کو طلب کیا اور فرمایا کہ یہاں سے قریب ایک بیوہ عورت رہتی ہے جس کی ایک لڑکی جوان اور ناکتخدا ہے وہ عورت افلاس کے باعث اس کی شادی نہیں کر سکتی تو جا اور اپنی قیمت اس عورت کو پیش کر چنانچہ گھوڑا حسب ارشاد روانہ ہو گیا ادھر اس عورت نے ایک غیبی آواز سنی کہ اے بڑھیا! تو اس گھوڑے کو بیچ کر اپنے صرف میں لا۔ اس کے بعد حضرت نے اپنا مال و اسباب فقراء کو تقسیم فرمایا اور خود کمل اوڑھ کر لشکر سے چل کھڑے ہوئے اور اپنے پیر کی قدم بوسی حاصل کی وہاں چند دنوں قیام کر کے حسب الحکم پانی پت تشریف لائے اور اسے اپنے نور ولایت سے معمور فرمایا۔

پانی پت کے جنوب میں شہداء کے چند مزار ہیں جو شہدائے بلندی کے نام سے موسوم ہیں۔ پانی پت میں چند دنوں قیام کرنے کے بعد حضرت کو کشف

باطن سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندرؒ اس مقام پر تشریف فرما ہیں آپ نے ایک پیالہ دودھ کا لبا لب بھر کر ایک خادم کو دیا اور فرمایا کہ میرا سلام بھائی شرف الدین کو پہونچا کر ان کی خدمت میں یہ پیالہ پیش کرو خادم نے ارشاد کی تعمیل کی چنانچہ جب پیالہ قلندرؒ موصوف کے سامنے رکھا تو وہ مسکرائے اور ایک گلاب کا پھول اس میں رکھدیا اور فرمایا کہ میرا سلام برادرم شمس الدین ترک کی خدمت میں پہونچاؤ! اور یہ پیالہ انہیں دیدو! چنانچہ جب وہ پیالہ آپ کی خدمت بابرکت میں پیش ہوا تو آپ متبسم ہوئے حاضرین نے تبسم کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ میں نے دودھ سے لبریز پیالہ ان کی خدمت میں بھیجا تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ ولایت پانی پت میں میں متعین کیا گیا ہوں اور یہ شہر میری ولایت سے لبریز ہے دوسرے کی گنجایش نہیں۔ اس کے جواب میں موصوف نے گلاب کا پھول دودھ میں ڈال دیا اس کا مطلب یہ ہے کہ جسطرح گلاب کا پھول باوجود پیالے کے لبریز ہونے کے اس میں آگیا اسی طرح میں بھی تمھاری ولایت میں رہوں گا مگر مجھے اس سے کوئی واسطہ نہ ہوگا۔

اِدھر جب حضرت شاہ بو علی قلندرؒ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا جو حضرت نے فرمایا تھا۔ اس کے بعد قلندر موصوف نے آکر حضرت سے ملاقات کی اور دونوں میں رابطۂ محبت و الفت قائم ہوگیا۔

حضرت شاہ بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے آبا و اجداد پانی پت کے باشندے تھے چنانچہ آپ کے والد بزرگوار سالار فخر الدینؒ اور والدۂ ماجدہ بی بی حافظۂ جمالؒ حوالی پانی پت میں جانب شمال مدفون ہیں۔ حضرت موصوف کئی سال تک دہلی میں قطب مینار کے قریب درس دیتے رہے، لیکن جب عشق خداوندی و محبت الٰہی سے سرشار ہوئے تو درس و تدریس کو خیرباد کہکر

پانی پت چلے آئے اور درس وحدانیت دینے لگے چنانچہ بیشمار لوگوں کو منزل مقصود تک پہونچایا۔

نسبی حیثیت سے آپ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خاندان سے ہیں آپکا شجرۂ نسب حسب ذیل ہے۔

حضرت شاہ بو علی قلندرؒ بن سالار فخرالدین زبیر بن سالار حسن بن سالار عزیز بن ابوبکر غازی بن فارس بن عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم بن وانک ابن حضرت امام اعظم نعمان ابو حنیفہ کوفی بن ثابت بن نعمان۔

آپ کا سلسلۂ بیعت حضرت قطب الدین بختیار اوشی سے ملتا ہے، اس طرح کہ آپ حضرت شیخ شہاب الدین عاشق صدامست رحمۃ اللہ علیہ کے مرید وخلیفہ تھے اور شیخ موصوف نے حضرت شیخ امام الدین ابدالؒ سے خلافت حاصل فرمائی تھی شیخ امام الدین ابدال حضرت شیخ بدرالدین غزنوی کے خلیفہ تھے جنھیں حضرت قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار اوشی سے خلافت حاصل تھی۔

حضرت شیخ جلال الدین پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ اپنے پیر حضرت شیخ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ سے کسب کمالات فرمایا، لیکن آپ کو حضرت مخدوم شاہ بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بہت کچھ فیض حاصل ہوا اور ان کے نہایت منظور نظر تھے چنانچہ اس کی تفصیل انشاء اللہ حضرت شیخ جلال الدینؒ کے تذکرہ میں آئے گی۔

ایک مرتبہ حضرت بندہ نواز شمس الدین ترکؒ کا ایک خادم کسی کام سے حضرت شاہ بو علی قلندرؒ کے قیام گاہ کی جانب جا نکلا دیکھا کہ آپ بصورت شیر تشریف فرما ہیں واپس ہو کر حضرت سے تمام ماجرا کہہ سنایا۔ ارشاد ہوا کہ پھر وہاں جاؤ! اگر برادرم شاہ بو علی قلندر ہنوز اسی شکل میں ہوں تو عرض کرو کہ شیر کے رہنے کی جگہ

جنگل سے خادم جب دوبارہ گیا تو انہیں حسب سابق بصورت شیر پاکر پیر کا پیغام پہونچا دیا جسے سن کر آپ اسی ہئیت کے ساتھ اٹھ کر مقام باکھوتی کی طرف چلے گئے جو پانی پت کے قریب ہے۔ جب حضرت بندہ نواز کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے کہلا بھیجا کہ پانی پت معہ مضافات و اطراف کے مجھے عنایت ہوا ہے۔ یہ سن کر حضرت بودھ کھیڑے چلے گئے جو کرنال کے قریب ہے اور وہیں مستقل طور پر قیام پذیر رہے اگرچہ کبھی کبھی پانی پت بھی آتے جاتے رہتے تھے لیکن قیام نہیں فرمایا۔

آپ نے حضرت شمس الدینؒ کی وفات کے آٹھ سال بعد ۱۳ رمضان المبارک ۷۲۴ھ میں اسی جگہ انتقال فرمایا، اور کرنال میں مدفون ہوئے چنانچہ آج تک وہاں ان کا مقبرہ موجود ہے لیکن یہ بات پائے ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ حضرت کے اعزہ و اقرباء نے ایک رات پوشیدہ طور پر نعش مبارک کو پانی پت میں لاکر دفن کر دیا چنانچہ آپ کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے کرنال، پانی پت بودھ کھیڑا اور باکھوتی سب مقامات زیارت گاہ خاص و عام ہیں۔

برزمینے کہ نشان کف پائے تو بود
سالہا سجدۂ صاحب نظران خواہد بود

"یا شرف الدین ابدال" سے سال وفات نکلتا ہے۔

مشہور ہے کہ ہندوستان آنے سے پہلے جب آپ ترکستان میں تھے ایک مرتبہ کسی مجلس میں آپ کو شریک ہونے کا اتفاق ہوا اس مجلس میں رؤسا، عمائدین شہر اور اکثر سادات موجود تھے۔ انہیں میں سے ایک سید نے بطور استہزا دریافت کیا کہ آپ کی سیادت کا کیا ثبوت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے آبا و اجداد سے سنا ہے اور اس کے علاوہ میرے پاس نسب نامہ بھی موجود ہے سید نے کہا کہ صاحب! اس کا ثبوت بہت مشکل ہے، سنی سنائی باتیں قبول نہیں ہوتیں

مجھے آپ کی باتوں پر اعتماد نہیں۔ یہ سن کر حضرت کو غصہ آیا اور رگ حمیت حرکت میں آئی آپ نے فرمایا کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ سید کے بال آگ میں نہیں جلتے اگرچہ اسکو کسی نے آزمایا نہیں۔ لیکن میرے خیال میں اس وقت اس سے بڑھکر آزمایش کے لئے کوئی بات بہتر نہیں۔ لہذا اسی وقت ایک بڑا تنور گرم کروائیے تاکہ ہم اور آپ دونوں اس میں کود پڑیں جو سلامت رہے وہی سید ہے چنانچہ حسب ارشاد ایک بہت بڑا تنور گرم کیا گیا اور حضرت اس میں بے کھٹکے اتر پڑے آپ کے اترتے ہی نہ صرف آگ سرد پڑگئی بلکہ تنور کے ایک گوشہ میں پانی کا چشمہ نمودار ہوا۔ اور آپ نے وضو کرکے دوگانہ شکرادا فرمایا۔ بعد فراغت آپنے آواز دی کہ بھائی اب تم تنور کے اندر کیوں نہیں آتے؟ میں بڑی دیر سے منتظر ہوں آواز سن کر مدعی سیادت شرم سے پانی پانی ہوگیا۔ اور طوعاً وکرہاً آگے بڑھا آگ کی حرارت اسے دور ہی سے محسوس ہوئی اور چہرہ کا رنگ فق ہوگیا لیکن ارباب مجلس کے خیال سے چند قدم اور آگے بڑھ کر تنور کے سرے تک پہونچ گیا پہونچتے ہی ایک شعلہ تنور سے نکل کر دامن سے لپٹ گیا یہ دیکھ کر اس کے ہوش اڑگئے اور آہ وفریاد شروع کی تمام حاضرین اس کے گرد جمع ہوگئے اور حضرت نے تنور سے نکل کر ایک ہاتھ سے شعلہ کو بجھا دیا۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ آپ کے قدموں پر گر کر معافی کا خواستگار ہوا۔ اور اپنے گذشتہ الفاظ پر اظہار ندامت کیا، تمام حاضرین ششدر و حیران منھ تکتے رہے۔ اور حضرت کے معتقد و حلقہ بگوش ہوگئے جب یہ واقعہ مشہور ہوا اور لوگ دور دور سے آپکے پاس آنے لگے تو آپ ترک وطن فرماکر ہندوستان تشریف لائے۔ اور اس ملک کو اپنے نور ولایت سے منور فرمایا۔

حضرت شاہ اعلیٰ قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رات میں میں آرام کر رہا تھا۔ آدھی رات کے وقت اچانک ایک شخص جو میرا دشمن اور میرے

قتل کے درپے تھا میرے کمرے میں گھس آیا۔ جب میری آنکھ کھلی اور میں نے اس کو شمشیر بکف اپنی طرف آتا ہوا دیکھا تو عالم اضطراب میں میری زبان سے یا شمس الدین ترک نکلا ناگہاں غیب سے ایک ہاتھ پیدا ہوا جس کی ایک انگلی میں چاندی کی انگوٹھی بھی تھی اور اس شریر کی گردن پکڑ کر باہر نکال دیا۔

میں اسی وقت بستر سے اٹھا اور تجدید وضو کے بعد روضۂ مقدس پر حاضر ہوا زیارت وجبہ سائی کے بعد یکایک ہاتھ مزار مبارک سے نکلا میں نے نہایت خلوص سے اُسے بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا اس کے بعد میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کاش اس وقت چراغ موجود ہوتا اور میں اس ہاتھ کو اچھی طرح دیکھ سکتا۔ اس خیال کے آتے ہی اس دست مبارک کے ناخن سے ایک روشنی پیدا ہوئی غور سے دیکھا تو وہ وہی ہاتھ تھا جس نے مجھے بچایا تھا، اور حسب سابق انگلیوں میں وہ انگوٹھی بھی موجود تھی۔ یہ دیکھ کر میں بہت خوش ہوا اور فاتحہ کے بعد مکان واپس ہوا

نہ مشاطہ نگار وست او بست   نمودہ دست قدرت قدرت این ست
ید بیضا بدست او رہین است   ید اللہ فوق ایدیہم ہمین است

۱۰ ارجمادی الاولیٰ ۱۲۱۶ھ میں حضرت کا وصال ہوا مادہ تاریخ رحلت شمس الحق محبوب الحق ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲۲)

سرِ دفترِ دیوانِ توحید، سرِ حلقہ اربابِ تجرید گنجِ اسرارِ ذو الجلال، دریای فضل و کمال حجۃ الاولیا۔ برہان الاتقیاء غوثِ صمدانی قطب المکرمین مخدوم العلمین حضرت شیخ جلال الحق والشرع والدین ابن محمود پانی پتی الکازرونی الچشتی العثمانی قدس سرہ العزیز

اسم گرامی خواجہ محمد تھا۔ جلال الدین در اصل لقب ہے جو پیر سے ملا تھا مگر اس لقب نے نام کی جگہ لے لی چنانچہ آپ کی مثال مبارک کے دیکھنے سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ جاتی ہے اور شک وشبہ کی گنجایش باقی نہیں رہتی۔

اوائل عمر ہی میں یتیم ہو گئے تھے اس لئے آپ کے چچا نے پرورش کی علم شریعت و طریقت دونوں کے ماہر و کامل تھے اور کشف و کرامت کے اعتبار سے کوئی آپکا مثیل و نظیر آپ کے عہد میں نہ تھا۔

نسبی اعتبار سے آپکا سلسلہ نسب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے تقریباً اکسو ستر سال کی عمر پائی، فی الحقیقت آپ کے فضائل کیا بیان کرنے اور لکھنے سے زبان و قلم عاجز ہیں کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

این چہ سخن این چہ زبان دانیست — گفتہ و ناگفتہ پشیمانیست
دل زکجا این پر و بال زکجا — من کہ و تعظیم جلال زکجا

خرقۂ فقر و ارادت آپ نے حضرت بندہ نواز مخدوم شیخ شمس الدین

ترک رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل فرمایا، طفولیت ہی سے جذبۂ محبت الٰہی کا غلبہ تھا۔ چنانچہ اکثر جنگلوں میں جاکر خدا کے ذکر میں مصروف رہتے تھے اور آخر عمر میں تو استغراق کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ نماز کے وقت خدام بارگاہ تین بار حق حق کہتے تھے تب آپ کو ہوش آتا تھا اور نماز کے بعد پھر استغراقی حالت طاری ہو جاتی تھی۔

آپ کو سماع کا بیحد شوق تھا، چنانچہ مشائخ کرام کے عرس میں ہمیشہ محفل سماع منعقد فرماتے تھے، اور اس زمانہ کے بڑے بڑے علماء و فضلاء نہایت اعتقاد کے ساتھ شریک ہوتے تھے، کسی کو انکار کی مجال نہ تھی۔ آپ کے خلفاء میں سے اکثر صاحب جذبہ اور قطب الوقت ہوئے ہیں۔ جو کچھ زبان مبارک سے نکل جاتا پورا ہوتا۔ جہاں جانا چاہتے چشم زدن میں پہونچ جاتے، چنانچہ مشہور ہے کہ نماز جمعہ ہمیشہ مکۂ معظمہ میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے علم و فضل کی شاہد آپ کی بیش بہا تصنیف زاد الابرار ہے جو تصوف کی ایک بلند پایہ کتاب ہے۔

اوپر چونکہ آپ کی مثال کا ذکر آچکا ہے اس لئے ذیل میں ہم اُسے تبرکاً بعینہٖ نقل کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ علی رسولہ محمد وآلہ اجمعین اعلموا یا ایہا الحاضرون واسمعوا یا ایہا الغائبون ان اللہ تعالیٰ اعطی خرقۃ و قلنسوۃ فی لیلۃ المعراج الی رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم والرسول اعطی لاسد اللہ الغالب وھو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھو اعطی لخواجہ حسن بصری قدس اللہ سرہٗ العزیز وھو اعطی لخواجہ عبدالواحد بن زید نور اللہ روضتہٗ وھو اعطی لخواجہ فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ

وهو اعطی لخواجه ابراهیم ابن ادهم نور الله مرقده وهو اعطی لخواجه حذیفة المرعشی طاب الله ثراه وهو اعطی لخواجه هبیرة البصری رحمة الله علیه وهو اعطی لخواجه علو ممشاد دینوری مع ولایته دینور قدس الله سرہٗ العزیز وهو اعطی لخواجه قطب الدین ابو اسحاق مع ولایته چشت بفتح الجیم وسکون الشین وکسر التاء طاب الله ثراہٗ وهو اعطی لخواجه ابو محمد نور الله قبرہٗ وهو اعطی لخواجه ناصر الدین ابو یوسف معها قدس الله سره وهو اعطی لخواجه مودود معها نور الله قبرہٗ وهو اعطی لخواجه حاجی شریف زندنی رحمة الله علیه وهو اعطی لخواجه عثمان هارون طاب الله ثراہٗ وهو اعطی لخواجه معین الدین حسن سجزی مع ولایته اجمیر رحمة الله علیه وهو اعطی لخواجه قطب الدین بختیار اوشی معه ولایته دهلی نور الله روضتہٗ وهو اعطی لخواجه فرید الدین مسعود مع ولایته اجودهن قدس الله سرہٗ العزیز وهو اعطی لخواجه علاؤ الدین علی احمد صابر مع ولایته کلیر وهو اعطی للفقیر مع ولایته پانی پت وانا فی خطة المذکور اقبضهما وانا اعطیت قلنسوة و خرقة ومقراضاً وعصا وکاساً وسلمت ما فی قلبی وروحی وجسمی وعینی وبدنی ورجلی واسراری ومکانی واعلائی ظاهراً وباطناً بالابن القلبی وحریف اسراری محمد بن محمود بن یعقوب خطبتهٗ خطاباً باسم من اسماء الحسنی وهو جلال الدین وانا اقمتهٗ فی مقامی هذه الخطة مع سوادها وانا لا اخذ بید رجل من الرجال من بعد هذا التاریخ لاجل القلنسوة والارادة و لکل من هو شیئاً

اراد وخرقة وقلنسوة علی ولکنی سلمتہ صحیحًا و اجزت اجازة الی
شیخ المشائخ قطب الاقطاب بدر الزھاد شیخ جلال المذکور وھو
عالم بطریق اللہ وانا اعلم فی ما بقی وھو الیق من ھؤلاء الدرجة
سلمتکم بہ واجزتہٗ[۱]۔

آپ چالیس سال تک سیاحت فرماتے رہے، کئی بار حج بیت اللہ سے
مشرف ہوئے اور سیکڑوں مشائخ کرام و اولیائے عظام سے فیض صحبت حاصل
فرمایا۔ جب وطن مالوف میں قیام پذیر ہوئے اور مطابق الہام ربانی حضرت
بندہ نوازؒ کی خدمت اختیار فرمائی تو ان کی ظاہری و باطنی توجہ سے نہ صرف مسند
خلافت پر فائز اور تعلیم اسم اعظم سے سرفراز ہوئے بلکہ بجائے فرزندارجمند
صاحب سجادہ قرار پائے اور خانقاہ و روضہ شریف کی خدمت ان کے متعلق
ہوئی۔

آپ کا تمول اور فیض ظاہری اس حد تک پہونچا ہوا تھا کہ روزانہ ہزار
آدمی دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے، اگر اتفاقاً اتنے آدمی کسی دن جمع نہ ہوتے
تو خدام حسب حکم ادھر ادھر سے تلاش کرکے مہمانوں کو جمع کرتے تھے، دسترخوان
پر انواع و اقسام کے کھانے موجود رہتے تھے، بعد فراغت طعام ظروف اور سرپوش
وغیرہ کو دوبارہ استعمال کے لئے اٹھایا نہیں جاتا تھا۔ معلوم نہیں کہ اس قدر برتن
روزانہ کہاں سے آتے تھے؟

آپ کو شکار کا بڑا شوق تھا، اور اکثر بیس بیس دن بلکہ اس سے زیادہ
عرصہ تک شکارگاہ میں رہنے کا اتفاق ہوتا تھا، اور وہاں بھی اتنے ہی آدمی

[۱] کتب تذکرہ میں یہ مثال اسی عبارت میں لکھی ہوئی ہے میں نے لفظ بلفظ نقل کردی ہے۔

دسترخوان پر موجود رہتے اور غیب سے کھانے کا بندوبست ہوتا تھا، آپ کے گھروالے اس بات کو سن کر متعجب و متحیر ہوتے تھے کیونکہ آپ کے فقر کی یہ حالت تھی کہ گھر میں ایک دن کا کھانا بھی موجود نہ رہتا تھا۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ حضرت کو یہ سب جاہ و حشم کیسے میسر تھے۔

ایام طفولیت میں آپ سے حضرت مخدوم شاہ بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی محبت تھی اور وہ روزانہ بلاناغہ آپ کو دیکھنے کے لئے آیا کرتے تھے، اگر کسی روز آپ اتفاقاً مکان پر موجود نہ ہوتے تو جہاں کہیں پتہ ملتا وہیں تشریف لے جاتے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ اپنے کھیتوں کو دیکھنے کے لئے باہر تشریف لے گئے تھے جب حضرت شاہ بو علی قلندر موصوف کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ بھی گھوڑے پر سوار ہو کر کھیتوں کی طرف تشریف لے گئے چنانچہ جب آپ نے دور سے انہیں تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو ایک چھاج میں غلہ بھر کر آپ کے پاس تشریف لائے، یہ دیکھ کر موصوف مسکرائے اور فرمایا کہ بیٹے! کیا لائے ہو؟ فرمایا حضرت کے گھوڑے کے لئے دانہ لایا ہوں، ارشاد ہوا کہ گھوڑے سے دریافت کرو! اگر بھوکا ہو کھلادو ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔ یہ سن کر آپ گھوڑے کی طرف متوجہ ہوئے، گھوڑا بزبان قال گویا ہوا کہ "حضرت مخدوم دانہ کھلا کر سوار ہوئے ہیں اس لئے مجھے اشتہا نہیں" گھوڑے کی گفتگو سے آپ بہت متحیر ہوئے اس کے بعد قلندر موصوف نے دعا دی کہ اے فرزند! جتنے دانہ تم میرے گھوڑے کے لئے لائے ہو! اللہ تعالیٰ اتنی ہی اولاد تمہیں عطا فرمائے گا۔ آپ کی یہ دعا بارگاہِ الٰہی میں مستجاب ہوئی اور خدا نے آپ کو اتنے ہی بیٹے عنایت فرمائے کہ آپ کو نوح ثانی کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ بوعلی قلندرؒ سرِ راہ تشریف فرما تھے کہ اتنے میں آپ گھوڑے پر سوار ادھر سے گذرے قلندر موصوف نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ زہے اسپ وزہے سوار! ان کلمات کو سنتے ہی آپ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ گھوڑے پر سے کود پڑے اور گریبان چاک کر کے جنگل کی راہ لی اور پھر چالیس سال تک برابر سیاحت فرماتے رہے، اور اس کے بعد جب وطن واپس ہوئے تو حضرت بندہ نوازؒ کی توجہ سے اس منزلت علیا پر فائز ہوئے جس کی تمنا تھی اور خود بھی سینکڑوں ہزاروں آدمیوں کو منزل مقصود تک پہونچایا۔

اثنائے سیاحت میں ایک مرتبہ آپ چند فقرار کے ساتھ شہر ہانسی تشریف لے گئے اس زمانہ میں حضرت شیخ جمالؒ زندہ تھے چنانچہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے انھیں غیب سے بشارت ہوئی کہ شیخ جلال پانی پتی تشریف لا رہے ہیں ان سے مل کر دعا کی خواہش ظاہر کرو! تاکہ ان کی دعا کی برکت سے تمھارا سلسلہ جس کو صابرؒ کلیری نے منقطع کر دیا تھا، پھر سے جاری ہو جائے، چنانچہ بمقتضائے اشارہ غیب انھوں نے اپنے ایک خادم کو حکم دیا کہ تم فلاں مقام پر جاؤ! وہاں تمھیں چند مسافر فقراء ملیں گے، ان سے میرا سلام کہو! اور اپنے ہمراہ نہایت ادب کے ساتھ میرے پاس لاؤ۔ خادم جب اس مقام پر پہونچا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ تھوڑی دیر توقف کرنے کے بعد چند فقراء آتے ہوئے دکھائی دیئے خادم نے حسب ارشاد مرشد آگے بڑھ کر بعد سلام پیغام پہونچایا اور ہمراہ چلنے پر اصرار کیا۔ ان فقراء نے اپنا بستر اور سامان وغیرہ حضرت کے سپرد کیا اور خود خادم کے ہمراہ حضرت شاہ جمال کی خانقاہ میں پہونچے موصوف پیشوائی کے لئے دروازہ پر موجود تھے، مگر فقرار کو دیکھ کر متحیر ہوئے کیونکہ انھیں

وہ صورت مبارک نظر نہ آئی جو بشارت کے وقت دکھائی گئی تھی۔ ارشاد فرمایا
کہ میں نے جن صاحب کی وجہ سے آپ کو تکلیف دی تھی وہ آپ کے ساتھ
موجود نہیں ہیں۔ کیا آپ کے کوئی اور ساتھی بھی ہیں جن کو آپ چھوڑ آئے۔
فقراء نے عرض کیا کہ بیشک ہمارے ساتھ ایک نوعمر فقیر بھی تھے جن کو امین
سمجھ کر ہم سب اپنا اپنا اسباب سپرد کر آئے ہیں تاکہ وہ ہماری عدم موجودگی
میں حفاظت کریں۔ یہ سنتے ہی شیخ موصوف نے فرمایا کہ ایک صاحب براہ کرم
جلد جاکر ان خورد سال بزرگ کو بلا لائیں۔ چنانچہ حسب ارشاد ان میں سے ایک
فقیر نے جاکر آپ کو اطلاع دی اور آپ تشریف لائے۔ حضرت شیخ نے آپ کی
نہایت تعظیم کی اور دیر تک باتیں کرتے رہے، پھر دسترخوان بچھوایا گیا اور
سب نے مل کر کھانا کھایا۔ بعد فراغت شیخ نے دوسرے فقراء کو آرام کرنے کی
اجازت دی، اور تنہائی میں تمام واقعات گوش گزار کرنے کے بعد اپنی غرض
پیش کی حضرت نے نہایت خوشی کے ساتھ منظور فرمایا اور دعا کی آپ کی دعا مستجاب
ہوئی، اور شیخ جمال کا سلسلہ از سر نو جاری ہوا۔ چنانچہ ان کے انتقال کے بعد جب
شیخ نورالدین کو جن کا سن صرف چھ ماہ کا تھا، حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کے
پاس لے جایا گیا۔ تو آپ نے انھیں باوجود اتنی کم سنی کے خلعت خاصہ عنایت
فرما کر مرید کیا یہی وجہ ہے کہ اس سلسلہ کے شجرہ میں آج تک حضرت سلطان
المشائخ کے اسم گرامی کے بعد حضرت شیخ نورالدین کا نام نامی لکھا جاتا ہے۔

حضرت شیخ جمال سے رخصت حاصل فرمانے کے بعد جب آپ اپنے
ہمراہیوں کے ساتھ عازم سفر ہوئے تو ہمراہیوں نے اپنا اسباب آپ کو نہیں
دیا اور نہایت تعظیم کے ساتھ اگلی گستاخیوں کی معافی چاہی۔ لیکن آپ زبردستی
ان کا سامان سر مبارک پر رکھکر آگے آگے چلنے لگے، کچھ دیر کے بعد ان لوگوں نے

دیکھا کہ سامان آپ کے فرق اقدس پر نہیں ہے بلکہ چتر کی طرح سایہ فگن ہے یہ دیکھکر وہ پھر آپ کے گرد جمع ہو کر معافی چاہنے لگے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بھائیو! تم نے مجھے کوئی تکلیف تو پہونچائی نہیں جس کی معافی چاہتے ہو۔ مجھے تمھاری صحبت پسند آئی اس لئے اختیار کیا اگر فی الحقیقت تم میرا کوئی نقصان بھی کرتے تو قابل معافی تھے۔

ادھر حضرت شیخ جمال نے ایک خادم کو آپ کے پیچھے پیچھے روانہ کیا تھا تاکہ جب موقعہ ملے تو مجبور کرکے آپ کو واپس لائے کیونکہ رخصت کیوقت وہ آپ کو روکنا چاہتے تھے مگر اصرار کا موقعہ نہ تھا اس لئے خاموش ہو گئے تھے خادم نے اپنے پیر کے حسب منشاء آپ کو اصرار کرکے واپس ہونے کے لئے مجبور کیا، اور کامیاب ہوا چنانچہ آپ دوبارہ حضرت شیخ جمالؒ کے یہاں تشریف لے گئے اور کئی روز تک ان کے مہمان رہے۔ حضرت شیخ جمالؒ مصر تھے کہ خدا نے آپ کو کمال سے سرفراز فرمایا ہے۔ اِدھر اُدھر پھرے اور سیاحت کا خیال ترک فرما کر وطن تشریف لے جائیے اگرچہ آپ کا ولولہ گھر میں بیٹھے رہنے کی اجازت نہ دیتا تھا، مگر شیخ موصوف کے اصرار سے مجبور ہو کر فی الوقت پانی پت تشریف لے گئے، اور کچھ دنوں مقیم رہنے کے بعد پھر سیاحت فرمائی تا آنکہ حضرت بندہ نواز کی توجہ سے سرفراز ہوئے۔

مشہور ہے کہ دوران سیاحت میں ایک مرتبہ آپ کا گذر ایک گاؤں کی طرف ہوا، دیکھا کہ اس گاؤں کے لوگ بھاگنے کی تیاری میں مصروف ہیں کسی سے دریافت فرمایا کہ یہاں کے لوگ فرار ہونے کی کوشش کیوں کر رہے ہیں؟ معلوم ہوا کہ یہاں کا حاکم مالگذاری وصول کرنے کے لئے آنے والا ہے اور لوگوں میں افلاس کے باعث رقم ادا کرنے کی طاقت نہیں اس لئے فرار ہونا مناسب ہے

ارشاد فرمایا کہ تم اپنے سردار کو بلا لاؤ، چنانچہ حسب الحکم جب وہ حاضر خدمت ہوا
تو فرمایا کہ ایک شرط پر میں تم لوگوں کو اتنا روپیہ دے سکتا ہوں کہ مالگذاری بھی
ادا کر دو! اور ہمیشہ کے لئے افلاس سے نجات پا جاؤ! عرض کیا کہ وہ کیا شرط ہے
فرمایا کہ تم اس گاؤں کو میرے ہاتھ فروخت کر دو! تاکہ نام میرا رہے اور سکونت
تمھاری سردار نے اس شرط کو دل و جان سے قبول کیا۔ اور رقم کا طالب ہوا۔
آپ نے حکم دیا کہ لوہے کے تمام ہتیار جو گاؤں میں ہوں انھیں ایک بھٹی میں
جمع کر کے آگ لگا دو، جب آپ کے ارشاد کی تعمیل کی جا چکی تو حکم دیا کہ تم سب
لوگ جا کر اپنے اپنے گھروں میں آرام کرو! کل صبح بھٹی سے سب ہتیاروں کو نکالنا
چنانچہ وہ سب تو چلے گئے اور آپ آدھی رات کے وقت گاؤں سے نکل گئے
صبح کے وقت جب گاؤں والوں نے ہتیاروں کو نکالا تو وہ سب سونے کے تھے
اس وقت سے اس گاؤں کے لوگ کبھی غریب نہ ہوئے۔

آپ کی سیاحت کا ایک اور واقعہ قابل ذکر یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپکا
گذر ایک پہاڑ پر ہوا وہاں دیکھا کہ ایک جوگی ایک کنارے بیٹھا ہوا دھیان
میں مصروف ہے آپ نے توقف فرمایا۔ تھوڑی دیر بعد جوگی نے سر اٹھا کر دیکھا
پھر کچھ سوچ کر جیب سے ایک پتھر کا ٹکڑا نکال کر آپ کی طرف پھینک دیا۔
اور کہا کہ یہ پارس پتھر ہے اس کی خاصیت یہ ہے کہ لوہے سے مس ہوتے ہی
اس کو سونا بنا دیتا ہے۔

آپ نے اس پتھر کو لے کر فوراً ایک قریب کے چشمے میں پھینک دیا۔
اس کے پھینکتے ہی جوگی آپ کے سر ہو گیا اور برا بھلا کہنے لگا، کہ میں نے اس
پتھر کو کتنی کوششوں کے بعد حاصل کیا تھا۔ اور محض تمھارے حال پر رحم کر کے
اسے دیدیا کہ تم افلاس سے نجات پا جاؤ، مگر تم نے کوئی قدر نہ کی۔ اب بہتر یہ ہے کہ

فوراً جس طرح ممکن ہو میرا پتھر مجھے واپس لادو!

آپ نے فرمایا کہ بھائی! جب تم مجھے اسے دے چکے تو تمھارا کیا اختیار رہا؟ میں مختار ہوں جو چاہوں کروں، میری خوشی اسی میں تھی کہ اسے پھینک دوں جوگی نے جواب دیا کہ یہ سب صحیح ہے لیکن تمھیں چاہیئے تھا کہ میرے سامنے ایسا نہ کرتے آگے تم مختار تھے، اب جب تم اس حرکت کے مرتکب ہوئے اور میری چیز کی قدر نہ کی تو مجھے حق ہے کہ میں تمھیں اس وقت تک رہائی نہ دوں جبتک تم میرا پتھر واپس نہ لادو!

جب آپ نے دیکھا کہ جوگی کسی طرح نہیں مانتا اور پیچھے پڑا ہوا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اے کور باطن! تو اس چشمہ میں اترا اور اپنا پتھر اٹھالے، لیکن اگر اس جگہ کوئی دوسرا پارس پتھر نظر آئے تو اسے اٹھانے کی کوشش مت کر۔ جوگی جب آپ کے ارشاد کے مطابق چشمہ میں اترا تو اس نے دیکھا کہ ہزارہا ٹکڑے پارس کے اس میں موجود ہیں اور اس کا پتھر سب کے اوپر رکھا ہوا ہے لالچ نے اس کا دامن پکڑا اور اس نے اپنے پتھر کے ساتھ ایک اور چھپا کر اٹھالیا۔ حضرت نے نور باطن سے دریافت کر کے فرمایا کہ آخر کار تو اپنے عہد پر ثابت قدم نہ رہ سکا جوگی نے دونوں پتھر آپ کے آگے ڈالدئے اور خود قدموں پر گر کر کہنے لگا کہ آپ کے کمال کے آگے بیشک پارس کی کوئی حقیقت نہیں۔ آپ مجھے بھی راہ راست پر لائیے۔ یہ سنکر آپ نے پہلے اُسے مسلمان کیا، اس کے بعد حلقہ ارادت میں داخل فرمایا۔ اور آپ کی توجہ سے بہت جلد منصب فقر پر فائز ہوا۔

جب آپ سیاحت سے فراغت پاکر وطن مالوف تشریف لائے تو حضرت شاہ بوعلی قلندرؒ کی خدمت بابرکت میں مرید ہونے کا ارادہ ظاہر فرمایا اور بہت اصرار کیا۔ قلندر موصوف نے ارشاد فرمایا کہ قدرت اس کام کے لئے ایک دوسرے

صاحب کا انتخاب کر چکی ہے، اور وہ دو ہی چار دنوں میں پانی پت تشریف لانے والے ہیں یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے اور ان کے ارشاد کے مطابق دو تین روز کے بعد حضرت شیخ شمس الدین ترک اپنے پیر کے حکم کے مطابق کلیر شریف سے پانی پت تشریف لائے اور اسے اپنے نور ولایت سے منور فرمایا۔ چنانچہ آپ الہام ربّانی کے مطابق اُن کی خدمت میں جا کر مرید ہوئے اور کامل ریاضت و مجاہدہ کے بعد منصب خلافت حاصل فرمایا اور اس مرتبہ پر فائز ہونے کے بعد پیر دستگیر نے آپ کو نکاح کرنے کا حکم دیا۔ کیونکہ ابھی تک آپ ناکتخدا تھے آپ نے نہایت ادب کے ساتھ عرض کیا کہ میں نے عہد کر لیا ہے کہ تمام عمر ناکتخدا رہوں گا کیونکہ میں ان تمام امور سے الگ رہنا چاہتا ہوں جو مجھے آپ کی خدمت سے روک سکیں، ارشاد ہوا کہ واقعی تمھیں میرے ساتھ نہایت محبت و عقیدت ہے اور میں بھی تمھیں اپنا جانشین اور فرزند سمجھتا ہوں لیکن نکاح سنت ہے، سنت سے انحراف بہتر نہیں، ایسا نہ ہو کہ حضرت سرور کائنات کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے، آپ نے عرض کیا کہ مجھے یہ بھی اندیشہ ہے کہ کہیں میرے صلب سے ایسی اولاد نہ پیدا ہو، جس کے اعمال سے مجھے قیامت میں شرمندہ ہونا پڑے اس پر پیر نے نہایت شفقت کے ساتھ فرمایا کہ اس بارے میں تم مطمئن رہو میں اس بات کا ذمہ وار ہوں کہ خدا تمھیں ایسی اولاد سے محفوظ رکھے گا۔ اور میں یہ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ جب کبھی تمھاری نسل میں سے کسی شخص کو کوئی مجبوری لاحق ہوگی اور وہ صدق دل سے مجھے یاد کرے گا، تو میں فوراً اس کی مدد کو پہونچوں گا۔ اور میں تمھیں بشارت دیتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ تمھیں کثرت سے اولاد عطا فرمائے گا اگر تمھیں یقین نہ آئے تو ادھر آؤ اور آنکھ بند کرو! یہ سن کر آپ نے حکم کی تعمیل کی، آنکھ بند کرتے ہی آپ نے

لوح محفوظ پر اپنی اولاد کے اسماء دیکھے۔ فوراً آپ نے ہاتھ بڑھایا کہ ان سب کو مٹا دیں۔ پیر نے فوراً ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ خدا کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرنا چاہیئے تم اس کے منشاء کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے، مجبوراً آپ رک گئے اور نکاح کا ارادہ ظاہر فرمایا لیکن اس شرط کے ساتھ کہ ایسی عورت کے ساتھ نکاح کروں گا، جو مادر زاد اندھی، گونگی مفلوج اور بہری ہو۔ پیر نے اسے منظور فرمایا۔ اور بہت تلاش کے بعد کرنال میں ایک لڑکی اسی صفت کی، مگر نہایت پارسا و نیک ملی، چنانچہ اسی سے آپ کا عقد ہوا رخصتی کے بعد جب دلہن گھر آئی تو سب سے پہلی گفتگو جو آپ نے اس سے فرمائی وہ یہ تھی کہ بی بی میری طرف دیکھو اور اُٹھ کر میرے لئے وضو کا پانی لاؤ، یہ کلمات سنتے ہی بی بی کی آنکھیں کھل گئیں، اور وہ فوراً آپ کے لئے پانی لائیں اور حکم کے مطابق خود بھی وضو کیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنا لعاب دہن منہ پر ملا اور سامنے قرآن پاک رکھ کر فرمایا کہ پڑھو، آپ کے یہ فرماتے ہی وہ قرآن پڑھنے لگیں اور کوئی جسمانی عیب ان میں باقی نہ رہا۔ ان بی بی کے بطن سے پانچ بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

دونوں بیٹیاں کرنال میں بیاہی گئیں اور بیٹوں کے نام حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت مخدوم زادہ خواجہ عبد القادرؒ۔

(۲) حضرت خواجہ ابراہیمؒ۔ (۳) حضرت خواجہ شبلیؒ۔

(۴) حضرت خواجہ کریم الدینؒ۔ (۵) حضرت خواجہ عبد الواحدؒ۔

حضرت نے ۱۳ ربیع الاول کو اس جہان فانی سے رحلت فرمائی آپ کے چالیس خلفاء تھے جن میں سے مشہور حضرات کے اسماء درج ذیل ہیں:

حضرت خواجہ عبد القادرؒ۔ حضرت خواجہ شبلیؒ۔

حضرت خواجہ کریم الدینؒ۔ حضرت خواجہ عبدالواحدؒ۔
حضرت مخدوم شیخ زیناؒ۔ حضرت شیخ زیناؒ۔
حضرت شیخ احمد قلندرؒ حضرت شیخ عبدالحقؒ۔
حضرت مخدوم شیخ بہرامؒ۔ حضرت شیخ شہاب الدینؒ۔
حضرت شیخ موسیٰؒ۔ حضرت شیخ حسنؒ۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

(۲۳)

غواص دریائے دین، دربحر یقین، شمع راہ درویشان، نونہال باغ چشتیان، واقف اسرار ربانی مقبول بارگاہ صمدانی، حضرت قطب المجدین، خواجہ شبلی ابن حضرت شیخ جلال الدین پانی پتی قدس اللہ سرہ العزیز

آپ شریعت وطریقت دونوں میں کامل تھے، ذکر و فکر اور ریاضت ومجاہدہ آپ کا مشغلہ تھا۔ اہل دول سے ہنایت تنفر تھے، اور کبھی ان کے یہاں آمدورفت کو پسند نہ فرماتے تھے۔

خرقہ فقر وارادت آپ کو اپنے پدر بزرگوار سے ملا۔ صاحب سماع بزرگ تھے۔ اور بڑے بڑے علما، آپ کے حلقہ بگوش تھے سماع کے وقت بہت رقت طاری ہو جاتی تھی اور آپ رونے لگتے تھے۔

آپ کے دونوں پاؤں کسی عارضہ کی وجہ سے حرکت نہ کر سکتے تھے۔ لیکن بحالت وجد آپ کھڑے ہو جایا کرتے تھے، اور کوئی مجبوری لاحق نہ ہوتی تھی

جب وجد و کیفیت سے فارغ ہوتے تو پھر مرض عود کر آتا تھا۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حسب عادت آپ بحالت وجد بیقراری کے عالم میں کھڑے ہوئے تھے اور کسی طرح جوش فرو نہ ہوتا تھا۔ یہ دیکھ کر آپ کے عم بزرگوار اٹھے اور آپ کا دست مبارک پکڑ کر فرمایا کہ ٹھیرو! تمھارے وجد سے مخلوق خدا میں غلغلہ بپا ہے، اگر تمھیں اظہار راز منظور نہیں ہے تو فوراً بیٹھ جاؤ! یہ کلمات سنکر آپ فوراً بیٹھ گئے پھر کبھی بحالت سماع نہیں اٹھے۔

ایک مرتبہ چند قلندروں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ طلب کیا آپ نے تامل فرمایا اور کچھ جواب نہ دیا۔ ان لوگوں نے آپ کی خاموشی سے خفا ہو کر نہایت بے ادبی کے ساتھ آپ کی تسبیح لے لی اور چلے گئے اس وقت وہ افغانی ملک اوچھی و ملک مل جو آپ کے مرید تھے خدمت میں حاضر تھے دونوں ان قلندروں کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور راستہ میں انھیں پکڑ کر تسبیح لے لی جب حضرت کے سامنے وہ تسبیح پیش کی گئی تو آپ نے دونوں کے حق میں دعا کی کہ انشاء اللہ تم دونوں کا تیر کبھی خطا نہ کرے گا۔ چنانچہ آپکی دعا مقبول ہوئی۔ اور کبھی ان دونوں کا نشانہ خطا نہیں ہوا کہتے ہیں ایک مرتبہ ملک اوچھی نے سوچا کہ میرے پیر نے میرے تیر کے خطا نہ کرنے کی دعا فرمائی ہے لاؤ آسمان کی طرف تیر پھینک کر دیکھوں کہ نشانہ خطا ہوتا ہے یا نہیں؟ یہ سوچکر انہوں نے فوراً آسمان کی جانب تیر پھینکا، جب تیر واپس ہوا تو ایک سانپ چھد کر اس کے ساتھ گرا۔ یہ دیکھ کر ان کا عقیدہ اور بڑھ گیا۔ اور بصدق خلوص سجدہ شکر بجا لائے۔

۷ ربیع الاول کو آپ کا وصال ہوا رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ۔

---

(۴۲)

مخزن اسرار الٰہی معدن انوار نامتناہی، جگر گوشۂ اولیاً ستودۂ اصفیاً عارف کامل و عالم عامل حضرت قطب المعزرین خواجہ عبد القدوس ابن حضرت خواجہ شبلی قدس اللہ سرہ العزیز

آپ اپنے عہد میں بلحاظ ریاضت و مجاہدہ وکشف و کرامات مشہور و معروف تھے جس نے آپ کی خدمت اختیار کی ولی کامل ہو گیا۔ لیکن اس مرتبہ کے باوجود کھیتی باڑی کر کے اپنی روزی پیدا کرتے تھے خرقۂ فقر و ارادت آپ نے اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ شبلیؒ سے حاصل فرمایا۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ پانی پت کے قریب چھاج پور کسی کام سے تشریف لے گئے ایک دن آپ نے یکایک چلانا شروع کیا کہ لوگو! جلد اس گاؤں کو خالی کر دو اور اپنا اپنا مال باہر نکال لو۔ لوگوں نے جب زبان مبارک سے یہ کلمات سنے تو انھیں یقین ہو گیا کہ کوئی نہ کوئی بات ضرور ہونے والی ہے کیونکہ بارہا ان کو اس قسم کا تجربہ ہو چکا تھا، چنانچہ حسب ارشاد گاؤں خالی کر دیا گیا، اور تمام مال متاع باہر کر دیا گیا کچھ دیر بعد غیب سے خود بخود آگ پیدا ہوئی اور تمام گاؤں کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ جن لوگوں نے آپ کا کہنا نہ مانا تھا، انکا مال و اسباب جل گیا اور بعد میں وہ سب پشیمان ہو کر تائب ہوئے۔

حضرت نے ۸ رجمادی الثانی کو رحلت فرمائی۔

(۲۵)

مقتدائے اہل طریقت، آفتاب سپہر حقیقت قدوۃ الاتقیا صفوۃ الاصفیا، وارث اولیاء و انبیا حضرت قطب المرتاضین خواجہ عبدالکبیر اولیا ابن خواجہ عبدالقدوس پانی پتی قدس سرہٗ

آپ مادرزاد ولی تھے، بچپن ہی میں جب کوئی بات منھ سے نکلتی پوری ہوتی۔ آپ کے تصرفات بے اندازہ تھے جن کو شمار کرنا خالی از طوالت نہیں اسی وجہ سے خواص وعوام میں شیخ الکبیر بالا پیر کے لقب سے مشہور تھے۔

خرقۂ فقر و ارادت آپ نے اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ عبدالقدوسؒ سے پایا۔ آپ کے چار فرزند اور بے شمار مرید تھے۔ دبدبہ اور جلال کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے علماء ومشائخ سامنے گفتگو کرنے کی جرأت نہ رکھتے تھے۔

آپ سلطان سکندر بن بہلول لودی کے ہم عصر تھے، ایک دن اسنے اپنے وزرا میاں ہودہ بن خواصخان و ملک محمد سوانی سے مشورہ کیا کہ آج کل خواجہ عبدالکبیر خود کو ولی کہلواتے ہیں، انھیں آزمانا چاہئیے۔ چنانچہ حسب مشورہ تینوں حضرات نے اپنے اپنے دل میں کھانے کی چیزوں میں سے ایک ایک چیز مقرر کرلی اور نصف شب گذرنے کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے پہونچتے ہی حضرت نے فوراً دسترخوان بچھوا کر سلطان کے آگے ہرن کے گوشت کے سموسے میاں ہودہ کے سامنے روٹی اور یخنی اور ملک محمد سوانی کے آگے گرم گرم حلوی رکھوایا سب متحیر ہو کر ایک دوسرے کا منھ دیکھنے لگے۔ ارشاد ہوا کہ بھائیو!

کھاؤ! تعجب کی کوئی بات نہیں، جو شخص خدا پر توکل کرتا ہے خدا اسے شرمندہ نہیں کرتا یہ کرامت دیکھ کر سلطان بہزار منت و سماجت مضافات کرنال میں موضع درر اور موضع سنکھورہ خادمان والا کو بطور نذرانہ دیا، میاں ہودہ نے بھی ایک موضع جھنجانہ کے قریب دیا اور ملک محمد سوانی نے اپنی لڑکی حضرت کی خدمت کے لئے پیش کی۔

آپ نے ۲ ربیع الثانی کو وفات پائی۔

(۲۶)

شیر بیشۂ وحدت، باثر بر میدان صفوت اشرف عباد، از ہد زہاد، سند اولیائے عظام محبت اتقیائے کرام حضرت شیخ عثمان زندہ پیر ابن شیخ عبد الکبیرؒ قدس سرہ العزیز

آپ اپنے زمانہ میں فرقۂ صوفیا کے امام اور اولیاء کرام کے مقتدا تھے شریعت وطریقت دونوں میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ خرقۂ فقر و ارادت اپنے پدر بزرگوار حضرت خواجہ عبد الکبیرؒ سے حاصل فرمایا، اور صاحب سجادہ ہوئے۔

آپ کے تین بھائی اور تھے جن میں سے شیخ حسین آپ سے بڑے اور شیخ برہان الدین و شیخ محمد چھوٹے تھے۔ شیخ حسین نے والد بزرگوار کے سامنے ہی انتقال فرمایا اور دو فرزند شیخ نور الدین و شیخ منور نامی چھوڑے، ان دونوں فرزندوں نے سلطان ابراہیم ابن سکندر لودی کے سامنے استغاثہ پیش کیا کہ سجادہ کے مستحق

ہم ہیں چنانچہ اس نے سجادہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا لیکن آخرکار اس تقسیم سے کچھ فائدہ نہوا، کیونکہ تمام مریدین و معتقدین حضرت عثمان زندہ پیرؒ کے حامی تھے چنانچہ آپ ہی سجادہ کے تنہا مالک رہے۔

مشہور ہے کہ ایک مرتبہ ایک مسلمان شیخ چاندن اور ایک ہندو مسمی چانول میں کسی بات پر جھگڑا ہوا، اور فیصلہ کسی طرح نہوتا تھا جب دونوں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فیصلہ چاندن کے حق میں کیا، ہندو نے کہا کہ آپ نے مسلمان کی حمایت کی ارشاد ہوا کہ تم دونوں کی بیویاں حاملہ ہیں، جو حق پر ہے اس کے یہاں لڑکا اور جو ناحق پر ہے اس کے یہاں لڑکی پیدا ہوگی چنانچہ حسب ارشاد چاندن کے یہاں لڑکا اور مسمی چانول کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی اور اس کے بعد دونوں آپ کے حلقہ بگوش ہو گئے۔

ایک مرتبہ آپ کے فرزند ارجمند حضرت شیخ نظام نے ایک پختہ کنواں تعمیر کرایا مگر جگت زیر تعمیر تھی حضرت اس کنویں کو دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے تو فرزند نے دعا اور فاتحہ کی تمنا ظاہر کی۔ ارشاد ہوا کہ پہلے مہمانی کا سامان کرو، کم از کم ایک گائے اور اتنے من میدہ ہونا چاہیئے تاکہ تمام فقراء آسودگی کے ساتھ کھائیں۔ عرض کی کہ حضرت! اس وقت تو صرف ایک بکری کا انتظام ہو سکتا ہے اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ ارشاد ہوا کہ مجھے جو کچھ کہنا تھا کہدیا آگے تمھاری مرضی اور اگر کوئی حادثہ رونما ہو تو میں ذمہ دار نہیں یہ فرماکر آپ مکان تشریف لے گئے کہتے ہیں کہ اسی شب کنواں خود بخود منہدم ہو گیا۔ اور کوئی نشان تک اس کا باقی نہ رہا۔

بتاریخ ۱۰ ذیقعدہ آپ نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی رضی اللہ عنہ

(۲۷)

عمدۂ ارباب توحید، زبدۂ اصحاب تجدید، محرم اسرار قدس صدر نشین بزم انس، مقرب بارگاہ یزدانی، حضرت قطب المخلصین، شیخ نظام الدین ابن حضرت شیخ عثمان زندہ پیر قدس سرہ العزیز

آپ تمام کمالات ظاہری و باطنی سے آراستہ و پیراستہ تھے، ہمیشہ ریاضت و مجاہدہ میں مستغرق رہتے، اور کبھی کسی دنیا دار کے دروازہ پر نجاتے خرقہ فقر و ارادت آپ نے اپنے والد بزرگوار حضرت عثمان زندہ پیرؒ سے حاصل فرمایا

آپ کے بڑے بھائی شیخ کمالؒ نہایت صاحب کمال تھے۔ لیکن چونکہ وہ صاحب اولاد نہ تھے، اور ہر وقت جذب میں رہتے تھے، اس لئے سجادہ کے مالک آپ قرار پائے۔

آپ نے سلوک و معرفت میں وہ کمال پیدا کیا کہ جس کی نظیر ملنی مشکل ہے ہزاروں علماء و فضلا، آپ کے حلقہ بگوش تھے، اگر تمام مناقب و فضائل حیز تحریر میں لائے جائیں تو دفتر تیار ہو جائے اس لئے مزید حالات نہیں لکھے جاتے۔

۱۵، شعبان المعظم کو آپ نے اس دار الملال سے ملک پاک ایزد متعال کی طرف رحلت فرمائی۔

(۴۸)

شاہ عالمین، حجت المحققین، سند خواجگان، معجز آل عثمان مرد میدان وحدت، دریائے ملک معرفت، شاہ بحر و بر حضرت قطب الاقطاب جناب و الا شاہ اعلیٰ، ابن شیخ نظامؒ قدس سرہ العزیز

آپ نے خرقۂ فقر و ارادت اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ نظامؒ ابن شیخ عثمانؒ سے حاصل فرمایا، اس کے علاوہ آپ کو حضرت شاہ نظام نارنولیؒ سے بھی خلافت حاصل تھی، چنانچہ کسی عقیدت مند نے لکھا ہے ؎

مرا بہ بندگی او کہ ہست فخر تمام   مرید شاہ نظام است و این شیخ نظام

حضرت شاہ نظام نارنولیؒ کا سلسلۂ ارادت و خلافت حسب ذیل ہے۔

حضرت شاہ نظام نارنولیؒ خواجہ خانو علاء التاخ ناگوریؒ خواجہ اسماعیلؒ ابن حسن سرمستؒ حضرت خواجہ حسن سرمستؒ خواجہ سالارؒ خواجہ اختیار الدین عمرؒ خواجہ محمد ساویؒ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاؒ حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ۔ اس کے آگے سلسلہ نہایت مشہور رہے اور پہلے لکھا جا چکا ہے۔

آپ کے تمام حالات و کرامات و ملفوظات بخوف طوالت نظر انداز کیے جاتے ہیں۔ اپنے عہد کے قطب الاقطاب تھے اور آپ کا کوئی ہمسر نہ تھا

۲۵ ربیع الاول ۱۰۲۳ھ بروز چہار شنبہ آپ نے وفات پائی۔

مادۂ تاریخ "شیخ اعلیٰ بود" ہے   تمت بالخیر